



۷۸۶

۱۱۰-۹۲

یا صاحب الزماں ادرکنی



لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

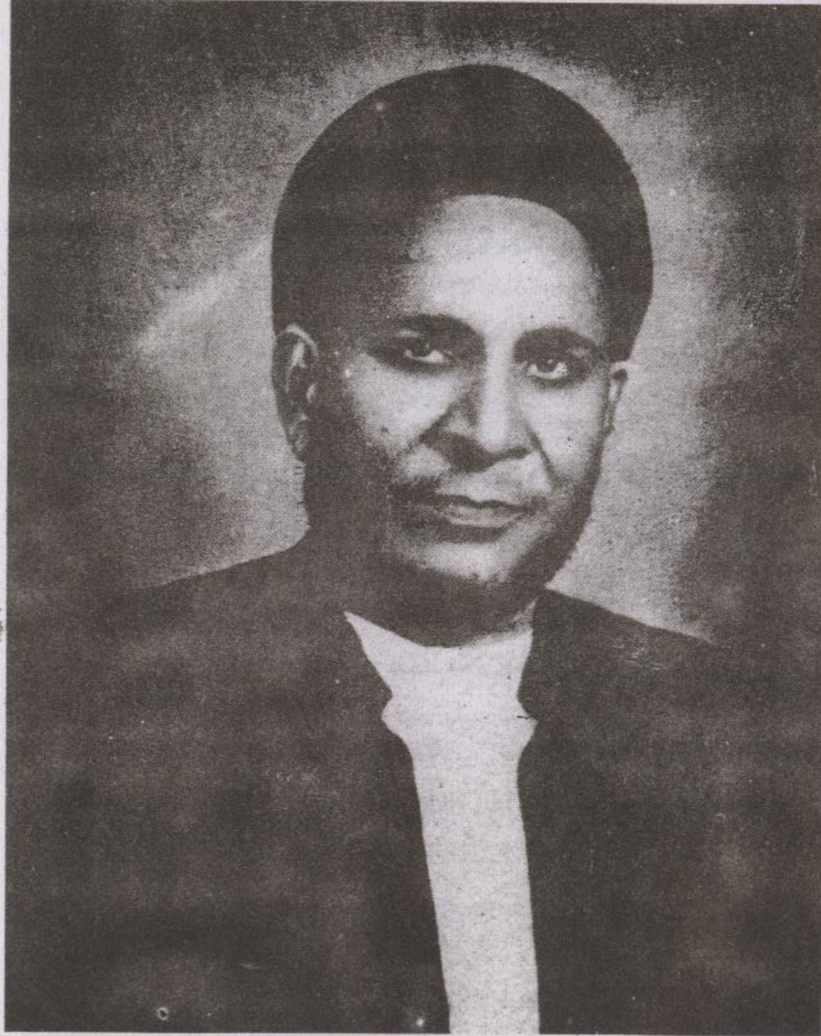
یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

عظمت اہلبیتؑ

معہ اضافہ

ثقۃ الاسلام علامہ الحاج محمد بشیر صاحب قبلہ انصاری فاتح ٹیکسلا

جعفری کتب خانہ
روضہ مارکیٹ جلالپور
حیدری چوک
۲۲۴۱۴۹ پن
۲۶۳۷۱۵ فون



ثقۃ الاسلام علامہ محمد بشیر انصاری فاتح ٹیکسلا

۷۸۶
۹۲

علوم اہلبیتؑ کی نشرو اشاعت

عصر حاضر میں نشرو اشاعت دین حق کا کام کافی حد تک مجالس امام حسین علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن علوم اہلبیتؑ کا صرف بیان ہی کافی نہیں ہے کیونکہ مرور زمانہ سے ذہول ونسیان فطری امر ہے نیز بیان کردہ مضامین کی غلط تاویلات بھی کی جاسکتی ہیں بلکہ جھٹلایا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے مفضل علوم دین کی نشرو اشاعت اپنے بیان کے ذریعہ بھی کیا کرو تاکہ تمہارے برادرانِ ایمانی اس سے فائدہ حاصل کریں۔ لیکن ان علوم کو تحریر میں بھی لاؤ کیونکہ ایسا زمانہ پُرفتن آئیگا جب لوگ علوم دین سے بیگانہ ہو جائیں گے۔ مگر وہ علوم کتابوں میں محفوظ ہو جائیں گے اور باقی رہیں گے۔

اس لئے مفادِ عامہ کے پیش نظر ان کتابوں کی اشاعت عمل میں لائی جارہی ہے۔

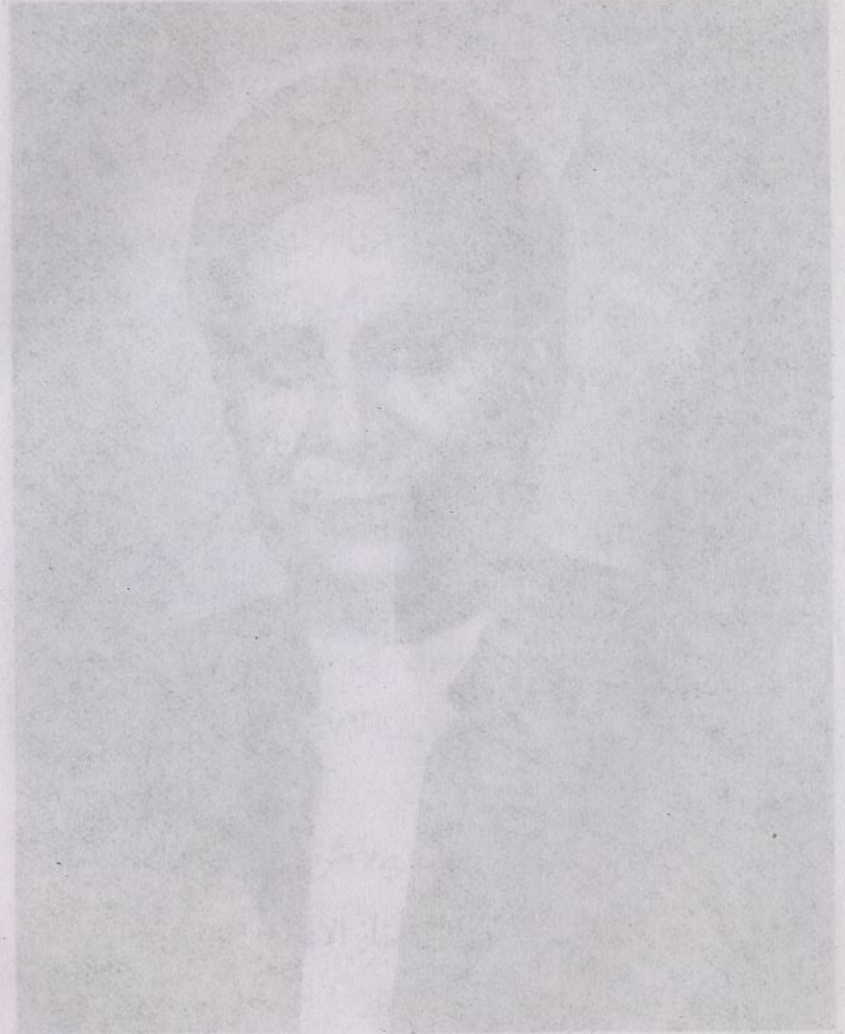
گر قبول اُفتد زہے عزو شرف

خاکسار۔ غلام الثقلین ممتاز الافاضل واعظ

مدیر: جامعہ امام صادقؑ، کریم پور ۲ مارچ ۲۰۰۳

ابواب

صفحات



مقدمہ

مُبسمِلاً وَ مُحَمّدِلاً وَ مُصَلّیاً وَ مُسَلِّماً

بعد حمد و صلوات عرض ہے حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہمارا ذکر کیا کرو ہمارے ذکر کے لئے جمع ہوا کرو ہمارا ذکر عام کرو تاکہ لوگوں کو ہمارے علوم کی خوبیاں معلوم ہوں اور وہ ہماری طرف مائل ہوں ہمارے ذکر سے ذکر خدا ہوتا ہے ہمارے دشمنوں کے ذکر سے شیطان کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا:۔
جو شخص ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے خداوند عالم اس پر اپنا رحم فرماتا ہے۔ راوی حدیث عبدالسلام بن صالح ہروی کہتے ہیں میں نے حضرت سے دریافت کیا مولا آپ کا امر کس طرح زندہ کیا جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہمارے علوم حاصل کرو اور لوگوں تک پہنچاؤ جب لوگ ہمارے علوم کے محاسن سمجھیں گے تو ہماری طرف مائل ہوں گے اور ہمارے پیرو بن جائیں گے یہ حدیث مجالس امام حسین علیہ السلام کے برکات سے ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کے مسلسل غلامی اہلبیتؑ میں داخل ہونے کی خبر غیب ہے جو علی الرغم مجالس کی افادیت پر شاہد بین ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے جمع ہوا کریں اور اذکار کریں۔ اگر ایسا کرتے رہیں گے تو نجات پائیں گے میں خود ان کی نجات کا ضامن ہوں اگر یہ طریقہ ترک کر دیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے اور ہلاک ہوں گے

اس حدیث میں انعقاد مجالس کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی اہمیت و افادیت بیان کی گئی ہے۔ اس کے ترک میں ہلاکت و گمراہی کا خطرہ بتایا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:۔ خدا نے ہمارا انتخاب فرمایا اور ہمارے

لئے ہمارے شیعوں کا انتخاب فرمایا جو ہماری نصرت کرتے ہیں ہماری خوشی میں خوشی اور ہمارے غم میں غم کرتے ہیں اور ہماری محبت میں اپنے اموال خرچ کرتے اور اپنی جانوں کو تکلیف دیتے ہیں نیز فرمایا ہمارے شیعوں کی شناخت یہ ہے کہ باہم جمع ہو کر ہمارا ذکر کرتے ہیں اور ہمارے علوم لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور ہماری محبت میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی انعقاد مجالس کی ضرورت بیان کی گئی ہے اور اس طریقہ کو شیعوں کی پہچان قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔ ملائکہ آسمان دیکھتے رہتے ہیں ایک کی طرف دو کی طرف تین کی طرف جو آلِ محمد علیہم السلام کے فضائل بیان کرتے ہیں اور وہ ملائکہ باہم گفتگو میں کہتے ہیں کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو یہ لوگ اپنی قلیل تعداد اور دشمنوں کی کثیر تعداد کے باوجود آلِ محمد علیہم السلام کے فضائل بیان کر رہے ہیں تو ایک گروہ مل کر دوسرے سے کہتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ه (قرآن) یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ اس حدیث سے انعقاد مجالس اور ذکرِ اہلبیت علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ثابت ہوتا ہے جس کے حصول کے لئے تمام کائنات دعائیں کرتی ہیں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:۔ جب ہم اہلبیت کا ذکر کیا جاتا ہے اور سامعین کے دل نرم ہو جاتے ہیں تو ملائکہ ان کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں الّا وہ گناہ جو ایمان ہی سے خارج کر دے۔ اس حدیث سے انعقاد مجالس مغفرت گناہ کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے اور قلوب میں شقاوت کے بجائے رقت اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:۔ خداوند عالم نے کراماً کاتبین کے علاوہ ملائکہ سیاحین پیدا کئے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ جس جگہ مجلس ذکر

محمد وآلِ محمد علیہم السلام ہوتی ہے وہاں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور مجلس سنتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا مقصد حاصل ہو گیا ہماری حاجت پوری ہو گئی۔ جب مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ چلے جاتے ہیں تو یہ فرشتے شرکاء مجالس کے پاس آتے رہتے ہیں اور بیماری میں ان کی عیادت کرتے ہیں اور اُن کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے فضیلت انعقاد مجالس اور اس کی اہمیت ثابت ہوتی ہے کہ ملائکہ شرکاء مجالس کے رفقاء بن جاتے ہیں جو بہترین رفقاء ہیں

حدیث قدسی میں خداوند عالم کا ارشاد:۔ جو شخص اپنے رسول کی بیٹی کے فرزند (امام حسین علیہ السلام) کی محبت میں کھانا کھلاتا ہے اور ان کے نام پر ایک درہم بھی خرچ کرتا ہے میں اس کو ایک درہم کے بدلے ستر درہم کی برکت اسی دنیا میں عطا کروں گا اور اس کے گناہ معاف کر دُوں گا۔ وہ جنت میں بآرام داخل ہو گا۔ اس حدیث قدسی سے ثابت ہے انعقاد مجالس کا صلہ دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی ہے۔

مجالس امام حسین علیہ السلام کے برکات

(۱) قلوب مومنین میں اپنے پیشوایان دین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو بہترین کارِ ثواب ہے اور یہ مجالس دلیل محبت بھی ہیں جو ہم پر اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔

(۲) اطاعت امر معصومین علیہم السلام ہے کیونکہ احادیث کثیرہ میں حکم دیا گیا ہے ہمارا ذکر کرو ہمارے ذکر کے لئے جمع ہوا کرو ہمارا ذکر عام کر دو تاکہ لوگوں کو ہمارے علوم کی خوبیاں معلوم ہوں اگر اجتماع ممکن نہ ہو تو باپ اپنی اولاد کو جمع کر کے ہمارا ذکر کرے۔

(۳) شعائر اللہ کی معرفت اور انکی تعظیم و تکریم کا ذریعہ بنکر حصول تقویٰ و تقربِ خدا کا وسیلہ قرار پاتی ہیں۔

(۴) گمراہوں کے لئے حصول ہدایت کے مواقع فراہم ہوتے ہیں جو افضل ترین خدمتِ دین ہے۔

(۵) اصولِ دین و فروعِ دین کے مسائل کا علم حاصل ہوتا ہے۔ معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اعمال

خیر کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

(۶) غیر مذاہب کو ہمارے پیشوایان دین کی عظمت وجلالت اور پاکیزہ سیرت پر اطلاع کا موقع نصیب ہوتا ہے۔

(۷) مخالفین اہلبیتؑ کے قلوب پر ہماری جماعتی عظمت چھا جاتی ہے۔

(۸) ہمارے دینی جذبات قربانی اور مذہبی ولولوں میں جوش و خروش کا شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ اظہار ہو جاتا ہے جس سے ملکی قوائے حاکمہ کو ہمارے مٹانے یا دبانے کا خیال کمزور پڑ جاتا ہے۔

(۹) ممالک غیر کے سفراء اور ان کے عملہ کو ہمارے دینی شغف اور مذہبی عشق کا احساس پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ان پر ہماری مذہبی جماعتی شخصیت نمایاں ہو جاتی ہے۔

(۱۰) محبت اہلبیت علیہم السلام میں جو پسندیدۂ خدا ہے اموال کثیرہ خرچ کرنے اور جانی تکالیف برداشت کرنے اور بمفاد حدیث قدسی دنیا ہی میں ایک درہم کا بدلہ ستر درہم حاصل ہونے اور مغفرت گناہ حاصل کرنے پر پختہ ایمان و یقین حاصل ہو جاتا ہے جس کے بعد لادینیت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔

علوم اہلبیتؑ کی کتابت کی ضرورت

عصر حاضر میں نشر واشاعت دین حق کا کام کافی حد تک مجالس امام حسین علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہے لیکن علوم اہلبیت کا صرف بیان ہی کافی نہیں ہے کیونکہ مرور زمانہ سے بھول ونسیان فطری امر ہے نیز بیان کردہ مضامین کے غلط تاویلات بھی کیے جاسکتے ہیں بلکہ جھٹلایا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے مفضل علوم دین کی نشر واشاعت اپنے بیان کے ذریعہ بھی کرو تاکہ تمہارے برادران ایمانی اس سے فائدہ حاصل کریں لیکن ان علوم کو تحریر

میں بھی لاؤ کیونکہ ایسا زمانہ پُر فتن آئے گا جب لوگ علومِ دین سے بیگانہ ہو جائیں گے مگر وہ علوم کتابوں میں محفوظ ہو جائیں گے اور باقی رہیں گے جو تمہارے مرنے کے بعد تمہاری اولاد کی میراث بن جائیں گے اور لوگ ان کتابوں ہی سے انس حاصل کریں گے۔ علامہ کاشانی علیہ الرحمہ نے اس حدیث مبارک کی شرح میں فرمایا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تمہارے بیان کردہ مضامین کو جھٹلایا جائے گا۔ اور ایسے جاہل لوگ پیدا ہو جائیں گے جو علماء کی شکل اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کرینگے علومِ اہلبیتؑ میں جاہلانہ قیاس کریں گے۔ اس وقت یہ کتابیں ان کے فتنہ سے بچائیں گی۔

حضرت کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مجالس امام حسین علیہ السلام کے انعقاد کی مخالفت کی جائے گی ذکر اہلبیت بند کرنے کی سعی کی جائے گی اور حضرات معصومین علیہم السلام کے احادیث کی غلط تاویلیں کی جائیں گی۔ جاہل لوگ علماء کا منصب غصب کریں گے اس وقت یہ کتابیں گمراہ کن پروپیگنڈوں سے بچائیں گی۔ علوم اہلبیت کے صحیح معانی و مطالب جاہلوں کے فتنوں سے نجات دلائینگے۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ جو شخص ہمارے فضائل بیان کرے گا اور ان کا مقرّ و معتقد ہو کر نشر و اشاعت کرے گا تو خداوند عالم اس کے گناہان گذشتہ آئندہ کو بخش دے گا۔ اور جو شخص ہمارے فضائل کو تحریر میں لائے گا تو جب تک کتاب کے نقوش باقی رہیں گے ملائکہ اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔

سیّد بلگرامی کی مثالی دینی خدمت

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں سادات کرام کا ایک خانوادۂ شریف بمقام بلگرام آباد ہوا یہ خاندان علوم دین اور نشر و اشاعت مذہب اہلبیت علیہم السلام کا آبائی جذبہ اپنے ساتھ لے کر وارد ہند ہوا۔ اس علاقہ میں حقائق دینیہ و معارف اسلامیہ کی ترویج و اشاعت کے مؤثر طریقے اس خاندان نے جاری کئے۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام کی عزاداری اور مجالس عزا کے تاریخی رواج اس خانوادۂ جلیل کا طرہ امتیاز ہے۔ میں نے اسی خاندان کے ایک ممتاز فرد

جناب سیّد علی امام صاحب بلگرامی میں وہی آبائی دینی جذبات اور مذہبی ولولے پائے یہ پہلی علم دوست و مذہب نواز شخصیت ہیں جنہوں نے مجھ سے سالانہ مجالس عشرہ باغ سرداراں راولپنڈی کے ٹیپ کرنے کی اجازت چاہی جو جناب محترم خواجہ محمد مرتضٰی صاحب انصاری ٹی کیو پاکستان منعقد فرماتے ہیں سیّد بلگرامی نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق یہ بھی اجازت چاہی کہ ان دس مجالس کو افادہ عام کے لئے طبع کرانا چاہتے ہیں تاکہ یہ بیانات کتاب میں محفوظ ہو جائیں اور خاص و عام استفادہ حاصل کر سکے علوم اہلبیت کی نشر و اشاعت عام ہو جائے جس کے محاسن سے واقف ہو کر لوگ اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے گرویدہ بن جائیں اور معصومین علیہم السلام کو شیعوں سے جو توقعات ہیں وہ ایک حد تک پورے ہو سکیں۔ میں نے بخوشی اجازت دے دی اور اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا چنانچہ جناب موصوف نے پہلا عشرہ مجالس جو مقام اہلبیت کے موضوع پر اسی نام سے موسوم ہے نہایت جانفشانی سے اموال کثیرہ اس کی جمع و تالیف میں خرچ کر کے طبع کرایا۔ یہ کتاب "مقام اہلبیت" امامیہ کتب خانہ۔ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ لاہور سے مل سکتی ہے۔

اب دوسرا عشرہ مجالس جو "عظمتِ اہلبیت" کے نام سے موسوم ہے شائع فرما رہے ہیں۔ یہ بھی دس مجالس ہیں جو من و عن ٹیپ ریکارڈ سے لی گئی ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ ابلیس اور اس کے ہمنوا لشکر کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ ہم اہلبیت کی فضیلت بیان کی جائے جب مجلس میں ہمارا ذکر ہوتا ہے تو اس کے چہرے کا گوشت اڑ جاتا ہے اور اُسے اتنی شدید تکلیف پہنچتی ہے کہ فریادیں کرتا ہے۔ ابلیس اور اس کے ہمنواؤں کی یہ حالت دیکھ کر ملائکہ آسمانی اور خازنان بہشت ان پر لعنت کرتے ہیں حتیٰ کہ کوئی ملک مقرب ایسا باقی نہیں رہتا جو اس پر لعنت نہ کرتا ہو وہ اور اس کا لشکر اس مجلس سے خائب و خاسر و مدحور ہو کر واپس ہو جاتا ہے (غالباً مخالفین مجالس ایسے ہی طمانچوں سے بھنّائے ہوئے ہیں)

آداب مجالس

خداوند عالم کا ارشاد ہے یا ایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم۔ اے ایمان والو جب تمہیں مجالس میں کہا جائے کہ کچھ جگہ دے دو تو فوراً جگہ دیدو اللہ تعالیٰ تمہیں جگہ عطا کریگا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب مجالس میں لوگ جمع ہوں اور کوئی آنے والا اپنے بھائی سے بیٹھنے کی جگہ مانگے تو وہ اسکو جگہ دیدے کیونکہ یہ مجالس کرامت ہیں اس میں اپنے برادر کو بھی جگہ دیکر شامل کرامت کر لو اور جگہ نہ ہو تو آنے والے کو جہاں جگہ مل جائے فوراً بیٹھ جائے نیز فرمایا جب تم مجالس میں بیٹھو تو کم جگہ گھیرو اور جب کوئی مجلس میں داخل ہو تو جہاں تک بیٹھنے والے بیٹھ چکے ہیں ان کے پیچھے ہی بیٹھ جائے اگر کوئی مجلس سے اُٹھ جائے اور اس کی جگہ خالی ہو تو دوسرا اس جگہ بیٹھ سکتا ہے لیکن اگر جانیوالا واپس ہو تو وہ اپنی جگہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے جب مجالس میں بیٹھو تو نظر جُھکی ہو اور کوئی سلام کرے تو جواب سلام دو اور کوئی نابینا آجائے تو اس کو راہ دکھاؤ نیکی کی باتیں کرو برائی سے روکو۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جب مجالس میں حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کا ذکر آجائے تو صلوات پڑھا کرو۔ کیونکہ جو شخص ایک مرتبہ بھی صلوٰۃ پڑھتا ہے تو خداوند عالم اس پر ہزار رحمت ملائکہ کی ہزار صفوں میں بھیجتا ہے اور خدا و ملائکہ کی وجہ سے ہر مخلوق دعائے رحمت کرتی ہے اور جو شخص صلوٰۃ نہ پڑھے وہ جاہل و مغرور ہے۔ اس سے اللہ و رسول و اہلبیت بیزاری کرتے ہیں نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا صلوٰۃ باآواز بلند پڑھا کرو کیونکہ یہ نفاق کو دُور کرتی ہے۔ نیز فرمایا جس مجلس میں خدا کا ذکر نہ ہو اور اپنے نبی پر صلوات نہ پڑھی جائے تو ایسی مجلس حسرت اور وبال بن جاتی ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص سو مرتبہ صلوٰۃ پڑھتا ہے اس کی سو حاجتیں پوری ہوتی ہیں جن میں تیس حاجتیں دُنیا کی پوری ہوتی ہیں۔

نیز فرمایا جو شخص دس مرتبہ صلوٰۃ پڑھتا ہے خدا اور اس کے ملائکہ سو مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں اور جو سو مرتبہ پڑھتا ہے اس پر ہزار مرتبہ۔ نیز فرمایا جو شخص حاجت طلب کرنے سے پہلے اور حاجت طلب کرنے کے بعد صلوات پڑھے تو خدا اس سے اجل و اکرم ہے کہ حاجت قبول کرتا ہے اور ثواب عظیم بخشتا ہے۔

نیز حضرت نے فرمایا جو آواز ہماری مظلومیت پر غمزدہ سے نکلتی ہے وہ تسبیح ہے اور ہمارے ذکر کے لئے اہتمام کیا جاتا ہے وہ عبادت ہے اور ہمارے رازوں کو نااہلوں سے پوشیدہ رکھنا جہاد ہے۔

شیب عقرقونی کا بیان ہے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بھا و یستھزء بھا فلا تقعدوا معھم یعنی اللہ نے کتاب میں تم پر یہ نازل کیا ہے کہ جب تم سنو آیات اللہ کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ایسی مجالس میں مت بیٹھو فوراً اُٹھ جاؤ۔

حضرت نے فرمایا جب تم سنو مجلس میں آیات اللہ یعنی آئمہ میں نقص نکالا جا رہا ہے حق کا انکار کیا جا رہا ہے اور مذاق اڑایا جا رہا ہے تو وہاں سے اٹھ جاؤ۔ اس مجلس میں نہ بیٹھو خواہ وہ ذکر کرنے والا کوئی ہو۔ نیز فرمایا جو شخص اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسی مجلس میں نہ بیٹھے جس میں امام علیہ السلام کی ذات میں نقص نکالا جائے یا مومن میں عیب نکالے جائیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا۔ کچھ عالم ایسے بھی ہیں جو ہمارے بعض احادیث بیان کرتے ہیں اور ہم سے محبت کا اظہار اور ہمارے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے موالی اور شیعوں کی نظر میں قابل توجہ اور لائق تعظیم بن جاتے ہیں پھر وہ ہماری ذات میں نقص و عیب نکالتے ہیں اور ہمارے کم علم شیعوں اور موالیوں کو گمراہ کر لیتے ہیں حالانکہ ہم ان نقائص و عیوب سے منزہ و مبرا ہیں۔ یہ علماء ہمارے کم علم موالیوں کو ہماری عظمتِ شان سے محروم کرکے ان کے قلوب میں شک و شبہ داخل کر دیتے ہیں۔ یہ ہمارے کم علم شیعوں کے لئے لشکر یزید سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں کیونکہ مال کی لوٹ کھسوٹ کے ساتھ یہ علماء ایمان بھی سلب کر لیتے ہیں۔ یہی علماء ہیں جو علماء سوء ہیں۔

علماء حق کی شناخت

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:۔ عابد کیلئے روز قیامت کہا جائے گا تم اچھے آدمی ہو تم نے اپنے کو سنوارا اپنی دینی ضروریات کو پورا کیا لہٰذا آؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

مگر ہمارے علوم کے جاننے والے علماء کی یہ شان ہے کہ انھوں نے اپنے علوم سے
لوگوں کو سیراب کیا ہے اور دشمنانِ اہلبیتؑ کے پھندوں سے چھڑایا ہے اور ہمارے شیعوں
کو نعماتِ جنت کی خوشخبری دی ہے اور انہیں خوشنودی خدا کی بشارت دی ہے علوم اہلبیت
بیان کرنے والے ایسے علماء کو آواز آئے گی اے ہمارے دُور افتادہ شیعوں کو ہمارے علوم
پہنچانے والے عالموں اے ہمارے موالیوں کو حق دکھانے والے عالموں اے ہمارے
دوستوں کو ناصبیوں کے پھندے سے چھڑانے والے ہمارے یتیموں کو دینی جو ہم سے جدائی
کی وجہ سے کم علم شیعہ ہمارے یتیم ہیں۔) علمی مدد دینے والے عالموں اسی جگہ میدانِ محشر میں
ٹھہر جاؤ اور ان لوگوں کی شفاعت کرو۔ جنھوں نے تم سے حق حاصل کیا ہے۔ پس وہ علماء
کھڑے ہو جائیں گے اور اپنے ہمراہ جنت میں بڑے بڑے گروہوں کو داخل کرینگے
حضرتؑ نے یہ کلمات دس مرتبہ فرمائے۔ وہ مومنین وہ ہیں جنھوں نے ان علماء سے علوم اہلبیتؑ
حاصل کئے اور وہ مومنین بھی جنھوں نے ان حاصل کرنے والوں سے حاصل کئے اور وہ
مومنین بھی جنھوں نے ان دوسرے حاصل کرنے والوں سے حاصل کئے اور اسی طرح
وہ مومنین بھی جنھوں نے ان تیسرے حاصل کرنے والوں سے حاصل کئے یہاں تک کہ
تا روزِ قیامت یکے بعد دیگرے سلسلہ بہ سلسلہ ایک دوسرے سے علوم اہلبیت حاصل
کئے ان سب کو وہ علمائے حق اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اے لوگو دیکھو عابدوں اور عالموں
میں کتنا فرق ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:۔ جو علماء ہمارے ان شیعوں کو جو ہم سے جدائی
کی وجہ سے ہمارے یتیم ہیں۔ یعنی یتیمانِ آلِ محمدؐ ہیں اور ہم امتحان خداوندی کی وجہ سے پوشیدہ
ہیں۔ ہمارے علوم پہنچائیں گے اور انہیں حق دکھائیں گے تو خداوند عالم ان علماء سے یوں فرمائے
گا۔ اے میرے سخی بندوں اپنے بھائیوں سے ہمدردی کرنے والے بندوں میں تم سے زیادہ
سخاوت کا مالک ہوں اے ملائکہ ان علماء نے ہمارے یتیمانِ علم بندوں کو حق پہنچایا ہے۔

ان کے ایک ایک حرف کے بدلے جنت میں ہزار در ہزار قصر ان کے لئے مخصوص کر دو
اور جو نعمتیں ان محلات میں موزوں ترین ہوں ان کا اضافہ کر دو۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر غیبت امام کے بعد ایسے علماء نہ ہوتے
جو دعوت دیتے ہیں امام کی طرف اور وجودِ امام کی ضرورت کے دلائل بیان کرتے ہیں اور
دینِ خدا سے دشمنوں کا دفاع کرتے ہیں۔ دلائل حق پیش کرکے اور کم علم بندوں کو شیطانوں
اور ناصبیوں کے دام سے چھڑاتے ہیں تو دنیا میں مرتد کے سوا مومن نہ ملتا۔ مگر ان علماء نے
شیعوں کے قلوب کو سنبھالا ہوا ہے جس طرح ملاح اپنی کشتی کے سواروں کو تھامے ہوئے
ہے۔ یہی وہ علماء ہیں جو دربارِ خدا میں افضلیت رکھتے ہیں انھوں نے ہمارے کم علم شیعوں اور
موالیوں کو علمی مدد پہنچا کر ناصبیوں کا دفاع کیا ہے۔

قیامت میں یہ علماء حق اس شان سے آئیں گے ان کے سروں پر حسن و جمال کے ایسے
تاج ہوں گے جن کے نور کی شعاعیں تین لاکھ سال کی مسافت کے برابر میدان قیامت میں
پھیل جائیں گی اور جن کم علم شیعوں کو حق پہنچایا تھا وہ ان کے نور سے لپٹے ہونگے پھر ان
کو جنت میں اتارا جائے گا۔ اور ناصبیوں کا یہ حال ہوگا کہ جس پر یہ شعاع پڑ جائے گی
اندھا ہو جائے گا۔ کان بہرے ہو جائیں گے۔ زبان گونگی ہو جائے گی پھر انکو جہنم میں ڈالا جائیگا۔

حاضرین و ذاکرین کا دل نہ توڑو!

امام حسین علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہونے والوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو
جس سے ان کے دل کو رنج پہنچے خصوصاً مرثیہ خوانوں اور ذاکرین اور اشعار مدح اہلبیت و
مصائب پڑھنے والوں کے ساتھ کوئی رنجیدہ برتاؤ نہ کرو اگر کوئی ناگوار امر بھی ان سے صادر
ہو جائے تو مجلس ختم ہو جانے کے بعد خلوت میں سمجھا دو ایسا نہ ہو کہ اثنائے مجلس میں ٹوکنے
لگو۔ جس سے مجلس امام میں انتشار پیدا ہو جائے اور گریہ و بکا میں رخنہ اندازی ہو اگر کوئی ایسی
حرکت کرے گا تو خدا اور رسول اور اہلبیت علیہم السلام کو اذیت پہنچائے گا (اکسیر العبادات)

نیز اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ

حاضرین مجلس کی عزت کرو اور ان کی خدمت کرو انہیں آرام سے بٹھاؤ حتیٰ کہ ان کی جوتیاں بھی سیدھی کرو کیونکہ وہ عزائے امام مظلوم کے لئے آئے ہیں نیز مرثیہ خوانوں اور ذاکرین اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ نیک سلوک کرو بطور صلہ ان کو اموال و اشیاء نفیسہ دو اور تحائف و ہدایا پیش کرو ان کی مدح و ثنا کرو دل و زبان سے محبت کا اظہار کرو تاکہ وہ ذاکر اہلبیت میں زیادہ سے زیادہ محنت کریں اور فضائل و مصائب کی تلاش میں زیادہ رغبت کریں اور موثر طریقہ پر ذکر اہلبیتؑ کی کوشش کریں کیونکہ یہ امور وہ ہیں جن کو خدا پسند کرتا ہے اور اس کا رسول اور اوصیاء پسند کرتے ہیں جن دلائل سے فضیلت انعقاد مجالس اور اموال کثیرہ خرچ کرنے کی فضیلت ثابت ہے ان ہی دلائل سے قراد مراثی اور ذاکرین اہلبیت کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور انہیں تحفے دینے اور اموال کثیرہ سے ان کی خدمت کی فضیلت ثابت ہے حضرات معصومین علیہم السلام نے ذاکرین اہلبیت کی خود مدح و ثناء فرمائی ہے اور انہیں خلعت فاخرہ اور اموال کثیرہ درہم و دینار اور اشیائے نفیسہ عطا کئے ہیں جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ نیز مرقوم ہے اسی کتاب میں۔ میرے نزدیک یہ بعید نہیں ہے کہ ملائکہ حاضرین مجلس حضرات ذاکرین کے دہن کے بوسے لیتے ہیں کیونکہ خود ملائکہ نے انبیاء و رسل کو یہ ذکر پہنچایا ہے اور انبیاء و رسل نے اپنی امتوں کو پہنچایا ہے بلکہ سب سے پہلے خود خداوند عالم نے یہ ذکر بذریعہ وحی الہام ملائکہ و انبیاء کو پہنچایا ہے لہٰذا منصب ذاکری نہایت جلیل اور مقام کریم ہے (اکسیر العبادات)

محمد بشیر انصاری نقلمہ

قضاء و قدر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰہُ بِقَدَرٍ

سورہ قمر کی آیت ہے ۔ستائیسواں پارہ ۔ ارشاد رب العزت ہے۔کہ کائنات کے خالق نے جس جس چیز کو بنایا ہے ۔بِقَدَرٍ بنایا ہے۔ کل شئٍ ۔ ہر ایک شے پہلے اِنَّاَ تحقیق کہ ہم ۔ لفظ اِنَّاَ ۔یقین کو بتا رہا ہے۔اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔ اِنَّاَ ۔ بے شک ہم نے کل شئٍ کو۔ ہر چیز کو خَلَقۡنٰہُ ۔ پیدا کیا ہم نے ہر چیز کو۔ یہ عربی قانون ہے ۔جس کو عربیت میں۔

مَا اُضۡمِرَ عَامِلُہٗ عَلٰی شَرِیۡطَۃِ التَّفۡسِیۡرِ کہتے ہیں۔

یہ نام ہے عربی زبان میں اس کا ۔ یعنی جب مقصود ہو کسی حکم کی تاکید اکید انتہائی شدت کے ساتھ ۔ تو وہاں پر عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔عمل کرنے والا محذوف ہو جاتا ہے۔ مگر شرط ہوتی ہے کہ بعد کا جملہ اس کی تفصیل کر رہا ہو ۔ تو اب عبادت یوں ہوئی جو میں پڑھتا ہوں محذوف کو مُظہر کر کے پڑھتا ہوں۔مظہر میں تین لفظ ہیں ۔یہ لفظ قرآن کے ہیں۔ مگر مقصد یہ ہے ۔اِنَّا خَلَقۡنَا کُلَّ شَیۡءٍ ۔ قرآن میں ہے اِنَّا کُلَّ شَیۡءٍ ۔ کُلَّ شَیۡءٍ میں لفظ کُل کو زبر ہے ۔اس کا زبر بتا رہا ہے ۔کہ یہ کسی کا مفعول ہے ۔اس سے پہلے کوئی فعل و فاعل ہے جسکا یہ مفعول ہے ۔جو محذوف ہے ۔اور وہی ہے خَلَقۡنَا ۔ اِنَّا خَلَقۡنَا کُلَّ شَیۡءٍ ۔ بے شک ہم

نے پیدا کیا۔ خَلَقْنَا۔ ہم نے پیدا کیا پہلے آیا ہے۔ اِنَّا۔ بیشک ہم۔ اور پھر خَلَقْنَا۔ یعنی ہم نے بنایا کسی غیر نے نہیں۔ ہم نے۔ یہ خَلَقْنَاہُ۔ تفسیر ہے۔ کہ اس سے لفظ خلقناہُ محذوف ہے۔ اس کی یہ تفسیر کر رہا ہے اس ضمیر کے ذریعہ جو خَلَقْنَاہُ میں ہے۔ اس میں جو ھُوَ ہے یہ بتا رہا ہے کہ کوئی چیز ہے۔ کہ جس کو خلق کیا۔ اور وہ کیا ہے۔ کُلَّ شَیٍٔ۔ اب میں ترجمہ کرتا ہوں۔

اِنَّا۔ بیشک۔ خَلَقْنَا۔ خلق کیا ہم نے۔ کُلَّ شَیٍٔ۔ ہر شے کو۔ کونسی کُلَّ شَیٍٔ کل شیٍٔ خَلَقْنَاہ۔ وہ کل شے جس کو ہم نے خلق کیا۔ خلق کیا ہم نے۔ بیشک خلق کیا ہم نے۔ کل شیٔ کو بِقَدَرٍ۔ قَدَر کے ساتھ۔ ہماری ہر شے جس کے خالق ہم ہیں وہ قَدَر کے ساتھ مخلوق ہوئی ہے۔ اگر قدر کو سمجھ لیا تو ہمارے خلق کرنے کو بھی سمجھو گے۔ اور ہمیں تم خالق مانو گے اگر تم نے لفظ قدر کو سمجھا۔ حاضرین اس آیت کی تفسیر اور اس کے الفاظ کی توضیحات اگر آئمہ طاہرین نہ فرما دیتے تو آج اس کے معنی کوئی نہ سمجھتا۔ جیسا کہ ترجمے بتا رہے ہیں۔ اردو میں ترجمے ملیں گے۔ سورہ قمر ستائیسواں پارہ۔

ترجمہ کیا کیا ہے اس کا لوگوں نے۔ کہ اللہ فرماتا ہے۔ یقیناً بشک ہم نے کل شیٔ کو خلق کیا ہے۔ بقدرٍ یعنی اندازے کے ساتھ۔ یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔ ہم نے ہر شئے کو یقیناً لیا کرتے کہ اللہ نے ہر شئے کو خالق کیا ہے۔ اندازے کے ساتھ۔ مگر کتنی گستاخی ہے یہ اور کسقدر سوئے ادب ہے۔ ذات باری کے باب میں "کہ اندازے سے پیدا کیا"۔ اندازے کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے کہ جب کسی شے کا یقین نہ ہو۔ (صلواۃ)

یہ اندازے کا لفظ شکوک پیدا کرتا ہے۔ خود لفظ اندازے کا آپ اس وقت بولیں گے کہ جب کسی شے کا آپ کو یقین نہ ہو۔ مثلاً طول و عرض میں اندازاً اتنا

ہوگا۔ یا وزن میں اندازاً اتنے سیر۔ یہ آپ مقدار بتاتے ہیں۔ مشکوک۔ زیادہ سے زیادہ۔ اندازے کا لفظ ظن کو ظاہر کرے گا۔ ظن۔ یہ لفظ اندازے کو بتاتا ہے کہ یہ اتنا ہے۔ اس کو ظن کہتے ہیں۔ گمان۔ تو اس کے معنی یہ ہوئے۔ کہ آپ کو گمان ہے کہ اللہ نے قدر کے ساتھ یعنی اندازے سے بنایا ہے۔ آپ کو یقین نہیں ہے بلکہ اندازے سے بنایا ہے۔ جیسے ہم اندازہ لگاتے رہتے ہیں کہ یہ ایسا ہے۔ اتنا ہے گمان کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ اللہ کو بھی گمان کے طور پر اندازہ لگاتے ہیں۔ تو میں آیت پڑھتا ہوں۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا خدا فرماتا ہے کہ ظن یعنی گمان کبھی کسی حق کے معنی میں تسلی نہیں کرا سکتا۔ ظن تسلی نہیں کرا سکتا۔ گمان سے حق حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو گمان بھی غلط ہے۔ اور اندازہ بھی غلط ہے۔ پھر یہ اندازہ کا لفظ اللہ کے متعلق؟ جسے علم ہو ہر چیز کا۔ اور چونکہ وہ خالق ہے ہر چیز کا۔ تو اُسے تو علم ہوا ہر چیز کا۔ جب اُسے علم کامل ہے ہر چیز کا تو وہاں لفظ اندازہ بولنا کہ خدا نے اندازے سے بنایا۔ قطعاً غلط ہے۔ یہ ویسا ہی ہے۔ جیسے.....

وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللہِ لوگوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ یعنی اندازہ خیر و شر کا اللہ کی طرف سے ہے۔ یعنی اللہ ہی نے خیر کا بھی اور شر کا بھی اندازہ لگایا ہے۔ آئمہ طاہرین نے بتلا کر کہ اللہ اندازوں سے نہیں بناتا ہے بلکہ وہ علم سے بناتا ہے وضاحت کر دی ہے۔ تاکہ اللہ کے باب میں سوئے ادب نہ ہو۔ پہلے علم ہوتا ہے علم کے بعد مشیت ہوتی ہے۔ مشیت کے بعد ارادہ ہوتا ہے۔ ارادہ کے بعد قضا اور قضا کے بعد قدر ہوتی ہے۔ (صلواۃ)

یہ آئمہ طاہرین نے بتایا کہ جب علم کامل ہو تو پھر مشیت آتی ہے۔ وہ چاہتا ہے پہلے علم میں ہوا اور اب علم کے بعد وہ چیز مشیت میں آ گئی یعنی چاہ میں۔ جب چاہ میں آئی چاہتا ہے تو اب اس کا ارادہ کیا۔ جب ارادہ کرتا ہے۔ تو ارادہ میں تعین

ہوتا ہے۔ اور جب تعین ہو گیا تو قضا۔ تو اب قضا کو سمجھیں۔ قضا موت کے معنی نہیں ہے
یہ قضا فیصلہ کے معنی ہے۔ جس سے قاضی بنا۔ قضا یعنی فیصلہ کرنا۔ قضا کے معنی فیصلہ کرنا،
موت کا بھی وہی فیصلہ کرتا ہے اور زندگی کا بھی۔ ہم لوگ قضا کے معنی موت سمجھے۔
مگر ایسا نہیں ہے۔ زندگی کا بھی وہ فیصلہ کرتا ہے۔ اور موت کا بھی تو جب حدود معیّن
ہو گئے تو اللہ تعالیٰ بعد حد بندی اس شے کے حدود معین کر کے "قضا" یعنی
فیصلہ کرتا ہے۔ کہ یہ یونہی بنے گی اور جب فیصلہ ہو گیا۔ تو پھر اسکو قدر میں لاتا ہے
یعنی اب اس کو عملی شکل دے دیتا ہے۔ قدر ہے قضا کا عمل۔ (صلواۃ)
عملی شکل قضا کی قدر ہے۔ تو قدر میں وہ چیز آتی ہے جو قضا میں آتی اور قضا
میں وہ آتی ہے جو ارادہ میں آئے اور ارادے میں وہ آتی ہے جو مشیّت میں اور جو
مشیّت میں آتی ہے۔ جو اس کے علم میں آئے۔ تو اگر علم میں اندازہ ہو، تو مشیّت کہاں
گئی۔ ارادے خدا کے کہاں گئے۔ لہذا یہ خیالات ان لوگوں کے ہیں کہ جو توحید کی
معرفت نہیں رکھتے۔ (صلواۃ)

اس کے بعد بھی درجات ہیں۔ اب جب انسان ان درجات کو سمجھ لے تو کتنے
مسائل مختلف بین السنی والشیعہ اور خود بین الشیعہ وہ سب حل ہو جائیں گے۔ کہ پہلے
علم میں چیز آتی ہے۔ جب تک علم خدا میں چیز ہے۔ سب کے لئے غیب۔ اور جب
علم سے مشیّت میں آئی تو جو مشیّت سے بنے ہیں۔ ان کے علم میں آئی۔ اور جو مشیّت
کے بعد اس کا ارادہ جن پر نازل ہوتا ہے۔ اُنہیں معلوم ہوئی۔ اور جب فیصلہ ان کا ہوا، ان
کی زبان سے ادا ہوا، اور جب قدر میں آئی تو ان کے ہاتھوں سے بنی۔ (صلواۃ)
یہ ہیں درجات جو آئمہ طاہرین نے ہمیں سمجھائے۔ اور اگر ہم نے خدا کی اس عظمت
کو نہ پہچانا تو ہم نے خدا کی معرفت کا کچھ حق ادا نہیں کیا۔ تو پہلے یہ عرض کیا کہ اس کا ترجمہ
کیا ہو گا۔ آئمہ سے بھی یہی سوال کیا گیا۔ کہ اللہ نے ہر چیز کو قدر کے ساتھ بنایا۔

قدر کے ساتھ۔ وہ کیا لغت ہے۔ دیکھئے میں نے بھی بڑی کوشش کی بڑی اُردو کی تلاش
کی۔ ڈھونڈھا۔ کوئی بدل عربی کا۔ کوئی اس "قدر" کا بدل مجھے مل جائے۔ تاکہ
ترجمہ کرسکوں اُردو میں جو قدر کے معنی کو ادا کرسکے۔ نہیں ملا۔ لوگوں نے اسی لئے مجبوراً
"اندازہ" لکھ دیا وہ مجبور ہوئے۔ نہ لکھتے تو بہتر تھا۔ وہ یہی لکھ دیتے کہ اللہ نے
ہر شے کو قدر کے ساتھ بنایا۔ نہ لکھتے اندازہ۔ الف لام۔ میم کا ترجمہ بھی تو نیچے الف
لام میم ہی لکھا ہے۔ کیوں نہیں معنی بتاتے۔ آپ ترجمے دیکھ لیجئے۔ کہ جب الف لام میم۔
ذالک الکتاب لکھتے ہیں۔ تو الف لام میم کے نیچے ترجمے میں الف لام میم لکھ دیتے
ہیں۔ اور یہ اس بات کا اقرار ہے۔ کہ ہم نہیں سمجھے اور جب نہیں سمجھے تو کتاب کافی کیسے۔
یہ اقرار کرنا پڑے گا آپ کو یہ کتاب قرآن کے لئے ہے کہ جو اس کتاب کے عالم
ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں علم کے بعد مشیت عطا کی۔ میں اب حدیث پڑھے دیتا
ہوں۔ تاکہ اختلاف بین الشیعہ بھی دور ہو جائے۔ حضرت کشاف الحقائق امام جعفر صادق
علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ نَحْنُ مشیّۃ اللہ نَحْنُ ارداۃ اللہ۔
اللہ کی مشیّت ہم ہیں۔ اللہ کا ارادہ ہم ہیں۔ دو لفظوں میں سمجھا دوں۔ آیات بعد میں
موقع ملا تو پیش کر دوں گا۔ ہم مشیّت ہیں اللہ کی۔ ہم ارادہ ہیں اللہ کا۔ یہ وہ کہہ سکتا ہے
کہ اس سے پہلے کوئی مخلوق نہ ہو۔ کوئی شے نہ ہو۔ اور جب کوئی مخلوق نہیں تو کسی سے
بنا نہیں۔ جب کوئی شے ہو تو بنے۔ جب شے ہی نہیں کہ جس سے خلق کیا جائے۔
کچھ ہے ہی نہیں۔ یعنی اول اول۔ تو جو شے اول ہو گی۔ وہ ارادہ ہو گی۔ وہ مشیّت
ہو گی۔ کوئی شے تو نہیں، کہ اس سے ان کو بنایا۔ (صلواۃ)

اور اسی کو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کیا ہے آپ لفظوں کے بجائے آئیں میدان معرفت میں۔ اور وہاں سیر کریں۔ اور جب آپ معرفت کے میدان میں داخل ہوں گے تو وہاں آپ کو کیا کیا کمالات دکھائی دیں گے۔ کہ معرفت میں آئمہ طاہرین نے کتنی روشنی بخشی ہے۔ کہاں کہاں سنگ میل نظر آئیں گے۔ کہاں کہاں آپ کو رہنمائی کے لئے اشارے نظر آئیں گے۔ اب یوں موڑ اُدھر نہ جاؤ اِدھر آؤ یہ طریقے آئمہ نے بتائے۔ ایک آیت پڑھ دوں۔ یہ نہ کہیئے گا۔ کہ آئمہ طاہرین امر سے بنے۔ اور ہم سب خلق سے بنے۔ کیوں۔ کیونکہ۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥

امر کے معنی کیا ہیں۔ کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے۔ شے بنانے کا۔ تو کہتا ہے۔ کُنْ يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ جب ارادہ کرتا ہے۔ اس کو کہتا ہے کُنْ ہو جاؤ۔ فیکون۔ وہ ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کُنْ سے بنتی ہے شے۔ جب شے بناتا ہے تو ارادہ کرتا ہے اور کُنْ کہتا ہے تو شے بن جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ شے اس کے لئے ہے۔ جو لفظ کُنْ سے بنے اور خدا کہتا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ یعنی سب شے ہلاک ہونے والی ہیں مگر اس کا وجہ ہلاک نہ ہوگا۔ تو جو کُنْ سے بنی وہ بھی ہلاک۔ جو خلق سے بنے یعنی ہم۔ کُنْ سے نہیں بنے بلکہ درجات سے یعنی نو ماہ کے بعد وجود میں آئے درجہ بدرجہ۔ کیا کیا بنا دیا؟ گوشت وکھال رگ و پیٹھے وغیرہ۔ وہ ہے خلق جو ترتیب سے درجہ بدرجہ بنے۔ اور جو کُنْ سے بنے وہ ہے امر۔ اور جو درجات سے بنے وہ ہے خلق یعنی خلقی شے اور جو خلقی بھی ہے۔ وہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یعنی (ہر ایک شے جو زمین پر ہے فانی ہے۔) وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ

وَالْاِكْرَامِ (مگر تیرے صاحب جلال واکرام رب کا وجہ باقی رہے گا) جو کچھ بھی ہے زمین پر فنا ہے۔ اور جو کل شی ہے وہ بھی ہلاک یعنی فانی۔ اِلَّا وَجْهَهٗ مگر وجہ فنا سے مستثنیٰ ہے یعنی وہی صرف باقی رہے گا۔ وَجْهَهٗ یعنی وَجْهُ رَبِّكَ اس کا وجہ، چہرہ۔

ایک شخص امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم لوگ اس کے کیا معنیٰ سمجھتے ہو، تم علم لے کر آئے ہو بصرہ سے۔ یہ بڑا مفتی اعظم تھا بصرہ کا اور جب وہ کبھی کبھی مدینے آتا تھا تو مولا سے مناظرہ کا خیال لے کر آتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے بصرہ والے عالم سے کیا سنا۔ تو اُسنے کہا کہ بصرہ والے عالم نے کہا کہ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ کل شے ہلاک ہو جائے گی۔ مگر اللہ کا مُنہ بچے گا۔ چہرہ بچے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا سب کا سب سارے کا سارا ہلاک بس منہ چہرہ بچے گا......

یعنی پیر بھی اللہ کے ہلاک یا زو بھی اللہ کے ہلاک شکم بھی ہلاک۔ سب ہلاک بس مُنہ ہی مُنہ بچے گا۔ تو تم نے تو اللہ کو ایک بدن، جسم، انسان، آدمی بنا دیا۔ اس نے کہا کہ پھر حضور کیا معنی۔ کہ سب ہلاک صرف مُنہ بچے گا۔ تو آپ نے کہا کہ تم اس مُنہ کو نہ پہچانے۔ تم اس کو نہ سمجھے کہ اللہ نے کہا کہ وُجُوْهُهُمْ۔ وَجْهَهَا۔ اس کا چہرہ۔ وجہ چہرہ کو کہتے ہیں۔ اور اس کو وجہ کیوں کہتے ہیں۔ اس لئے کہ انسان کی پہچان کی وجہ یہی ہے۔ اسی لئے عربی میں اس چہرہ کو کہتے ہیں وَجْهَهَا۔ کیوں وجہہ کہتے ہیں کیونکہ وجہ معرفت یہی ہے۔ اسی سے صاحب وجہ پہچانا جاتا ہے۔ تو خدا تو یہ کہہ رہا ہے

کہ ہر شئے ہلاک ہوگی۔ مگر اللہ کا وجہہ۔ اللہ کا وجہہ کون؟ یعنی جو اللہ کی وجہہ معرفت ہے۔ (صلواۃ)

جس سے خدا پہچانا گیا ہے۔ وہ وجہ۔ جب آپ نے یہ معنی بتائے تو اُس نے کہا۔ کہ یہ معنی تو آپ نے سمجھائے اب تک ہمارے ملا تو وہی سمجھاتے رہے۔ جب ہی وہ پیر جہنم میں پہنچاتے رہے۔ دھڑ جہنم میں پہنچاتے رہے۔ ان کے لئے نہ فنا کا لفظ ہے۔ اور نہ ہلاکت کا لفظ ہے۔ ہلاکت بھی ان کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ کُلُّ شَیٍٔ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سب ہلاک مگر جو وجہ خدا وہ ہلاک نہیں یہ قدرت نے بتایا جب وہ ہلاک نہیں۔ تو پھر کیسے بنے۔ جب سب بنے خلق سے یا ترتیب سے۔ درجات کے لحاظ سے یا امر کُنْ سے (صلواۃ)

تو یا تو دنیا بنی بتدریج جیسے ہم لوگ۔ یا بنی کُنْ فَیَکُوْن (شئے) سے اور کلُ شئے ہلاک تو وہ باتیں کیا ہیں۔ اب میں آئتیں پڑھتا ہوں توجہ فرمائیے گا یہاں تک کہ زمین پر جو ہیں وہ فنا ہوں گے۔ جتنے مادی ہیں۔ کسی مادہ سے بنا ہو جماد ہو حیوان ہو۔ انسان ہو کسی مادہ سے بنا ہو۔ مادہ جس میں ہو سب فنا ہوں گے اور وہاں کُلُّ شَیٍٔ هَالِكٌ ہر شئے ہلاک اور شئی وہ ہے جو کُنْ سے بنی ہو وہ سب ہلاک اب قرآن مجید یہ کہتا ہے۔ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

جب صور پھونکا جائے گا۔ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ۔ تو آسمان والے بھی فنا اور زمین والے بھی فنا۔ سب فنا۔ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ صرف وہ بچیں

گے کہ جو مشیّت اللہ کی ہیں۔ شئے سے شئے نہیں بنے۔ وہ کسی شئے سے نہیں بنے۔ وہ مشیّت سے بنے ہیں۔ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی۔

پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔ پہلے تو زمین و آسمان سب فنا۔ پھر دوبارہ جب صور پھونکا جائے گا۔ (یُنْفَخُ اُخْرٰی)۔ تو اسرافیل بھی ختم جس نے پہلا صور پھونکا تھا۔ دوسری مرتبہ میں اس صور کی آواز سے وہ بھی مر جائے گا۔ تو آپ کو سوچنا پڑے گا۔ کہ جب اسرافیل صور پھونکے گا تو ارض و سما کے ساکن ختم۔ اور صرف وہ رہ گیا۔ اور جب دوبارہ صور پھونکا گیا۔ تو اسرافیل بھی فنا۔ یہ ملک تھا۔ جس نے پہلا صوّر پھونکا۔ تو جب یہ دوبارہ جس نے صور پھونکا وہ کون تھا؟۔ اور جب دوبارہ پھونکا جائے گا۔ تو آواز آئے گی۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ (ترجمہ) آج کس کی بادشاہی ہے۔ پھر جواب آئے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (ترجمہ) آج واحد قہار کی بادشاہی ہے۔ پہلا سوال ہے۔ دوسرا جواب ہے۔ آج کس کی بادشاہی ہے یہ سوال کون کرے گا۔ اور کس سے کرے گا۔ (صلواۃ)

ماننا پڑے گا کہ کچھ ہیں اس سوال کے مخاطب۔ کیونکہ اگر مخاطب کوئی نہیں سب فنا تو پھر کہا کس سے کہ آج بادشاہی کس کی ہے۔ جب سننے والا کوئی نہیں، تو ماننا پڑے گا۔ کہ کوئی ہے مخاطب جس سے کہا۔ اور وہ جواب میں کہے گا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ اگر یہ خدا جواب دیتا تو یہ کبھی نہیں کہہ سکتا۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ کیوں؟۔ کیونکہ وہ خود ہے یہ جواب دینے والا اگر وہ کہہ دے اللہ کی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کے علاوہ کوئی اللہ ہے۔ جس کی یہ بادشاہی بتا رہا ہے۔ اگر خود بتا رہا ہے

تو کہے گا۔ آج میری بادشاہی ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ یہ جواب بھی خدا کا نہیں جس سے سوال کیا ہے۔ یہ اس کا جواب ہے۔ نہ کہ خدا کا۔ خدا سے نہ کوئی چیز درآمد ہوتی ہے۔ نہ برآمد۔ نہ خارج۔ نہ داخل۔ تو یہ آواز کہاں سے نکلی۔ دنیا تو فنا ہو گئی پھر کہاں سے آواز نکلی۔ وہ غیر خدا ہوا۔ کیوں کہ خدا سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی۔ تو کوئی غیر خدا ہے۔ کہ جس کے ذریعے یہ آواز آئی کہ "آج کس کی بادشاہی ہے" تو ایک متکلم ماننا پڑے گا۔ جو کہہ رہا ہے۔ کہ آج کس کی بادشاہی ہے۔ اور ایک مخاطب ماننا پڑے گا۔ جو کہتا ہے۔ آج الواحد القہار کی بادشاہی ہے۔ تو دو ماننے پڑیں گے۔ ایک متکلم اور ایک مخاطب۔ (صلواۃ)

اللہ کے سوا یہ دو ماننے پڑیں گے۔ ایک متکلم جو کہہ رہا ہے "آج کس کی بادشاہی ہے" جواب میں مخاطب کہتا ہے۔ کہ "آج اللہ واحد القہار کی بادشاہی ہے"۔ تو دو ہو گئے۔ پھر ان دونوں کو وحی ہوگی۔ وحی میں کیا ہوگا؟ پڑھو قرآن اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ (ترجمہ) تم دونوں ڈال دو ہر منکر دشمن کو جہنم میں اَلْقِيَا تثنیہ ہے یعنی تم دونوں اس کا واحد اَلْقِ ہے۔ یعنی تو ایک ڈال دے اَلْقُوْا جمع ہے۔ یعنی تم سب ڈال دو مثلاً اَلْقِهَا اے موسیٰ ڈال دے۔ اپنی یہ عصا جو ہاتھ میں ہے (ڈال دے) اَلْقِ۔ ایک کے لئے ہے۔ کسی چیز کو ڈال دینا۔ اور اَلْقِيَا اسکے لئے دو کی ضرورت ہے۔ یعنی تم دونوں ڈال دو اَلْقُوْا۔ تم سب ڈال دو۔ تو یہاں پر ایک وحی ہوئی ہے۔ کہ تم دونوں ڈال دو۔ اَلْقِيَا۔ تم دونوں۔ ایک متکلم ایک مخاطب۔ تم دونوں ڈال دو۔ کس کو اور کہاں تم دونوں ڈال دو؟ فِي جَهَنَّمَ۔ جہنم میں کس کو؟ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ہر منکر کو جو عناد رکھتا تھا۔ یعنی جس نے بھی تمہارا انکار کیا ہے

اور تم سے عناد رکھا ہے۔ تم دونوں ایسے منکروں کو اور دشمنوں کو جہنم میں ڈال دو۔ جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔ یا تم سے جنہوں نے عناد رکھا ہے۔ آپ ڈالو۔ تمہیں حق حاصل ہے تم ہو جنہیں فنا نہیں۔ تم تو وجہ ہو۔ باقی ہو۔ فنا ہونے والے فنا ہو گئے۔ تو اب شبیر اک بات کہتا ہے۔ یہ ہستیاں بقا کے لئے ہیں۔ کیونکہ ارادہ سے بنے ہیں۔ مشیت سے بنے ہیں۔ مشیت بھی فنا نہیں ارادہ بھی فنا نہیں۔ اور باقی چیزیں فانی ہو جائیں گی۔ تو اب خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ جو ارادہ سے بنے وہ اور ہم جو شئے سے بتدریج بنے۔ وہ کتنا نادان ہے۔ اور کتنا نااہل ہے۔ جو فنا اور بقا کو ایک جیسا سمجھ رہا ہے۔ (صلواۃ)

میں کس طرف آپ کو لے گیا۔ کس رخ پر۔ میں تو قدر کے معنی بتا رہا تھا۔ کہ یہ حضرات اول بنے۔ اور ارادے سے بنے کسی شئے سے نہیں بنے۔ جب شئے تھی ہی نہیں۔ اور یہی تو سوال کیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری اور حضرت حذیفہ بن یمانی نے ان دونوں حضرات کا ذکر آئے گا آخری مجلس میں اور آخری مجلس میں وہ مضمون پیش کروں گا جس کا ارادہ کیا تھا۔ اور بارش نے وہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔ تو انشاء اللہ پانچویں مجلس اسی موضوع پر ہوگی۔ اور اس میں یہ بتاؤں گا انشاء اللہ کہ ہمارے بدن کن چیزوں سے بنے۔ اور ان کے بدن کن چیزوں سے بنے۔ ہمارے بھی دو بدن ہیں۔ ان کے بھی دو بدن ہیں اور فرشتوں کے بھی دو بدن ہیں۔ اس کے ثبوت اور مثالیں، آیت و حدیث و دلائل پیش کروں گا پانچویں مجلس میں۔ تو آج اگر قدر کے معنی بیان کر لوں تو اسی قدر کافی ہے۔ (صلواۃ)

اب میں قدر کے معنی بتا دوں گا۔ اور جب آپ کے سمجھ میں معنی آجائیں تو مجھے اردو میں اس لفظ کے معنی بتائیے گا تاکہ میں آئندہ اسی لفظ سے قدر کا ترجمہ

کیا کروں ۔ قدر کے معنی سمجھ لیں کہ اللہ جس چیز کو بناتا ہے ۔ بنانے سے پہلے اسکی غرض معین کرتا ہے ۔ یہ آئمہ نہ ہوتے تو ہم کہاں سے سبق سیکھتے ۔ اس وقت میرے دل میں جوش آرہا ہے ۔ علامہ مجلسی کا وہ فقرہ دوہرانا چاہتا ہوں ۔ علامہ مجلسی بیساختہ کہتے ہیں ۔ کہ یہ ہیں ہمارے امام لاؤ ایسے امام ۔ تو میں وہی لفظ ادا کر رہا ہوں جو انہوں نے فرمایا ۔ فرماتے ہیں کہ ہر شے جس چیز کو خدا نے پیدا کیا ، پیدا کرنے سے پہلے اس نے اس چیز کے پیدا کرنے کی غرض معین کی یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس کو بڑے بڑے حکماء اور مشائین و اشراقین متکلمین و صدفیین حل نہ کر سکے ۔ اس کو حل آئمہ نے کیا ۔ اور بیان کیا محقق طوسی نے اور علامہ حلی نے ۔ اور تفصیلات علامہ مجلسی نے ۔ اور میں نے یہ سب کچھ دیکھ لیا ۔ میرے سامنے ایک روشنی ہی روشنی ہے ۔

خداوند تعالیٰ کسی چیز کو بنا کر جب بن جائے تو یہ نہیں سوچتا کہ میں نے یہ کیوں بنائی تھی ۔ اس سے کیا فائدہ ۔ یہ سکھوں کا خیال ہے ۔ پہلے کام کر لیا ۔ جب کر لیا تو سوچا کہ میں نے یہ کیوں کیا تھا ۔ اللہ ایسا نہیں ہے ۔ مسلمانوں کا اللہ ۔ میں دونوں بھائیوں سے عرض کر رہا ہوں ۔ اس مسئلہ کو سمجھ کر جاؤ اور آئندہ سے کسی کے دھوکہ میں نہ آنا ۔ خداوند تعالیٰ جب کسی چیز کو بناتا ہے ۔ تو بنانے سے پہلے اس کی غرض معین کرتا ہے کہ کیوں بنا رہا ہوں ۔ جب غرض مقرر ہو کہ کیوں بنا رہا ہوں ۔ غرض اکی خلقت کی مقرر مثلاً میں نے پانی کو کیوں بنایا ۔ بنانے سے پہلے اس کی غرض مقرر ۔ کیونکہ جو کام بغیر مقصد ہو وہ نااہلی نافہمی بلکہ بے عقلی کی دلیل ہے ۔ کام ہو رہا ہے ۔ مگر پتہ نہیں کیوں ہو رہا ہے ۔ آدمی کام کئے جا رہا ہے مگر کسی کو یہ پتہ نہیں کہ کیوں ہو

رہا ہے ۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خالق العقل کوئی کام کرے اور وہ بے مقصد ہو ۔ یا فضول ہو ۔ آیت پڑھ دوں ۔ مَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا ۔ (ترجمہ) ہم نے تمہیں عبث نہیں بنایا فضول نہیں بنایا ، بے مقصد نہیں بنایا ۔ کوئی مقصد ہے تمہارے بنانے کا ۔ تو جو کوئی فاتر العقل ہوگا ۔ وہ بے مقصد کام کرے گا ۔ لیکن خدا ؟ اس کا کوئی کام بغیر مقصد نہیں ہوتا ۔ اگر چہ آپ کی عقل اس کی حکمتوں کو اس کی مصلحتوں کو نہ سمجھ سکے یہ اور بات ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے کام کیا بے مقصد ، فضول کام ۔ تو اب جس کام کو بنائے گا اس کی غرض کو ملحوظ رکھ کر بنائے گا ۔ اور جب بنانے لگے گا ۔ اور غرض ملحوظ تو اب اس کے بنانے میں وہ وہ صلاحتیں ، پیدائش میں وہ وہ قابلیتیں دے گا کہ غرض پیدائش حاصل ہو سکے (صلواۃ)

اب تم اس کو مانو گے کہ خدا جس چیز کو بناتا ہے ۔ کسی مقصد و غرض کے لئے بناتا ہے ۔ اور غرض پہلے معین کرتا ہے ۔ اور جب معین کر چکا ہے ۔ تو اب اس شے کو بناتا ہے تو بنانے کے ساتھ اس کی خلقت میں ، قابلیتیں اور صلاحیتیں پیدا کرتا ہے ۔ اس غرض کے حصول کے لئے جس کے لئے بنایا ۔ اسی لئے تو اللہ کے بنائے ہوئے میں عیب نہیں ۔ اور جس لئے خدا کہتا ہے ۔ کہ ہم نے جس کو بنایا ہے ۔ قدر کے ساتھ بنایا ہے ۔ یعنی جس غرض کے لئے بنایا ہے ۔ اس غرض کی قابلیتیں دے کر بنایا ہے ۔ تو اب خدا کا بنایا ہوا قابلیتیں لے کر آیا ہے اپنی خلقت میں ۔ تو خدا جس کو بناتا ہے بقدر بناتا ہے ۔ خدا اپنی ذمہ داری لیتا ہے ۔ تمہاری نہیں ، کہ جس کو تم بناؤ وہ بھی بقدر ہو ۔ خدا کا ارشاد ہے کہ ہم اپنے بنائے ہوئے کیلئے کہہ رہے ہیں ۔ کہ وہ بقدر ہو گا ۔ جس کو جس کام کیلئے بنایا ہے اس کی قابلیتیں دے کر بنایا ہے تم نے بنایا دیا اور

بنا کے دکھا دیا۔ لیکن جس کام کے لئے بنایا اور جس کام کے لئے دکھایا اگر وہ اس کو
پورا نہ کر سکے اور خود جائے لوگوں کے پاس تو؟ خدا نے جس کو بنایا تھا۔ اور دکھایا
تھا ہدایت کے لئے جو اصلاح کیلئے باغ میں جا رہا ہے۔ اور آ گیا ایک مرد کہ یہ مسئلہ
حل کر دو مشکل آ پڑی ہے۔ وہ مسئلہ حل کرتا ہے۔ تو یہ کہتا ہے۔ کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں
ہلاک ہو جاتا۔ اب کہیئے کہ یہ بقدر بیٹھا تھا۔ یا وہ جو مسئلے بتا رہا ہے۔ اور جب یہ بقدر
نہیں ہے۔ اور ثابت ہو گیا کہ قدر کے ساتھ نہیں بٹھایا گیا تو مان لیجئے کہ اللہ نے نہیں بٹھایا
ورنہ بقدر رہوتا

یہ تو آپ کی بات تھی۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو بھی بنایا۔ دیکھئے جلد سے جلد
آپ کو مصائب کی طرف لے آیا۔ پانچ بجے میں نے مجلس شروع کی تھی۔ اگر کچھ دیر اور موقع
مجھے مل جائے تو سوا گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ ہو جائے۔ ہمارے بھائی مہربان علی صاحب مہربانی
کر دیں۔ اگر میں کچھ پہلے بیٹھ جاؤں اور آج اعلان کر دیں تاکہ مجھے کچھ اور موقع مل سکے۔ ایک گھنٹہ
میں کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک مرتبہ ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ حضرت عباس علیہ السلام
کو خدا نے بنایا تھا۔ غرض معین کر کے بنایا تھا۔ کہ تم کیوں بنائے جا رہے ہو۔ اے
عباس؟ اور اُن کے باپ علیؑ کو کہہ دیا۔ کہ جاؤ فلاں خاندان میں اُم البنین کے لئے
اپنے بھائی عقیل کے ذریعے پیغام بھیجو۔ عقیل انساب عرب سے واقف ہیں،
ان کے ذریعہ پیغام بھیجو۔ کیونکہ ان کے ذریعہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ فرزند نرینہ۔ نام
اس کا عباس ہوگا۔ یہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ بچہ پیدا ہو۔ اس سے کیا کام لینگے۔ انشاءاللہ
کل یا پرسوں کسی دن بتاؤں گا۔ یہ علی نے بھی بتایا۔ اور خاتونِ جنت نے بھی بتایا
کس طرح؟ بی بی نے آخری وقت علی کو سامنے بٹھا کر کہا۔ اے ابوالحسن میں

تمہارے گھر میں اتنی مدت رہی اگر مجھ سے کوئی خطا ہو گئی ہو تو اس کو معاف کرنا۔ کیونکہ
میں اب بابا کے پاس جا رہی ہوں مجھے بابا نے بلا لیا ہے۔ تو آپ روئے ڈھاڑیں مار
مار کے روئے، چیخیں مار مار کے روئے اور کہا کہ نبی زادی جب سے تم میرے گھر میں
آئی ہو تکلیفیں اٹھائی ہیں، بچوں کی پرورش میں کیا کیا مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ تم نے چکیاں پیسی
ہیں۔ اس کے بعد بی بی نے کہا کہ آپ میرے بعد ضرور شادی کیجئے گا۔ میں خود کہہ رہی
ہوں ضرور شادی کیجئے گا۔ میرے بابا نے مجھے بتایا صحیفۂ فاطمہ میں قیامت تک کیلئے سب
کچھ لکھی ہوئی ہیں۔ مجھے بتایا ہے کہ ایک بچہ ام البنین سے پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام عباس ہوگا۔
اے ابوالحسن تم ام البنین ہی سے شادی کرنا وہ ہم سے بہت زیادہ محبت رکھتی ہے
میرے بچوں کو گود میں اٹھا کر پیار کرتی ہے۔ تم اس سے ضرور شادی کرنا۔ خدا اس کو
بیٹا عطا کرے گا۔ نام عباس ہوگا۔ اور وہ میرے بیٹے حسین کی مدد کے لئے پیدا کیا جائیگا
کہ مقصد حسین میں مددگار ہوگا۔ جب ام البنین سے شادی ہوئی۔ اور ام البنین کی ڈولی
دروازے تک پہنچی تو حسب وصیّت دونوں شہزادیاں زینب و ام کلثوم دروازے
پر کھڑی ہوئیں۔ صحن میں بی بی ام البنین اتریں۔ شہزادیوں نے مسند بچھا دی تھی گاؤ تکیے
لگائے تھے۔ اشارہ کیا۔ امی جان آئیے۔ آپ یہاں بیٹھئے۔ اسی جگہ ہماری ماں بیٹھا
کرتی تھی۔ یہ دیکھ کر ام البنین کی ایک چیخ نکل گئی اور کہا کہ میں اور سیدہ کی جگہ بیٹھوں
میں تو تمہاری خدمت کے لئے آئی ہوں۔

یہ غرض تھی۔ خدا نے ان کو پیدا کرنے سے پہلے جس غرض کے لئے بنایا۔ وہ
غرض نہیں بتائی گئی۔ اسی طرح حضرت زین العابدین بھی غرض معین کے لئے بنے۔
یہ غرض ان کے ذریعہ پوری ہوگی۔ آپ گھبرائیے نہیں تو دو چار لفظ پیش کر دوں۔ کچھ

وقت دس پانچ منٹ زیادہ لگ جائے گا۔ جب حسین سے خدا نے وعدہ لیا (یہ واقعہ کربلا ناگہانی طور نہیں ہو گیا۔ یہ واقعہ کربلا مقرر کیا گیا تھا۔ کہ یہ یہ ہو گا۔ اس طرح گھر چھوڑنا پڑے گا۔ یہ یہ تمہارے ساتھی ہوں گے۔ ایک ایک چیز مقرر) جب اللہ نے وعدہ لیا تو آسمان والوں نے انکار کیا کہ یہ امتحان ہم نہیں دے سکتے۔ شہادتِ عظمیٰ ہمارے بس کا نہیں اہل جبال نے انکار کیا۔ اہل ارض نے انکار کیا سب نے انکار کر دیا۔ تو عالم ارواح میں کل ارواح موجود تھے۔ کل ابنیاء کل اوصیاء کل ملائکہ موجود جب آواز آئی کون اس بار کو اٹھائے گا تو آسمان والے انکار کر گئے زمین والے انکار کر گئے تو سب نے دیکھا کہ ایک روح کھڑی ہوئی۔ جب کھڑی ہو گئی تو ماں نے دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ نانا نے دعا کی، بابا نے دعا کی حسین کی روح کھڑی ہو گئی۔ میں دونگا یہ امتحان۔ یہ پروگرام بنایا گیا۔ یہ بھی مجالس میں آئے گا۔ کہ کیوں بنایا گیا یہ پروگرام آج اتنا سُن لیجئے کہ جب یہ مقرر ہو چکا کہ یہ ہو گا۔ یہ امتحان یوں ہو گا۔ حسین تم تیار ہو جب وعدہ کر لیا حسین نے تو ایک ایک چیز بتائی گئی امتحان کی۔ کہا گھر چھوڑنا پڑے گا۔ نانا کی قبر کی جدائی۔ کہا منظور ہے۔ ماں کی قبر چھوڑنا پڑے گی۔ کہا خدایا منظور ہے جنگلوں کا سفر کرنا پڑے گا۔ کہا منظور ہے۔ اور تمہارے دوست تمہارے سامنے قتل ہوں گے۔ کہا منظور ہے۔ تمہارے بھانجے بھتیجوں کی لاشیں تمہارے سامنے تڑپیں گی۔ کہا منظور ہے۔ ایک بیٹا علی اکبر ہو گا۔ سینے پر نیزہ لگے گا۔ ٹوٹا ہوا نیزہ نکالنا پڑے گا۔ کہا میرے مالک منظور ہے۔ بھائی برابر کا ہو گا۔ شانے کاٹے جائیں گے۔ کہا منظور ہے۔ ایک چھوٹے بچے کو ہاتھوں پر لے جانا پڑے گا۔ اور جب تیر لگے گا اور وہ ہاتھوں پر تڑپے گا۔ تو تیر خود نکالنا پڑے گا۔ اور اس کا خون اپنی ڈاڑھی پر ملنا

پڑے گا۔ تو کہا سب منظور ہے۔ ہر طرف سے مرحبا۔ مرحبا۔ حسین فاطمہ کے لال مرحبا آفرین۔ مرحبا۔

ایک مرتبہ آواز آئی حسین! تم نے یہ سب کچھ منظور کر لیا۔ اب دو باتیں اور رہ گئیں وہ بھی سن لو تمہاری دو بہنیں ہوں گی۔ ایک کا نام زینب ہو گا۔ ایک کا نام ام کلثوم ہو گا ان دونوں کے رسیّوں میں ہاتھ بندھے ہوئے بازاروں میں جانا ہو گا۔ جب یہ کہا تو حسین نے سر جھکا لیا۔ اب کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلا۔ نہ منظور نہ نا منظور۔ حسین خاموش تو عالم ارواح میں جو ہونے والی دنیا ہے اور ممکنات کل دیکھ رہے ہیں۔ اور حسین خاموش ہو گئے سب حیران۔ اتنے میں ان روحوں میں سے ایک روح بلند ہو گئی۔ اور کہا بابا منظور کر لو۔ یہ زین العابدین کی روح تھی۔ بابا بی بیوں کو میں لے جاؤں گا۔ بابا میں لے جاؤں گا۔ منظور کر لو۔ میرے مولا زین العابدین ۳۵ سال روئے اپنے باپ کو جب بھی کھانا اور پانی سامنے رکھا جاتا تھا۔ دیکھتے ہی کہتے تھے بابا ہائے میرا بابا ہائے میرا بابا۔

ایک مرتبہ خراسان کا ایک شخص آپ کا شیعہ پہنچا۔ آپ کے شیعہ نے یہ کہا کہ مولا آپ بہت رو چکے اب کہاں تک روئیے گا۔ اتنی عمر گذر گئی روتے روتے اب کب تک روئیے گا۔ تو امام نے کیا کہا۔ اے مومن۔ اے ہمارے شیعہ تو نے میرے حق میں انصاف نہیں کیا۔ ارے یوسف ایک یعقوب سے جدا ہوئے اور یوسف زندہ بھی تھے۔ کتنا روئے آنکھیں سفید ہو گئیں روتے روتے۔ ان کا تو ایک یوسف جدا ہوا۔ میرے تو اٹھارہ یوسف مارے گئے۔ خاک پر تڑپتے رہے۔ گھوڑوں سے پامال ہو گئے،

بے گور و کفن پڑے رہے۔ تو میں نہ روؤں۔ یہ کہہ کر چیخ ماری اور گر پڑے زمین پر پھر کسی نے نہیں کہا کہ مولا اب نہ رو دیئے۔

ایک مرتبہ آپ کو بازار سے گزار کر لے گئے۔ کھانے کی دعوت تھی آپ انکار کر رہے تھے۔ مگر وہ لے گئے اُدھر بازار میں داخل ہوئے۔ اور وہ بازار سامنے نظر آیا چیخ ماری بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اٹھا کر گھر پر لائے۔ اور جب گھر پر لائے اور ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ مولا کیا ہوا۔ آپ گر کیوں گئے اور بے ہوش کیوں ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب میں نے بازار دیکھا تو مجھے شام کا بازار یاد آگیا۔ ہائے میری ماں بہنیں۔ میرے مولا سے جب کبھی پوچھا جاتا تھا کہ مولا سب سے زیادہ تکلیف، سب سے زیادہ دکھ اور مصیبت کہاں پہنچی تو آپ تین مرتبہ فرمایا کرتے تھے۔ شام، شام، شام یہ کبھی نہیں کہا کہ جب علی اکبر گرے گھوڑے سے یہ کبھی نہیں کہا کہ جب میرے بابا پر خنجر چلایا گیا۔ یہ کبھی نہیں کہا کہ جب عباس چچا کے شانے کاٹے گئے۔ بلکہ آپ نے کہا کہ سب سے زیادہ مصیبت۔ الشام، الشام، الشام۔ کہ دربار عام اور اہلبیت کرام اور بی بیوں کے ہاتھ بندھے ہوئے اور سب سے بڑا دکھ یہی ہے۔ کوفہ و شام کے واقعات اتنے ہیں۔ جو بیان سے باہر ہیں۔ دل پھٹ جائے انسان کا اگر ان واقعات کو بیان کرے میرے مولا نے یہی تو کہا ہے۔ امام زین العابدین نے جب یزید دیکھنے لگا الحرام کو تمام قیدی بی بیوں کی طرف نظر ڈالی تو آپ نے یزید سے کہا۔ یزید تجھے شرم نہیں آتی یہ کس کو دیکھ رہا ہے۔ تجھے نہیں معلوم کہ مخدرات عصمت و طہارت آل رسُول ہیں۔ تو ان بی بیوں پر نظر ڈال رہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ تم ہمیں رد کرتے ہو لاؤ جلاد کو بلاؤ قتل کر دو جب یہ کہا کہ قتل کر دو۔ تو جناب نے کہا اے یزید اَ تُھَدِّدُنِی بِالمَوتِ

اَلقَتلُ لَنَا عَادَۃٌ وَکَرَامَتُنَا شَھَادَۃٌ (ترجمہ) تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ قتل ہونا تو ہماری عادت ہے۔ اور شہید ہونا ہماری کرامت ہے۔ مگر ایک بات کر اتنا کر کہ ایک ہاشمی مرد بلا دے۔ اس نے کہا کیا کرو گے ہاشمی مرد کو۔ تو آپ نے اشارہ کیا کہ ان بی بیوں کو اس کے حوالے کروں گا کہ یہ رسُول کی امانت ہیں۔ اُنہیں نانا کے روضے پر پہنچا دے۔ اُنہیں مدینے پہنچا دے۔ جب یہ لفظ کہے تو بی بی زینب جو اسیر عورتوں کے بیچ میں بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے حلقے کو توڑا اور نکلیں حلقے کے باہر۔ اور آکر زین العابدین سے لپٹ گئیں اور کہا یزید اِن تَقتُلُہٗ فَاقتُلنِی مَعَہٗ (ترجمہ) اگر تو میرے اس بچے کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ ساتھ قتل کر دے۔ اس نے پوچھا شمر یہ کون ہے۔ شمر نے کہا کہ نہیں پہنچانتا یہی تو حسین کی بہن ہے۔ اسی کا نام تو زینب ہے۔ یزید کہتا ہے کہ بھائی کی اولاد سے اتنی محبت کہ خود قتل ہونے کو کہتی ہے۔ شمر نے کہا تجھے کیا معلوم یزید ہم جانتے ہیں۔ ہم سے پوچھ کہ کتنی محبت ہے۔ لے یزید جب ساری لاشیں، اور وداع ہونے والی بی بیاں اپنی اپنی لاش سے وداع ہو تھیں۔ یہ اپنے بھائی کے لاشے سے لپٹی رہی اور اس کے دو بچوں کی لاشیں الگ پڑی رہیں۔ یہ اپنے بچوں کی لاشوں سے وداع ہو کر نہیں آئی۔

جب یہ گفتگو کی تو فوراً اس نے کہا کہ اچھا اس بی بی کو ہٹاؤ تو ایک عورت جس کے سر کے بال سفید تھے۔ اٹھی اور آکر کہا کہ اے یزید تیری کیا مجال کہ میری شہزادی کو تو ہٹائے۔ کس کی مجال ہے۔ جب یہ لفظ کہے۔ تو پھر پوچھتا ہے یزید۔ یہ کون بی بی ہے بوڑھی۔ تو اس نے کہا کہ نہیں پہچانتے۔ یہی تو فضہ ہے۔ ان کے گھر کی کنیز ہے۔ ان کے ساتھ رہی ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا یہ حبش کی رہنے والی ہے۔ حبشہ ہے قبل

کرو اس کو۔ جب اس نے یہ کہا۔ تو فضہ نے اپنی قوم وقبیلہ کے فوجی سرداروں کو دیکھا جو دربار میں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ اُدھر رخ کیا اور آواز دی او قبیلے والو۔ تمہاری حمیت کیا ہوئی۔ تمہاری غیرت کیا ہوئی۔ تم بھی حبشی میں حبشی کی تمہارے قبیلہ کی۔ تم فوج کے سردار آج تمہارے سامنے مجھے قتل کیا جائے اور غیر محرم اجنبی مجھے قتل کریں۔ اور تم دیکھ رہے ہو۔ یہ کہنا تھا فضہ کا کہ چار سو تلواریں نکل آئیں۔ اور کہا کہ یزید روک دے جلاد کو۔ فضہ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ یہ ہمارے قبیلے کی ہے۔ تو فضہ بچ گئی۔ زینب نے جو دیکھا تو مدینے کی طرف رخ کیا۔ نانا ہائے نانا ہمارا کوئی بچانے والا نہیں ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ

یقیناً ہم نے ہر شی کو بالتحقیق خلق کیا ہے قدر کے ساتھ۔

ارشاد رب العزت ہے پارہ ۲۷۔ سورہ قمر۔ یہ مختصر سی آیت ہے۔ بیشک خلق کیا ہم ہی نے کل شے کو ساتھ قدر کے۔ وہ کل چیزیں کہ جن کو ہم نے بنایا، قدر کے ساتھ بنایا۔ یہ لفظ بھی قابل توجہ ہے۔ خَلَقْنٰہُ۔ خلق کیا ہم نے اس کو کہ ھُوَ کی ضمیر ھُوَ کُلَّ شَیْءٍ یعنی وہ کل شے کہ جس کو ہم نے خلق کیا۔ ہر وہ شے کہ جس کو ہم نے بنایا۔ بِقَدَرٍ۔ بنایا قدر کے ساتھ بنایا۔ یعنی عربی قانون کے لحاظ سے یہ عبارت کچھ بتاتی ہے اور وہ خصوصیت کے ساتھ یہ لفظ ہے۔ کہ جن کو ہم نے بنایا خَلَقْنٰہُ وہ چیزیں کہ جن کو ہم نے بنایا ہے قدر کے ساتھ بنایا ہے جن کو ہم نے خلق کیا ہے۔ قدر کے ساتھ خلق کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلق کرنے والے اور بھی ہیں۔

توجہ رکھیئے گا۔ لفظ یہ بتا رہے ہیں۔ کہ وہ کلّ شے کہ جن کو خَلَقْنٰہُ۔ کہ جن کو ہم نے خلق کیا ہے۔ بِقَدَرٍ خلق کیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں۔ کہ جن کو خدا نے خلق نہیں کیا۔ اس کے خالق کچھ اور ہیں۔ ان کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتا۔ صرف ان کی ذمہ داری لیتا ہے کہ جن کو ہم نے بنایا ہے۔ بِقَدَرٍ قدر کے

ساتھ جن کو ہم نے بنایا ہے۔ اور یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ یہ اشارہ کرتی ہے اس ایک آیت کی طرف جسمیں خدا نے اپنی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۔

برکت والا ہے وہ خدا جس کی شان کیا ہے۔ احسن الخالقین۔ خلق کرنے والوں میں وہ سب سے بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خالقین اور بھی ہیں۔ اور وہ احسن الخالقین ہے۔ امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ آیت احسن الخالقین اعلان ہے کہ کچھ مخلوق بھی خالق ہیں۔ یہ ہمارے آٹھویں امام کا بیان ہے۔ اور یہ مضمون قرآن مجید میں کئی جگہ ہے۔ اگر موقع ملا تو اسکی وضاحت کروں گا۔ آج تو میں دوسری بنیاد اپنے بیان کی قائم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اللہ نے جس چیز کو بنایا قدر کے ساتھ۔ اور میں نے کل عرض کیا تھا۔ کہ پہلے خدا معیّن فرماتا ہے غرض تخلیق کو یعنی بنانے سے پہلے جس چیز کو خدا بنانا چاہتا ہے اس کے بنانے کی غرض و غایت مقصد و مطلب معین کرتا ہے پہلے اس چیز کو ہم اپنے مذہب کا ایک خصوصی امتیاز سمجھتے ہیں۔ دوسرے مذاہب اس سے خالی نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان کی نکتہ چینی ہے ہمارے اس عقیدہ پر کہ خدا کے افعال معلل بالاغراض ہوتے ہیں۔ یعنی خدا جو کام کرتا ہے اس کی علت اور کوئی غرض ضرور ہوتی ہے۔ وہ غرض اور مقصد سے وابستہ ہوتے ہیں۔ بغیر غرض خدا کسی فعل کو انجام نہیں دیتا۔ اس کے ہر فعل کا صدور موقوف ہے کسی نہ کسی غرض پر۔ کیونکہ بلا غرض بلا مقصد کسی فعل کا صدور جنون ہے۔ یہ کیونکہ کہ فعل صادر ہو اور اغراض نہ ہوں اگر مقصد نہ ہو تو یہ بے عقلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل کی خواہ خلق ہو، رزق ہو، نعمت

ہو، کرم ہو، برکت ہو، رحمت ہو، جو فعل بھی اس کا ہوگا اس کی کوئی غرض ضرور ہوگی۔ عبث نہیں ہوگا۔ یعنی فضول نہیں ہوگا۔

علمائے متکلمین نے خدا کو مستغنی عن الغرض سمجھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اللہ کے لئے کوئی غرض مقرر نہیں کی جا سکتی۔ یہ لوگ ہمارے مذہب کے علاوہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ کے لئے کوئی وہ جو فعل کرے، وہ جو چاہے کرے۔ اس کے لئے غرض معین نہیں کی جا سکتی کیونکہ وہ مستغنی عن الغرض ہے۔ وہ ہر غرض سے مستغنی ہے۔

اسکا جواب محقق طوسی خواجہ نصیر الدین علیہ الرحمتہ نے تجرید میں اور اس کی شرح علامہ حلّی نے شرح تجرید العقائد میں دو لفظوں میں دیا ہے۔ اور یوں بتایا ہے۔ افسوس! بغیر غرض کے کسی فعل کا صدور عقلاً تم قبیح مانتے ہو کہ بغیر مقصد کوئی فعل ہو۔ تو وہ خلاف عقل ہے یعنی وہ انسان کی عقل کے خلاف ہے۔ ہر عقل تسلیم کرتی ہے کہ وہ فعل مجنونانہ ہے جس کی غرض کوئی نہیں مقصد کوئی نہیں۔ اور تمہیں جو شبہ ہوا کہ اللہ کے افعال کے لئے اگر غرض معین کی جائے گی تو اللہ کا استغنا کیوں کر ثابت ہوگا۔ کہ وہ مستغنی ہے۔ غرضیکہ ان دونوں بزرگوں نے جن کا نام لیا ہے ایک لفظ میں جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں (والعرض ہماری روحیں ان پر قربان کہ جو بیان ہے ان آقاؤں کے کہ جن کے بیان سے ان بزرگوں نے لیا ہے) وَالْغَرَضُ عَائِدٌ اِلَيْنَا لَا اِلَيْهِ (ترجمہ) وہ جو غرض ہوتی ہے۔ کس فعل کی وہ ہماری طرف عود کرتی ہے۔ اسکی طرف عود نہیں کرتی ہے (کیونکہ) اُسے غرض نہیں ہے۔ ہمیں غرض ہے (صلواتہ) کیا جواب دیا ہے۔ دو لفظوں میں خواجہ نصیر الدین طوسی علیہ الرحمتہ نے جس کی شرح علامہ حلّی نے فرمائی ہے کہ خدا کی ذات مستغنی ہے۔ اپنی ذات کے لحاظ سے اسے

کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ لیکن جس کائنات کو پیدا کیا اس کائنات کو ضرورت ہے۔ تو اس
کائنات کی ضرورت و احتیاج کی وجہ سے اس کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ بغیر غرض
نہیں۔ غرض ہم سے متعلق ہے۔ ضرورت ہمیں ہے۔ اس کی ذات کو نہیں۔ مگر یہ تسلیم کرنا
پڑے گا کہ خدا کوئی فعل عبث نہیں کرتا، فضول نہیں کرتا، اور جب فضول نہیں کرتا تو
سبب اور غرض اور مقصد ماننا پڑے گا۔ کیونکہ بغیر کسی غرض کے کوئی فعل صادر ہو
تو وہ قبیح ہے۔

توجہ رکھیئے گا۔ کسی فعل کا ثبوت بغیر مقصد قبیح ہے۔ قبیح کے کیا معنی؟ بُرا۔
تو قبیح کیوں کہتے ہیں؟ ایک اس کے مقابلے میں حَسَن ہے۔ یعنی اچھا۔ قبیح، بُرا
اچھائی اور برائی یہ دو چیزیں ہر ایک چیز میں ہیں۔ دنیا اس سے خالی نہیں۔ اچھائی یا
برائی۔ یقیناً ہوگی۔ اچھا یا بُرا ہونا لازمی ہے۔ حسن کو اچھا اور قبیح کو بُرا کہتے
ہیں۔ اور وہ چیز حَسَن یا قبیح کہلاتی ہے جس میں اچھائی یا برائی ہو۔ خدا میں
کوئی برائی نہیں ہے (صلوات)

اس کی ذات واحد و یکتا کی شان میں کوئی برائی کی چیز منسوب نہیں کرسکتا۔ تو جس
نے فعلِ قبیح کیا۔ یعنی بُرا فعل کیا اور وہ بُرا فعل کیا ہوتا ہے؟ بغیر مقصد کے فضول
جس کے لئے کل آیتیں پڑھ چکا ہوں۔

خداوند عالم کوئی فعل عبث نہیں کرتا، فضول نہیں کرتا۔ اور فعل عبث ہے قبیح
قبیح کے معنی کیا؟ قبیح اس چیز کو کہتے ہیں کہ مَا یُذَمُّ عِنْدَ الْعُقَلَاءِ عقل فطری رکھنے
والے۔ جس کو مذموم کہیں، جس کی مذمت کریں۔ اس کو کہتے ہیں قبیح۔ اور جس کی مدح
کریں اس کو کہتے ہیں۔ حَسَن۔ بر قبیح۔ وہ حَسَن اور عقل فطری سے کیا مراد ؟

حجت باطنی۔ (توجہ!) حجت باطنی کہ جو شریعت سے پہلے دی گئی۔ شریعت بعد
میں آئی۔ ہمارے آئمہ نے بتایا ہے اَلْعَقْلُ حُجَّۃٌ (ترجمہ)
حجت باطنی عقل ہے۔ اللہ کی طرف سے آپ کو یہ حجت دی گئی باطن میں کہ آپ کی
عقل آپ کی رہنمائی کرے۔ یہ حجت ہے اللہ کی طرف سے اسکی وضاحت کیلئے
اس حجتِ باطنی کی مدد کے لئے۔ اس حجت باطنی کو پائیدار کرنے کے لئے، نصرت
کرنے کیلئے۔ نبی اور امام آئے۔ نبی اور امام عقل کے خلاف بتانے نہیں آئے (صلوات)
وہ تو عقل کے تقاضوں کی مدد کے لئے، نصرت کیلئے آئے کہ عقل کے تقاضوں کو کس
طرح پورا کیا جائے۔ وہ تقاضائے عقل کی وضاحت کے لئے آئے تھے۔ تشریحات
کے لئے آئے کہ جہاں عقل رسا نہ ہوسکے۔ جس حکمت کو خدا کی عقل نہ سمجھ سکے۔ وہ
سمجھا گئے اور عقل مان لے۔ سر جھکا لے یعنی شریعت اور عقل میں تضاد نہیں۔ کوئی
مخالفت نہیں۔ بلکہ دونوں کا فیصلہ ایک ہوگا۔
كُلَّمَا حَكَمَ بِهِ الْعَقْلُ حَكَمَ بِهِ الشَّرْعُ وَكُلَّمَا حَكَمَ بِهِ الشَّرْعُ حَكَمَ بِهِ
الْعَقْلُ لَوِ اطَّلَعَ عَلَيْهِ ۝ (ترجمہ) جو عقل فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ شریعت کا
ہوگا۔ اور جو شریعت فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ عقل کا ہوگا۔ اگر عقل کو اطلاع ہو
جائے اسکی مصلحت کی تو عقل وہی کہے گی جو شریعت کہتی ہے۔ اور اگر اطلاع
نہ ہوسکے تو نبی یا امام اطلاع دے گا۔ (صلوات)

اس لئے پورا قرآن پڑھ جائیے۔ خدا بار بار آپ کو جھنجوڑتا ہے
اَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ اَفَلَا تَدَبَّرُونَ (ترجمہ) تم عقل سے کیوں نہیں سوچتے
تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔ کیوں نہیں ہے تم میں تدبر و تفکر و تعقل لے

صاحبان عقل کیوں نہیں ہماری باتوں کو سمجھتے۔ یہ بار بار قرآن میں کہا۔ اگر عقل اللہ کے نزدیک عقل حجت نہ ہوتی تو بشیر اک بات کہتا ہے۔ ہمارا مذہب ہے کہ عقل کو حجت مانا ہے۔ اور شریعت اسکی موید ہے۔ اور کبھی بھی عقل و شریعت کے فیصلے میں اختلاف نہیں ہوتا۔ دونوں کا فیصلہ باہم مطابق ہوگا۔ عقل سے مراد عقل فطری عقل شخصی نہیں، اور عقل فطری کیا؟ کہ شریعت سے بلند ہو کر پھر عقل سے پوچھو (صلواۃ)

تم یہ نہ دیکھو کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔ یہ نہ دیکھو کہ یہ یہودی ہے یا مجوس۔ اس سے پوچھو اسکی عقل کے ذریعے۔ یہ دریافت کرو۔ اَلظُّلمُ قَبِیحٌ (ترجمہ) بتاؤ ظلم کیسا ہے۔ اچھا ہے یا بُرا۔ قبیح ہے یا حَسَن۔ اس کی عقل سے سوال کرو۔ وہ فوراً کہے گا۔ کہ ظلم بری چیز ہے۔ چاہے وہ کافر ہو۔ نصاریٰ ہو۔ یہودی ہو، ہندو ہو، سکھ ہو۔ وہ کہے گا۔ کہ ظلم بُری چیز ہے۔ اس سے کہو۔

اَلعَدلُ حَسَنٌ (ترجمہ) عدل و انصاف کیسا ہے۔ وہ کہے گا کہ عدل و انصاف بہترین صفت ہے۔ بہت عمدہ۔ عدل کی تعریف کرے گا۔ ظلم کی برائی کرے گا۔ وہ لوگوں کو دیکھ کر نہیں۔ دیکھئے پھر توجہ! میں نے کیا بات کہی ہے۔ آپ توجہ رکھیے حقائق کی طرف عدل خود عدل اچھی صفت ہے۔ ظلم خود ظلم بری صفت ہے۔ جب یہ فیصلہ عقل کا ہو جائے تو اب آپ مذہب میں آیئے۔ عقل کے فیصلے کے بعد اب اگر کوئی مسلمان ظالم نظر آئے اسکی برائی کیجیے۔ اور کوئی کافر عادل نظر آئے تو اسکی تعریف کیجیے یہ برائی ظلم کی اور اچھائی عدل کی ہے۔

فیصلہ عقل کا یہ ہے۔ حجت اسکو کہتے ہیں، حجت باطنی جن لوگوں نے یہ کہا کہ

اچھائی اور برائی عقل سے نہیں۔ ثابت بلکہ شریعت جس کو اچھا کہہ دے اچھا چاہے ہماری عقل اس برا ہی سمجھے)۔ اور جس کو بُرا کہہ دے برا (عقل کا کوئی دخل نہیں) وہ ہمارا مسلک نہیں۔ ہمارا تو مسلک اہلبیت یہ ہے کہ اَلحُسنُ وَ القُبحُ عَقلِیَّانِ ۵ اچھائی اور برائی عقل سے ثابت ہوتی ہے۔ اور شریعت اسکی شرح کرتی ہے۔ تائید کرتی ہے۔ یہ تو ہمارا مسلک ہے۔ دوسرے بھائی کہتے ہیں کہ نہیں عقل کو آنے ہی نہ دو۔ (صلواۃ)

یہ میں آپ کو بنیادی چیزیں بتا رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ عقل کے آنے کی ضرورت کیا ہے۔ تم اچھا سمجھو جس کو شریعت اچھا کہہ دے اور جس کو شریعت برا کہہ دے اسکو برا سمجھو۔ عقل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ عقل کی طرف مت جاؤ۔ لیکن یہ بات جو آپ کہہ رہے ہیں، وہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ قاتل بھی جنتی، مقتول بھی جنتی۔ کہ یہ بھی اچھا وہ بھی اچھا۔ عقل کی طرف مت جاؤ۔ سوچو ہی نہیں۔ میں ایک چیز پیش کر رہا ہوں۔ وہ لوگ جو عقل کی حجت نہیں مانتے اور عقل کے فیصلے کو قبول کرنے پر تیار نہیں، ان سے عرض کروں گا کہ بتایئے کہ شریعتیں جتنی ہیں دنیا میں ان میں سے شریعت مصطفےٰ صلعم ایک شریعت اور جتنے دین ہیں دنیا میں ان میں دینِ محمد مصطفےٰ صلعم یعنی اسلام ایک دین۔ دین ہیں سینکڑوں۔ ادیان مختلف شرائع متعددہ۔ تو مجھے یہ بتا دیجئے کہ آپ نے جب عقل کو نہیں مانا۔ تو تمام دینوں میں سے دین اسلام کو کس دلیل سے قبول کیا۔ تمام شریعتوں میں شرعِ محمدی کو کس دلیل سے تسلیم کر لیا (صلواۃ)

آپ مجھے یہ بتا دیجیے کہ جب آپ عقل کو مانتے ہی نہیں تو دنیا کے دینوں میں

سے دین اسلام کو آپ نے کس دلیل سے قبول کیا۔ اور ساری شریعتوں میں سے حضور کی شریعت کو سب پر ترجیح کس دلیل سے دی۔ کیونکہ شریعتوں کو دیکھ کر اس سے چُنن دینوں کو دیکھکر ان دینوں میں سے دین کو چُننا۔ اس کیلئے ثبوت آپ کے پاس کیا ہے۔ آپ مجبوراً کہیں گے کہ عقل۔ عقل نے چُنا تو اب عقل کے خلاف آپ فیصلہ دینگے تو آپ کا اسلام کیسے حق ثابت ہوگا (صلواۃ)

یہ ہے مسلکِ اہلبیت کی پہلی بنیاد جو میں نے عرض کر دی۔ ہمارا مسلک ہمیں بتاتا ہے کہ عقل کے ذریعہ قبح اور حُسن کسی شے کا مثلاً یعنی اچھائی اور برائی یہ عقل سے ثابت ہے یہ عقلی چیز ہے۔ دیکھئے میں کہاں تک بتاؤں۔ مثلاً سچ بولنا۔ آپ کسی سے پوچھیئے مذہب کا سوال نہیں۔ وہ کہے گا جھوٹ بولنا بُرا۔ یہ عقل کہتی ہے ایک اور فیصلہ صاف صاف کیوں نہ کہہ دوں تاکہ آپ جلد پہنچ جائیں۔ عقل فیصلہ کرتی ہے کہ عالم افضل ہے جاہل سے تو اگر عقل کا فیصلہ قبول کر لیا جائے تو مسئلہ پوچھنے والے کو حاکم نہیں ہونا چاہیئے (صلواۃ)

جب یہ مسلک آپ قبول کریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی فعل قبیح سرزد نہیں ہوتا اور خداوندکریم فعل قبیح سے بالاتر ہے وہ کبھی غلط کام نہیں کرتا۔ یہ آپ کو ماننا پڑیگا اور اگر نہیں مانیں گے۔ تو پھر بشیر ایک بات کہے گا۔ کہ جب اللہ برا کام نہیں کرتا اور آپ کہتے ہیں، کہ نہیں وہ پابند نہیں۔ تو میں یہ کہوں گا۔ کہ اگر نبی کو معاذ اللہ جہنم میں ڈال دے اور کافر کو جنت میں ڈالدے تو آپ کو قبول کرنا تو پڑے گا۔ کیونکہ وہ پابند نہیں (وہ برائی کر لیتا ہے) تو جب آپ اس کو عقلاً برا سمجھتے ہیں کہ نبی جہنم میں جائے اور کافر جنت میں۔ اور یہ فیصلہ ہے عقل کا اور عقل کے فیصلے کو آپ مانتے نہیں جب نہیں مانتے تو پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ فلاں اتنے آدمی مبشرہ ہیں۔ یہ آپ کیسے کہہ

سکتے ہیں کہ یہ سب کے سب جنتی نہیں! خدا ان کو تو جہنم میں ڈالدے اور کافروں کو جنّت میں لے جائے کون روکے گا۔ آپ سمجھایئے کون روکے گا۔ اور اگر نہیں روک سکتا یعنی یہ فیصلہ کہ اللہ تعالیٰ جو نیک ہیں ان کو جہنم میں اور جو بد ہیں اُن کو جنّت میں ڈالدے اگر یہ مان لو۔ پھر اسلام کیوں قبول کیا۔ اسلام میں نمازیں کیوں پڑھتے ہو۔ وہ تو بدوں کو ڈالے گا جنت میں اور نیکوں کو جہنم میں۔ تو یا تو مان کہ خدا کبھی ایسا نہیں کرے گا کیونکہ خدا عادل ہے (صلواۃ)

تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا عادل ہے اور یہ عدل کے خلاف ہے کہ جو نیک ہے وہ جہنم میں جائے گا اور جو بد ہے وہ جنت میں جائے۔ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہے اور جب تک آپ اس اصول کو نہ مانیں گے۔ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہوگا۔ لیکن آج آپ سے کہہ رہا ہوں کہ بہت سے مسلک ہمارے مسلک کے خلاف اصول دین میں عدل کے قائل نہیں۔ یہ ہم ہیں کہ ہمارے پانچ اصول:۔ اول توحید، دوسرے عدل، تیسرے نبوت، چوتھے امامت، اور پانچویں قیامت ہیں۔ (صلواۃ)

میں صاف لفظوں میں کہہ رہا ہوں آپ کسی علامہ سے پوچھ لیجئے۔ کسی محقق کے پاس جایئے۔ مفتی اعظم سے پوچھئے۔ وہ کہیں گے کہ عدل اصول دین میں نہیں ہے۔ وہ عدل کے قائل ہی نہیں۔ مانتے ہی نہیں عدل مان لیں تو جھگڑا ہی ختم ہو جائے مسلمانوں میں جھگڑا ہی نہ ہوگا۔ اختلاف ہی نہ ہوگا۔ فرقے ہی نہیں بنیںگے۔ یہ کہاں کا عدل ہے کہ جن پر میں درود بھیجوں ان کو محکوم بھی بناؤں۔ یہ کہاں کا عدل ہے (صلواۃ)

تو آپ یاد رکھیئے کہ جو مذہب اہلبیت ہے وہ بالکل عقل کے مطابق ہے۔ اور عقل حجت باطنی قرآن میں آیا ہے۔ لِقَومٍ یعقلون۔ اس قوم کے لئے یہ قرآن ہے جو

عقل رکھتے ہیں۔ جب آپ یہاں تک پہنچ گئے تو ایک بنیادی مسئلہ ختم ہوا کہ اچھائی اور برائی کا فیصلہ عقل کرتی ہے اور شریعت اسکی تائید و تشریح کرتی ہے۔ شریعت کا کوئی فیصلہ عقل کے خلاف نہیں ہوتا۔ یہ طے ہو گیا۔ کیونکہ یہ فعل قبیح ہے۔ اور خداوند عالم ہر فعل قبیح سے منزہ و مبرا ہے، بلند و بالا ارفع و اعلیٰ ہے۔ کوئی قبیح، کوئی عیب اس میں نہیں۔ عقلاً بتا رہا ہوں، عقل کے فیصلے سنا رہا ہوں۔ عقل والوں کے سامنے سنا رہا ہوں۔ اب دُنیا عقل کی طرف جا رہی ہے۔ آگے بڑھ رہی ہے۔ اب بہکایا نہیں جا سکتا کہ سنی سنائی مان لو۔ اب تو دیکھی ہوئی بات کا ذکر ہے۔ اب دُنیا بہت تیزی کے ساتھ جا رہی ہے۔ آپ کو عقل کے فیصلے ماننے پڑیں گے۔ اب ظالم و مظلوم کو ایک جیسا نہیں کہا جائے گا۔ قاتل و مقتول کو جنت میں نہیں بھیجا جائے گا۔

اس لئے میں نے اپنے مضمون کی بنیاد یہ رکھی ہے کہ دُنیا آپ کو لے جائے گی ادھر اور آپ کے اسلام پر وہ حملے ہوں گے کہ آپ آخر مجبور ہو کر تسلیم کریں گے کہ عقل حجت ہے۔ اور اگر آپ نے اس طرف اب بھی توجہ نہ دی تو ابھی تو آپ ۱۵ لاکھ لکھتے ہیں کہ مسلمان پاکستان بننے کے بعد گمراہ ہو گئے اور اسلام سے ہٹ گئے۔ کچھ نصاریٰ بن گئے کچھ اور نبی والے گمراہ ہو گئے لکھتے ہیں نا آپ؟ اور جب ان سے گفتگو ہوتی ہے تو جواب نہیں دے سکتے۔ عیسائی کہتا ہے کہ میرا عیسےٰ پیدا ہوتے ہی کتاب پڑھ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ میں نبی ہوں۔ وہ پیدا ہوتے ہی نبی۔ اور مسلمانوں کا نبی چالیس سال کے بعد بنا! دیکھئے نا! تو دنیا کہے گی کہ یہ تو بڑا غلط فیصلہ ہے۔ اور جب ہم سے بات ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تیرا عیسےٰ تو پیدا ہی نہیں ہوا تھا اور نہ عیسےٰ کا بابا آدم پیدا ہوا تھا جب ہمارا نبی نبی تھا۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَ الطِّیْنِ ؕ (صلوات)

ہمارا تو نبی وہ ہے۔ تم اس نبی کے قائل ہو کہ جو مکہ میں آ کر نبی بنا۔ مکہ میں تو وہ آمنہ کا بیٹا بنا۔ مکہ سے پہلے وہ نبی بنا۔ وہ کائنات کا نبی بنکر پیدا ہوا۔ غرضیکہ یہ عقلی چیزیں آئیں گی۔ آپ حضرات اس پر توجہ دیں گے تو انشاء اللہ مستفید ہوں گے۔ تین چیزیں ہوتی ہیں جو غلط کام کراتی ہیں۔ اللہ میں اگر یہ ہیں تین چیزیں تو کرے گا غلط کام۔ اور اگر نہیں ہیں اس میں تو نہیں کرے گا۔ تین چیزیں میں پیش کرتا ہوں۔ انسان غلط کام کر لیتا ہے یا تو اس لئے کہ اس کو غلط کام کا علم نہ تھا۔ بُرا کام ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی برائی کا علم نہ تھا۔ کر لیا۔ غلطی ہو گئی۔ کیونکہ اس کا علم نہ تھا۔ تو علم کی کمی کی وجہ سے برائی ہو جاتی ہے۔ یہ ہے پہلی وجہ۔

دوسری وجہ ہے احتیاج یعنی ضرورت۔ مر رہا تھا۔ بھوکا مر رہا تھا۔ چوری کر لی۔ ضرورت پڑ گئی اس نے بُرا کام کر لیا۔ محتاجی بھی بُرے کام کراتی ہے۔ کاش دُنیا یہ سمجھ لیتی کہ محتاج مت بناؤ مسلمانوں کو ورنہ گمراہ ہو جائیں گے۔ اگر یہ محتاج نہ ہوتا اور اپنا ضروری انتظام کر سکتا۔ ضروریات حیات اس کو میسر آتے رہتے تو غیروں کے در پر نہ یہ کبھی جاتا نہ سلام کرتا۔ نہ یہ کافر بنتا۔ کفر کا بڑا سبب یہ ہے کہ احتیاج ہے۔ آپ جہاں اور باتیں کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان مسلمان رہے گمراہ نہ ہو۔ تو یہ خمس و زکاۃ کا مال آپ اپنے پاس نہ رکھیں یہ اس طرح بانٹ کر جھاڑ دو دیدیں کہ وہاں کوئی مال نظر نہ آئے۔ میرے مولا نے یہی کیا۔ یہ آپ جمع کیوں کرتے ہیں۔ خمس و زکاۃ اور خیر صدقہ وغیرہ کی رقم ان کو آپ ایک جگہ جمع کر کے خود بڑے بڑے بنگلے بنا رہے ہیں، بڑی بڑی تجارتیں کر رہے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں۔ کہ گمراہی سے بچیں۔ انہیں بھوکا مار مار کر ان کے حقوق کھا کھا کر تو سب سے بڑی چیز ہے احتیاج۔ اگر مسلمان کو گمراہی سے بچانا

ہے۔ تو اس کے روٹی، کپڑے اور مکان کا انتظام کردو۔ ورنہ یہ گمراہ ہو جائے گا۔ ضرورت مجبور کرے گی۔

غلطیوں پر دو چیزیں ہو گئیں۔ پہلے عدم علم یعنی علم نہ تھا۔ برا کام کر لیا دوسرے احتیاج یعنی ضرورت پیش آئی۔ تو اس احتیاج کی بدولت برا کام کر لیا۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ علم بھی تھا۔ کہ یہ کام جو ہو رہا ہے۔ اور ضرورت بھی اس برے کام کی نہ تھی۔ مگر ایک بالا حاکم تھے، ایک بالا طاقت نے مجبور کیا۔ اور اس طاقت کی وجہ سے مجبور ہو کر برا کام کیا۔ تو اب تین سبب ہو گئے۔ عدم علم، احتیاج، اور کوئی بڑی طاقت چھوٹی طاقت کو مجبور کر دے کہ یہ کرو، اب اللہ کے لئے سوچو کہ کیسے برا کام ہو جائے گا۔ اللہ میں عدم علم سوچنا کفر کیونکہ اللہ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ (ترجمہ) اللہ ہر چیز کا عالم۔ اور جب وہ عالم تو کوئی برا فعل نہیں کرے گا۔ برائی نہیں کرے گا۔ وہ ہر برائی کا عالم رہی احتیاج تو وہ غنی بالذات۔ اسکی ذات کو کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ محتاج ہی نہیں کسی کا نہ کسی چیز کا۔ وہ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہے۔ وہ بلند و بالا اُسے کونسی چیز مجبور کر سکتی ہے۔ اللہ سے بلند و بالا کون؟ جو اللہ کو مجبور کرے کہ اسے اللہ تو یہ برا کام کر۔ کیا ہے کوئی بڑا اس سے جو اسے مجبور کرے (صلوات)

جب یہ تینوں باتیں سمجھ چکے تو آپ تسلیم کیجئے کہ اللہ سے کبھی فعل قبیح ہو سکتا ہی نہیں۔ اللہ سے کبھی کوئی غلطی ہو سکتی ہی نہیں۔ کوئی غلط کام نہ ہوگا۔ جو کام کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔ اور بشیر ایک آخری بات کرتا ہے۔ اس سلسلے کی کہ جو غلط کام کرنے والے ہیں۔ جو برائیاں کرتے والے ہیں۔ ان کے افعال کو خدا کبھی اپنا فعل نہیں

کہے گا۔ (صلوات)

تو سمجھ لیجئے کہ مسئلہ حل ہو گیا۔ جو برا فعل کرنے والے ہیں، جو غلط کام کرتے والے ہیں ان کے فعل کو خدا قطعاً اپنا فعل نہیں کہے گا۔ کبھی نہیں کہے گا۔ اور جن کے فعل کو اپنا فعل کہہ دے تو ماننا پڑے گا کہ وہ معصوم ہے (صلوات)

جن کے افعال کو خدا اپنی طرف نسبت دے کہ اس کا کام میرا کام، اس کا فعل میرا فعل اس کی اطاعت میری اطاعت، اسکی بیعت، میری بیعت، اسکی مخالفت میری مخالفت اس سے دشمنی مجھ سے دشمنی، اسکی محبت میری محبت قرار دے۔ چونکہ عالم ہے۔ جس کے بارے میں فیصلہ دے گا۔ کہ اس کا قول و فعل میرا قول و فعل۔ تو چونکہ عالم ہے۔ اس لئے اسے معلوم ہے کہ یہ غلطی نہیں کرے گا۔ (صلوات)

یہ تین چیزیں بنیادی طور پر عقل باطنی، حجت، دوسری چیز کہ خدا عبث کام نہیں کرتا اور تیسری چیز یہ کہ حسن و قبیح عقلی ہیں۔ شریعت ان کی تائید کرتی ہے۔ یہ تین باتیں صاف ہو گئیں۔ اب ایک شخص مولا پر اعتراض کرتا ہے۔ مولا کون تھا؟ جس کے چھ ہزار شاگرد تھے۔ بنی عباس و بنی امیہ، حصول ملک کے لئے لڑتے رہے۔ اور اپنی اپنی سلطنت بنانے کیلئے دست و گریبان رہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف محاذ بناتے رہے۔ اور چھٹے امام کشاف الحقائق امام جعفر صادق کو موقع مل گیا کہ منبر پر علانیہ بیٹھ کر شاگردوں کو بلا کر تمام علوم بیان کرنے لگے۔ چھ ہزار شاگرد تھے۔ ان میں جابر ابن حیان بھی تھا۔ آج یہ جو تم جسکی تصویریں لگا کر کہتے ہو کہ موجد سائنس ہے۔ اور تعریفیں کرتے ہو۔ یہ تو ہمارے چھٹے امام کا چھ ہزار شاگردوں میں سے ایک ادنیٰ شاگرد ہے۔

ان میں کیسے کیسے قابل محقق تھے۔ طالب علم سائنس کے تھے۔ فلسفے کے بھی

متکلم تھے۔ امام کی خدمت میں دہریئے بھی آئے اور انہوں نے بحثیں کیں۔ اور امام نے
اُنہیں مطمئن کیا اور وہ مسلمان ہو کر گئے۔ ایک بہت بڑا عالم کل جس طرف اشارہ کیا تھا وہ
بصرہ کا سب سے بڑا عالم میرے چھٹے امام کے زمانے میں تھا۔ وہ آگیا مولا کے پاس
مدینے میں۔ اس نے سنا کہ یہ بھی امامت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ تو آگیا۔ بیٹھا مسجد میں اور
کہا کہ بلاؤ انہیں بات کروں گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائیے۔ اپنے نانا
کی مسجد میں۔ مسجد النبی میں تشریف لائے۔ اور وہ اس کے طلبا ر افضل طلبائ جید
شاگرد، وہ بھی سامنے بیٹھ گئے۔ مولا سامنے بیٹھ گئے۔ اس نے کہا میں آپ سے
مناظرہ کرنے آیا ہوں۔ آپ سے مناظرہ چاہتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ بتاؤ کہ
جو مجھ سے مناظرہ تم کرو گے تو مناظرہ میں کیا چیز تم پیش کرو گے؟ سرکار دو جہاں
نے جو فرمایا ہے وہ یا کچھ اور بھی۔ اس نے کہا کچھ اور بھی۔ حدیث بھی پڑھوں گا۔ اور
کچھ اور بھی پڑھوں گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جتنا تم کچھ اور پڑھو گے۔ نانا کی حدیث
کے علاوہ جتنا تم کچھ اور کہو گے کیا یہ "کچھ اور" میرے نانا کے یہاں سے رہ گیا تھا۔
تو کیا تم اب شریک رسول ہو کہ اتنا حصہ تم پہنچاؤ۔ اتنا نانا میرے پہنچا گئے۔ اور
جو رہ گیا وہ تم پہنچاؤ۔ کیا شریک رسول ہو۔ اس نے کہا نہیں، نہیں، تو یہ، میں
شریکِ رسول تو نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ جو کچھ تم اور کہو گے۔ اس کی
وحی ہوئی اللہ کی طرف سے کیا تمہیں الہام ہوا۔ کہنے لگا نہیں الہام بھی نہیں ہوا۔
وحی بھی نہیں ہوئی۔ تو پھر کہا کہ اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ یہ جو کچھ تم اور کہو گے، نہ یہ
رسول نے بتایا نہ وحی ہوئی نہ الہام تم پر ہوا۔ تو مجھے تم اتنا اور بتاؤ کہ تم کچھ اور
کہو گے اس کا ماننا، کیا اسی طرح واجب ہے جیسے رسول کی بات کا ماننا واجب ہے

اس نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ تو پھر کہا کہ پھر آئے کیوں ہو مناظرہ کے لئے۔ (صلوات)
پھر منوانے کیا آئے ہو۔ الٹا اپنا سامنہ لے کر رہ گئے، چلے گئے۔ دیکھئے ہمارے یہاں
اجتہاد بھی ہے اور آئمہ طاہرین کے اقوال بھی۔ آپ کو ضرورت اس وقت پڑی کہ جب
امام کی غیبت ہوئی۔ ہمارے بارہ اماموں میں سے کوئی امام مجتہد نہیں۔ امام کی توہین ہے
عظمت کو نہ پہچاننا۔ معرفت امام نہیں اگر کوئی ان کو مجتہد کہے۔ مجتہد کے معنی کیا ہیں؟
مجتہد کے معنی، قرآن، حدیث، تفسیر اور کلام یہ سب چیزیں رکھ کر سوچے غور کرے اور
پھر ان میں سے مسئلہ نکالے۔ قرآن، حدیث پر غور کرے، ان کے معنی کو سمجھے اور سمجھ کر
پھر کوئی مسئلہ اُس سے اخذ کرے۔ اس کو اجتہاد کہتے ہیں۔ جو قوانین مقرر ہیں ان قوانین
پر اللہ کی کتاب اور رسول کی حدیث اور دیگر تفسیریں وغیرہ دیکھ کر پھر سوچے اور غور کرے
پھر کوئی فتویٰ نکالے اور اُسے جاری کرے تسلی اپنی کر کے اس کو کہتے ہیں مجتہد۔ یہ
کب کرے گا؟ کتابوں میں کب غور کرے گا۔؟ ادھر اُدھر کی تفسیریں کب دیکھے گا۔
یہ چیزیں وہ دیکھے گا کہ جس کا تعلق خدا سے قطع ہو گیا ہو۔ (صلوات) اب نہ الہام ہے
نہ وحی۔ اور جہاں روز فرشتے آر ہے ہوں جہاں روز خبریں اللہ کی سنائی جارہی ہوں۔
وہاں تو سلسلہ اللہ سے ہمہ وقت جاری ہے۔ جب ہمہ وقت سلسلہ ہے۔ تو اُن کا قول قولِ
خدا ہے (صلوات)

عرض میں آج آپ کو یہاں تک لے آیا ہوں۔ اور کچھ چیزیں باقی ہیں۔ اس کے بعد
میرے مولا سے اعتراض کیا۔ کہ آپ نے یہ کیا فرمایا ہے عقل کے بارے میں یہ بتائیے
قیامت کے دن ہم سے جو سوال و جواب ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم سمجھے ہی نہیں۔ یاد رکھو
تم آزاد ہو۔ مسلمانوں یہ جھوٹ بولتے ہیں، لیڈر وغیرہ جو لفظ بولتے ہیں۔ آزاد۔ آزاد

نہیں، تم حکم اللہ کے پابند اور کرنے اور نہ کرنے میں آزاد ہو (صلواۃ)

ایک شخص نے یہی تو اعتراض کیا تھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، یہ اللہ کراتا ہے۔ اور یہ جتنے کام ہو گئے۔ فلاں قتل ہو گیا۔ فلاں شخص مارا گیا۔ کسی کو آرے سے کاٹا گیا۔ اور ایسے ہی کربلا کا واقعہ، تو کیا یہ خود اللہ کراتا ہے۔ کل یہ بحث آئے گی۔ اس کے دلائل ہوں گے اور وہاں قدریں متعین کردوں گا۔ ابھی تو بتایا ہے کہ خدا کا ہر فعل حکمت کے ماتحت اور مقصد کے تحت ہوتا ہے اور جب بتاتا ہے تو اس کے اعلانات نہیں کرتا۔ ابھی تو بچہ بنا تھا، بنتے ہی نبی کو بھیجا جاؤ اس بچے کو اٹھا لاؤ۔ گئے رسول اللہ۔ دروازے پر آواز دی۔ اے ام ایمن ام ایمن۔ میرے بچے کو لے آ۔ (ابھی ابھی حسین پیدا ہوئے ہیں۔ غرض معین ہو رہی ہے متعین فرمائی جا رہی ہے) تو اس نے کہہ دیا۔ مَا لَمْ تُطَہِّرُہٗ (ترجمہ) یا رسول اللہ ابھی ابھی تو پیدا ہوا ہے۔ میں نے نہلانے کا انتظام نہیں کیا۔ میں نے پاک نہیں کیا ہے۔ تو آپ دیکھ کر فرماتے ہیں۔ اَنْتِ تُطَہِّرِیْنَہٗ کیا "تو" پاک کرے گی۔ اللہ نے اس کو پاک پیدا کیا ہے۔ یہ تو طاہر پیدا ہوا ہے یہ تمہاری طرح پیدا نہیں ہوا۔ (یہ بحث کل کی مجلس میں آئے گی) یہ طیب و طاہر ہے۔ تم جس طرح پیدا ہوتے ہو اس طرح امام و نبی پیدا نہیں ہوتے۔ نہ یہ نجس ہوتے ہیں۔ نہ ماں نجس نہ جگہ نجس یہ طیب و طاہر پیدا ہوتے ہیں (یہ قدریں بتاؤں گا۔ اگلی مجلس میں) آپ نے فرمایا مجھے دے۔ جلدی لے کر آ۔ وہ سفید رومال میں لپیٹ کر حسین کو لے آئی۔ آپ نے ہاتھوں پر لیا۔ فَقَبَّلَہٗ حسین کی آنکھوں کو چومنے لگے۔ دونوں ہونٹوں کو چوما۔ بوسے دیئے سینے سے لگایا (یہ واقعہ اہلسنت و شیعہ دونوں نے لکھا ہے) یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ قدریں مقرر ہو رہی ہیں۔ کہ کیوں بنایا گیا ان کو حسین کی وجہ خلقت کیا ہے۔ غرض

تخلیق کیا ہے۔ گود میں لے کر پیار کرنے لگے۔ چومنے لگے۔ اتنے میں حسین کی ماں جو حجرہ میں تھیں اٹھیں اور اٹھ کر باپ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ دیکھا کہ بابا بچے کو چوم رہے ہیں، پیار کر رہے ہیں۔ بوسے لے رہے ہیں۔ بی بی فاطمہ اپنے بابا سے کہتی ہیں یا اَبَتَاہ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْہُ (ترجمہ) بابا یہ میرے بچے سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ میرا پہلا بچہ بھی حسن میرا بڑا پیارا پہلا بچہ۔ یہ تو اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے بابا۔ چوم رہے ہیں حضور اور فاطمہ کہہ رہی ہیں کہ یہ تو حسن سے زیادہ خوبصورت ہے۔ حسن تو خود امام تھے۔ اور یہ خود بھی امام اور نو اماموں کا نور بھی ان میں ہے۔ یہ خوبصورت کیوں نہ ہوں۔

آنحضرت نے حسین کو ایک مرتبہ سینے سے لگایا۔ اتنے میں جبریل آ گئے۔ ترمذی شریف مسلم وغیرہ پچاسوں کتابوں میں یہ حدیث ہے۔ آ گئے جبریل اور آ کر سرخ مٹی دی۔ دیکھئے کیا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ کربلا کا واقعہ ناگہانی تھا۔ ناگہانی نہیں تھا۔ یہ کہ کسی کے پیٹ میں خنجر مار دیا، ناگہانی کسی کو مسجد سے نکلتے ہوئے مار ڈالا، ناگہانی۔ کسی کو گھیرے میں لے کر گھر میں بند کرا دیا، ناگہانی۔ یہاں ایک ایک چیز بتائی جا رہی ہے۔ یہ بچہ جو ابھی پیدا ہوا ہے۔ اس کی تخلیق میں کیا کیا انتظام حضور نے فرمایا۔ حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ ان کے والد بزرگوار ابھی تو بچے کو بوسے دے رہے تھے اور ابھی بوسے دیتے دیتے رونے لگے تو پوچھنے لگیں کہ بابا خدا نے کیسا حسین بچہ دیا ہے۔ آپ روتے کیوں ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ نہ پوچھو۔ ورنہ تم بھی روؤ گی۔ بی بی فرماتی ہیں۔ کہ جب باپ روئے تو بیٹی کیوں نہ روئے۔ بابا روئے بیٹی دیکھتی رہے۔ حضور نے فرمایا۔ بی بی۔ جبریل خبر دے گئے ہیں کہ یہی وہ بچہ ہے۔ جسے قتل کیا جائے گا۔ جبریل ابھی ابھی یہ مٹی دے گئے ہیں بیٹی میری امت اس کو قتل کرے گی۔ یہودی نہیں، نصرانی نہیں، مجوسی نہیں، میرا کلمہ پڑھنے

والے۔ تو بی بی پوچھتی ہیں عَلیٰ اَیِّ جُرمٍ یُقتَلُ جرم کیا ہوگا۔ تو حضور فرماتے ہیں، بلا جرم، بلا خطا۔ بیٹی اس کا کوئی جرم کوئی خطا نہ ہوگی۔ پھر پوچھتی ہیں کہ کب ہوگا یہ واقعہ تو حضور فرماتے ہیں۔ فِی زَمَانٍ خَالٍ مِنّی و عنکَ وعن علیٍّ و عَنِ الحسنِ۔ (ترجمہ) بیٹی اس زمانے میں ہوگا۔ کہ نہ میں ہوں گا، نہ تم ہوگی، نہ علی ہوں گے، نہ حسن ہوں گے۔ ایک مرتبہ فاطمہ اُٹھیں اور اٹھ کر کہتی ہیں یا ابتاہ فمن یبکی علیہ یہ میرے بیٹے کو کون روئے گا۔ کون بتائے گا کہ قُتِلَہٗ بلا جرمٍ وخطاءٍ میرا بچہ مظلوم مارا گیا۔ میرا بچہ بے خطا۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے۔ ایک قوم کو پیدا کرے گا۔ جو تیرے بچے کا ذکر سب سے افضل سمجھے گی۔ مرد، مردوں پر روئیں گے۔ جوان، جوان، عورتیں، عورتوں پر روئیں گی۔ بچے، بچوں پر۔ یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ دُنیا کی کوئی طاقت ان کو روک نہیں سکتی۔ کیونکہ قدرت نے وعدہ کیا ہے کہ حسین کی مظلومیت کو ہم چھپنے نہیں دیں گے۔ حضور نے فرمایا (سرکار دو جہاں کی حدیث ہے) کہ ام سلمٰی کو بلا لو۔ آگئیں۔ کہا کہ اے بی بی، یہ مٹی ہے سرخ رنگ کی اسکو شیشی میں بند کر کے رکھ لو۔ لاؤ میرے سامنے۔ شیشی میں بند کر کے کہا کہ ڈاٹ مضبوط کر دو۔ بند کر کے رکھ لو حفاظت سے۔ دیکھو ام المومنین ام سلمٰی جس دن یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ یہ بچہ جو میری گود میں ہے شہید ہوگیا۔ ماں سُن رہی ہے۔ ذرا سوچ بتایئے۔ جس بی بی کا حسین بچہ ابھی پیدا ہوا ہو۔ ابھی ابھی پیدا ہوا۔ اس کو بتایا جائے کہ یہ مٹی ہے کربلا کی اس ماں کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ آپ رخصت ہو گئے۔ پھر وہ دن آیا کہ ام سلمٰی نے خواب میں (تمام مسلمانوں نے لکھا ہے) حضور کو دیکھا رَأَتِ النَّبِیَّ فِی الْمَنَامِ اَشْعَثَ اَغْبَرَ بِیَدِہٖ قَارُوْرَۃٌ فِیْھَا دَمٌ (ترجمہ) دیکھا کہ حضور کے سر کے بال اور

زلفیں کھلی ہوئی ہیں۔ اور سر پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ گرد و غبار ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور دیکھتے ہی خواب میں پوچھتی ہیں۔ یَا بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ مَا حَالُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ (ترجمہ) میری ماں آپ پر قربان میرا باپ آپ پر قربان کیا حال بنایا ہے یہ سر کیوں کھلا ہوا ہے۔ یہ سر پر مٹی اور خاک کیوں پڑی ہے۔ کیوں رو رہے ہیں اور یہ ہاتھ میں کیا ہے۔ تو آپ فرماتے ہیں یَا اُمَّ سَلْمٰی شَھِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ۔ میرا حسین قتل ہوگیا ہے۔ ہائے اُم سلمٰی میرا حسین قتل ہوگیا۔ ہائے میرا بیٹا مارا گیا۔ یہ خواب دیکھتے ہی ام سلمٰی اُٹھیں۔ فوراً حجرہ میں گئیں الماری کھولی۔ الماری کھول کر وہ شیشی جو حضور دے گئے تھے۔ نکالی۔ اب جو دیکھا وہ مٹی نہیں تھی۔ خون ابل رہا تھا۔ اچھل رہا تھا خون، خون دیکھ کر فوراً کہا۔ قُتِلَ الْحُسَیْنُ فِی الْعِرَاقِ۔ ہائے حسین عراق میں مارا گیا۔ ہائے حسین عراق میں مارا گیا۔ یہ کہہ کر باہر نکلیں اور صحن میں بیٹھ گئیں اور سامنے وہ شیشی رکھ لی۔ وہ اچھل رہا ہے خون سامنے بی بی ام سلمٰی بیٹھی ہیں۔ ایک عورت کو بلایا اور روتے روتے کہا کہ جلدی جا ہاشمی محلے میں اور یہ کہہ دے کہ جو مٹی رسول اللہ دے گئے تھے آج وہ خون بن گئی ہے۔ جس وقت یہ خبر دی تو تمام بی بیاں تمام ہاشمی خاندان کی بی بیاں اپنے اپنے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ کر ننگے سر ننگے پیر دوڑ پڑیں۔ اُم سلمٰی کے گھر۔ اس وقت بی بی اُم سلمٰی یہ کہہ رہی تھیں۔ قُتِلَ الْحُسَیْنُ مَظْلُوْمًا قُتِلَ الْحُسَیْنُ غَرِیْبًا۔ ہائے غربت میں مارا گیا۔ ہائے مظلوم مارا گیا۔ تمام بی بیاں رو رہی ہیں۔ بیچ میں بیٹھی ہیں خاک پر اُم المومنین۔

اب دو جملے بیان کر دوں گا۔ اولاد والو خصوصاً بیٹی والو۔ حسین کو بیٹیاں بہت پسند تھیں۔ سب رو رہی تھیں۔ جب خون ابلتا تھا۔ ہر ایک چیخیں مار مار کر واحسینا

واعزنبا۔ کہتی۔ اتنے میں کیا دیکھا۔ کہ ایک حجرہ کا دروازہ کھلا۔ ایک بیمار لڑکی۔
نکلی۔ آوازیں دیتی ہوئی۔ نانی! میں نے خواب دیکھا۔ نانی میں نے خواب دیکھا ہے
نانی میرا دل پھٹا جارہا ہے۔ نانی مجھ سے صبر نہیں ہوتا۔ یہ کہتی ہوئی وہ بیمار لڑکی
چلی۔ دیکھ لیا ام سلمیٰ نے۔ اور کہا اے بی بیوں رونا بند کرو۔ آنسو پونچھ لو۔ کوئی
نہ روئے۔ اس کے سامنے نہ رو۔ یہ مرجائے گی۔ یہ مرجائے گی۔ اپنے رشتہ داروں
سے بچھڑی ہوئی ہے۔ اکیلی ہے بیمار ہے۔ اسے کوئی نہ بتاسے۔ جب آئی بیمار صغرا آکر
اس نے کیا کہا۔ اپنی نانی کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ نانی کے پیچھے کھڑے ہوکر اس بچی نے
اپنے دونوں ہاتھ نانی کے کندھوں پر رکھ دیئے۔ اور شیشی کو دیکھ لیا۔ اس وقت ایک بات
کہی۔ نانی۔ نانی میں نے اپنے بابا کو کتنے خط بھیجے۔ نانی مجھ سے اب صبر نہیں ہوتا۔
میں نے کتنے خط بھیجے میرا جواب نہیں آیا۔ تو ام المومنین نے کیا کہا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں،
تمہارا باپ کسی بڑے کام میں مشغول ہوگا۔ تمہارا بابا کوئی بڑا کام کر رہا ہوگا۔ فرصت نہ ملی
ہوگی۔ جواب آجائے گا۔ جب یہ جملے سنے اس لڑکی نے کوئی جواب آئے گا۔ گھبراؤ نہیں
یہ سنتے ہی نانی کا بازو پکڑا اور پکڑ کر کہتی ہے۔ نانی اب جواب کیسے آئے گا۔ مٹی تو خون
ہوگئی ہے۔ وہ جو نانا دے گئے تھے۔ ہائے نانی میں یتیم ہوگئی۔ نانی میرا بابا مارا گیا۔ ہائے
بابا کو میں نہ مل سکی۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

ارشاد رب العزت ہے۔ سورہ قمر پارہ ۲۷۔ ایک اصول بتا رہا ہے قانونِ
تخلیق پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔ تاکہ انسان اللہ کی تخلیق کو سمجھ کر ایمان لائے اور مختلف
راستوں میں الجھ نہ جائے۔ فرمایا جارہا ہے کہ ہم نے جس چیز کو پیدا کیا ہے قدر کے
ساتھ پیدا کیا ہے۔ ہماری ہر چیز کو قدریں دیکھو۔ قدر کو تب دیکھوگے پہلے قدر
کو سمجھو۔ اگر قدر کو سمجھا ہی نہیں تو دیکھوگے کیا؟ ہم نے کائنات عالم میں جتنے اقسام
جتنے انواع اور اجناس پیدا کئے۔ خواہ وہ لاہوتی ہوں۔ خواہ جبروتی، ملکوتی ہوں
یا ناسوتی ان تمام کے لئے قدریں مقرر کی ہیں ایک کا قیاس دوسرے پر نہ کرو۔
یعنی ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ جانور پر انسان کا قیاس نہ کرو اور عام انسان کو خاص
انسان کے مطابق نہ سمجھو۔ امت کو نبی نہ بناؤ اور نبی کو امت نہ بناؤ۔ یہ سمجھایا گیا ہے
کہ ہر ایک کی قدر کو ان حدود میں رکھو۔

میں نے پہلی ہی مجلس میں چند چیزیں پیش کی تھیں تخلیق کی۔ جن میں سے

وہ باتی چھوڑی تھیں۔ کہ یہ آیندہ مجالس میں پیش کرونگا میں نے یہ عرض کیا تھا (آپ کو یاد ہوگا) کہ جس شئے کو خدا نے بنایا ہے بنانے سے پہلے وہ اس کے علم میں ہوتی ہے۔ بے علمی سے نہیں بناتا۔ پھر خدا مشیت میں اس کے وجود کو چاہتا ہے۔ پھر مشیت میں آتی ہے مشیت کے بعد پھر اس کی تخلیق کی حدیں مقرر ہوتی ہیں۔ پھر ارادے میں آجاتی ہیں ارادہ اس کے حدود معین کرتا ہے۔ اور جب ارادے میں حدیں متعین ہوگئیں تو اب قضا میں آتی ہے۔ اب فیصلہ ہوتا ہے۔ ان حدود کے ساتھ جب یہ قضا کے ماتحت آجاتا ہے تو اب اُس کا خارجی وجود یعنی اب عالم شہود میں وہ شئے آتی ہے، قدر کے ساتھ۔ اس کو قدر کہتے ہیں۔ اس قدر کے بعد اس کا امتیاز ہوجاتا ہے یہ الفاظ میری زبان سے نکلے۔ ائمہ طاہرین کے علوم کی روشنی میں یعنی جب قدر کے ساتھ وہ وجود میں آگئی۔ تو اس شئے کا امتیاز ہوجاتا ہے اپنے سوا سے اب وہ ممتاز ہوجاتی ہے۔ بس وہ ممتاز ہوگئی تو اللہ اس کے لئے اجل مقرر کرتا ہے۔ کہ یہ کب تک اس حالت میں رہے۔ اب اجل کے بعد ساتواں نمبر اذن کا آتا ہے۔ اس کو عربی میں اذن کہتے ہیں۔ آئمہ طاہرین نے اسکی تفصیل بتائی دنیا حیران رہ گئی۔ وہ اذن کے معنی خدا جانے کیا سمجھے لیکن آئمہ نے بتایا کہ بننے کے بعد جب مدت بھی مقرر ہوگئی اور وہ شئے بن جائے تو اللہ تعالٰی اس مخلوق کی شان کے مطابق اسے اذن دیتا ہے۔ اب اس چیز کو اذن ملتا ہے۔ کیا؟ کہ اسی حالت میں رہنا چاہتے ہو رہو۔ اگر کائنات میں جو ہم نے تخلیق کی ہے اُسے بدلنا چاہتے ہو بدلو۔ بات کہہ دی (صلواۃ)

آیت پڑھوں تو مسئلہ سمجھ میں آئے گا۔ ہے مشکل مسئلہ اذن کا اور اہم بھی۔ آیت پڑھتا ہوں۔ اس سے بالکل واضح ہوجائے گا مقصد اذن۔ اذن کے معنی اجازت۔ اذن کے معنی اطلاع بھی ہے اور اطلاع علم بھی ہے اور اذان بھی۔ اذان کے معنی بھی اطلاع اذن سے بنی ہے یہ۔ لیکن یہ عمومی بھی۔ اللہ نے جو اذن مقرر فرمایا ہے اس کے معنی کچھ اور ہیں۔ اجازت تو یہی جو اذن کے معنی۔ اللہ نے اجازت دیدی اذن دیدیا وغیرہ۔
فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ (ترجمہ) کچھ گھر ہیں، کچھ بیوت ہیں (بیت کی جمع) جس کے متعلق اللہ نے اجازت دے دی کہ یہ بلند ہی گھر ہیں۔ ان کو پست نہیں کیا جاسکتا۔ اور بیوت سے مراد۔ یہ آئمہ نے بتایا کہ بیوت اور قریۃ قران مجید میں دونوں لفظ آئے ہیں۔ بیوت کے معنی گھر۔ قریہ کے معنی بستی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ عام لوگ جو قرآن کو جانتے ہی نہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے وہ بیوت کے معنی گھر جو مٹی چونے گارے سے بنے ہیں سمجھتے ہیں۔ بستی کے معنی سمجھتے ہیں جہاں آبادی ہے۔ وہ بستی کو قریہ سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات فرماتے ہیں غلط ہے۔ کیا انہوں نے یہ آیت نہیں پڑھی؟۔
فَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ (ترجمہ) اے میرے نبی تو سوال کرلے اس قریہ سے بستی سے حضور کہتے ہیں کہ یہ بستی ہے اس سے پوچھ لو۔ تو کیا مراد ہے بستی کے مکانوں سے پوچھوں؟ کس سے پوچھو گے؟ اس بستی سے پوچھ لو۔ تو کیا معنی ہوئے؟ امام کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے مملوک کو بول کر مالک مراد لیا۔ شئے کو بول کر اہل مراد لیا۔ یعنی پوچھ لو اس قریہ سے فَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ (ترجمہ) سوال کرلو پوچھ لو اس گاؤں سے اس بستی سے تو کیا بستی سے پوچھو گے یا اہل بستی سے۔ تو اللہ تعالٰی نے قرآن میں جہاں کہا ہے۔ کہ وہ کون سے قریئے ہیں کہ ان قریوں میں داخل ہوجاؤ تو

توامن وامان میں آجاؤ گے۔ وہ کونسا بیت ہے کہ جس بیت میں آؤ گے توامن وامان سے رہو گے لوگوں نے نہیں سمجھا۔ چنانچہ ایک بہت بڑے بزرگ عالم مشہور حضرت کشاف الحقائق امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کرتے ہیں۔ وَجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا خدا قرآن میں کہتا ہے کہ ہم نے بیت یعنی گھر بنایا جو اس بیت میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا معنی سمجھے۔ "اس بیت میں داخل ہو گیا" تو وہ بزرگ تھے بہت بڑے امام۔ انہوں نے کہا کہ یہی کعبہ۔ یہی کعبہ ہے وہ بیت کہ جو اس بیت میں داخل ہو گیا وہ امن میں داخل۔ آپ نے فرمایا کہ عبداللہ ابن زبیر کہاں قتل ہوئے؟ کہا کہ جی کعبہ میں۔ کہا کہ ان کے ساتھی کہا جی کعبہ میں۔ کہا کہ یہ لوٹ مار جو ہوتی ہے چاروں طرف اسی گھر کے قزاق چوریاں کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں یہ کہاں؟ کہا کہ جی اسی بیت کے اگرد، تو کہا پھر یہ تم نے کیا کہہ دیا۔ کہ جو اس گھر میں آگیا امن میں آگیا۔ اس گھر میں اگر امن ہوتا تو حسینؑ کیوں چھوڑ کر جاتے (صلوٰۃ)

یہ بشیر کی ابھی زبان سے نکل گیا ان کی عنایت سے کہ اگر امن ہوتا تو حسین کیوں اس گھر کو چھوڑ کر جاتے تو تم غلط سمجھے ہو بیت۔ بیت کے معنی تم جو سمجھے ہو کہ یہ کعبہ ہے تو اس میں بیٹھ کر شراب پی گئی، قرآن پر تیر مارے گئے، اسکو ڈھایا گیا، اس کے پردوں کو آگ لگائی گئی، اور عبداللہ ابن زبیر کو اندر قتل کیا گیا۔ تو خدا کہتا ہے کہ جو اس بیت کے اندر آگیا امن میں رہے گا۔ بیت سے مراد تم اینٹ گارے کا بیت سمجھے۔ بیت کیا امن دے گا! یہ کیا بچائے گا! وہ آپ محتاج وہ گر گیا تو گر گیا۔ ابراہیم و اسمٰعیل نے بنایا تو بن گیا۔ وہ تو خود محتاج وہ کیا امن دے گا! انہوں نے کہا کہ پھر کیا مراد۔ تو آپ نے فرمایا بیت سے مراد بیت (کعبہ) نہیں۔ جیسے قریہ سے مراد فقط قریہ نہیں

پوچھ لو قریہ والوں سے تو اس سے مراد گاؤں نہیں بلکہ گاؤں والے اسی طرح بیت سے مراد گھر نہیں بلکہ گھر والے یعنی اہل بیت۔ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو میرے اہلبیت کے پاس آجائے گا وہ امن میں رہے گا۔ قیامت میں اس کو کوئی خوف نہیں ہو گا۔ امن و امان کے ساتھ خدا کے دربار میں پیش ہو گا۔

میں عرض کر رہا ہوں کہ لوگوں نے لفظ قدر کو نہیں سمجھا۔ اس لئے بڑے اختلافات ہو گئے اور اگر میں ان کی تشریحات کروں کہ یہ کس نوع کو کس طرح بنایا، کس جنس کو کن حدود میں بنایا، تو اتنا وقت کہاں اور اتنا مجھے علم کہاں کہ میں تمام انواع و اقسام کائنات کو بیان کر سکوں۔ یہ تو وہ جانتا ہے ان کی قدروں کو ان کی حدود کو کہ جس نے بنایا۔ اور یا وہ جانتے ہیں کہ جن کے سامنے بنایا ہے۔ (صلوٰۃ)

میں تو اُنہیں کے ارشادات کی روشنی میں عرض کر رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ جانوروں کی حدیں مقرر کیں۔ انسانوں کے حدود متعین کیے۔ ملائکہ کیلئے پابندیاں حدود کی بنا دیں۔ اور ان تینوں کو تم نے نہ سمجھا تو تم نے اپنے کو نہ سمجھا۔ اور جب اپنے کو نہ سمجھا تو خدا کو نہ سمجھا۔ جس نے اپنے کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا جو اپنے کو ہی نہیں پہچانتا وہ خدا کو کیا پہچانے گا۔ خود کو پہچانو۔ جتنے ہو اتنے رہو۔ اپنے حدود میں رہو۔ (صلوٰۃ) تو اللہ سمجھ میں آئے گا۔ اس مسئلہ کو حضرت مجدد مذہب شیعہ علامہ مجلسی علیہ رحمتہ نے اس طرح بیان فرمایا۔ یعنی میں آپ کو بتدریج لے جا رہا ہوں اس مخلوق کی طرف کہ جو کائنات سے پہلے بنا۔ اور کائنات کا سردار اور کائنات کے انقلابات میں اللہ نے اس کو اذن دیا۔ یہ اذن کے معنی بتانے کے لئے آپ کو لئے جا رہا ہوں۔ ایک ہی ہستی ہے۔ اور وہ ہستی ہے کہ جس کے

کلمہ کو خدا نے اپنے ساتھ ملا کر ہم پر واجب کر دیا ہے۔ آج لا الہ الا اللہ ہے۔
مگر ابراہیم خلیل اللہ نہیں ہے۔ آج لا الہ الا اللہ ہے موسیٰ کلیم اللہ نہیں ہے،
آج لا الہ الا اللہ ہے مگر عیسیٰ روح اللہ نہیں ہے مگر آج لا الہ الا اللہ ہے
ہے تو محمد رسول اللہ ہے اور رہے گا۔ (صلواۃ) جب تک لا الہ الا اللہ
چلے گا محمد رسول اللہ بھی رہے گا۔ (نعرہ رسالت صلواۃ)

پہلے تو میں آپ کو مخلوقات کی قدریں بتا رہا ہوں کہ ان کے اقدار کو پہچانو۔
اور جب آپ نے ان کو نہیں پہچانا تو حضور کو آپ کیا پہچانیں گے۔ میں یہی قدریں
بتا رہا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں دی ہیں مسلمانوں سوچو غور کرو۔ اللہ
نے بہت سے انسانوں کو کہہ دیا ھُمْ کَالْاَنْعَامِ یہ تو جانور ہیں مثل جانوروں
کے بَلْ ھُمْ اَضَلُّ بلکہ اس سے بھی بدتر۔ انسان ہیں مگر جانوروں سے بدتر
کیوں؟ کیوں کہا؟ قدروں کو دیکھیں گے تو بات سمجھ میں آئے گی۔ کیوں فرمایا اللہ
نے جانوروں کے حدود کو دیکھو۔ جہاں جہاں میری آواز جا رہی ہے سمجھنے کی
کوشش کریں۔ اور اسلام کا مفہوم سمجھیں کہ اسلام کیا ہے۔ کبھی انشاء اللہ موقع ملا
تو اسلام پر بھی آیندہ کچھ تقاریر پیش کروں گا۔ کہ اسلام کیا ہے لوگ کیا سمجھے۔ اور
اختلافات ہو گئے۔ اختلافات کو رحمت سمجھے۔ میں نے کبھی بتایا تھا آپ کو شاید میں
دہرا چکا ہوں۔ نہیں تو آج سن لیجئے۔ جب ہم مولوی آپس میں اختلافات کرتے ہیں
تو ہم سے فطری طور پر نفرت ہونے لگتی ہے۔ ہوتی ہے یا نہیں؟ اسکو کوئی مولوی روک
نہیں سکتا میں اپنی صنف کو کہہ رہا ہوں مولویوں کو کہہ رہا ہوں۔ اور چاہے وہ سنی
ہوں یا شیعہ ہوں کوئی ہوں مولوی ہوں تو جب باہمی اختلافات ہوں تو عوام کو

نفرت ہوتی ہے شکایت ہوتی ہے۔ کشیدگیاں پیدا ہوتی ہیں تو ہم نے آپ لوگوں کو مطمئن کرنے
کے لئے حضور کی ایک حدیث یاد کر لی ہے وہ حدیث ہم پیش کیا کرتے ہیں۔ کہ آپ لوگ ہم
سے متنفر نہ ہوں اور ہم سے وابستہ رہیں۔ وہ حدیث کیا ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام
کے سامنے پیش کی گئی۔ ہماری جمعیتیں جدا جدا ہیں۔ کئی کئی قسم کی جمعیتیں ہیں۔ سب
مولویوں نے بنائی ہیں اور جب جھگڑا ہوتا ہے تو لوگ ہم سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ ملتے
کیوں نہیں۔ سب حدیث پڑھتے ہیں کیا؟ (حدیث) اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ۔
یہ پڑھتے ہیں۔ میرے سامنے بھی پڑھی گئیں اور ایک عالم سے گفتگو میں پڑھی گئیں۔
ایک جماعت کے بہت بڑے امیر سے چھ گھنٹے گفتگو ہوئی تو میں نے سمجھا کہ ان کو فنون
ضرور یاد ہیں۔ علوم یاد نہیں ہیں۔ انہوں نے اہل فن سے لیا ہے میں نے اہل علم سے
لیا ہے۔ (صلواۃ)

تو میں تو یہی سمجھا۔ اب آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ تمام میرے بھائی سنی
شیعہ دونوں میرے بھائی ہیں۔ اہلسنت و اہل تشیع دونوں میرے بھائی۔ دینی بھائی
اسلامی بھائی۔ ہمارا دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارا اسلام میں کوئی اختلاف نہیں۔
اگر ہے تو راستے میں۔ دین میں نہیں ہے۔ مذہب میں اختلاف ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ
عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (ترجمہ) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔ اور ہم سب مسلمان
کہلاتے ہیں۔ آپ پوچھ لیجئے میرے سنی بھائی سے دین کیا ہے کہے گا اسلام۔ شیعہ سے
پوچھئے تیرا دین کیا ہے کہے گا اسلام۔ آپ افغانی سے پوچھئے، ایرانی سے پوچھیئے،
عرب سے پوچھیئے۔ کہے گا دین اسلام۔ یہ لایا کون؟ کہ جی محمد رسول اللہ لانے
والے اس کے۔ تو دین بنانے والا کون؟ کہے گا خدا۔ خدا نے اسلام بنا کر حضور کے

ذریعے بھیجا۔ تو ہم اس میں دونوں مشترک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔
ہم سب ایک۔ کوئی مولوی آپ سے یہ کہے کہ ہم میں اور بھائی اہلسنت میں دین کا فرق ہے تو غلط کہتا ہے۔ دین میں اختلاف ہی نہیں۔ دین بنتا ہے نبی سے۔ جب نبی ایک تو دین ایک۔ نبی بدلے تو دین بدلے۔ (صلوات)

ہمارا تو سب سنی شیعوں کا دین ایک ہے۔ تو ہمارا دین کیوں بدلے۔ دین تو ان کا بدل گیا جن کا نبی بدل گیا ہم تو بس ایک نبی کے ماننے والے ہیں ہم تو دینی بھائی ہیں۔ اختلاف کا ہے میں ہے۔ اختلاف دین میں نہیں۔ اور دین سے بنتی ہے قوم۔ اور دوسرا لفظ کہہ دوں کہ ہم میں اگر آپس میں کوئی اختلاف ہے تو وہ مذہب کا ہے۔ دین کا نہیں۔ دین کا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اختلاف مذہب کا ہے۔ مذہب کسے کہتے ہیں؟ مذہب وہ راستہ جو دین تک لے جائے۔ مذہب کے عربی میں معنی ہی راستہ ہیں۔ تو مذہب وہ راستہ ہے جو دین تک لے جائے۔ راستے میں اختلاف ہے۔ راستے الگ الگ ہیں۔ منزل ایک ہے یعنی حضور تک جانا۔ حضور تک لے جانیوالے راستے الگ راستہ کیسے بنتا ہے؟ دین بنتا ہے نبی سے راستہ بنتا ہے امام سے۔ دین ایک کیونکہ نبی ایک۔ مذہب الگ کیوں کہ امام الگ الگ۔ اگر امام بھی ایک ہی ہوتا تو راستہ بھی اور مذہب بھی ایک ہی ہوتا۔ مذہب الگ ہو گئے امام کی وجہ سے۔ کیونکہ امام الگ ہو گئے۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے اس نے بارہ امام عطا کیے۔ امام میرے بارہ مذہب میرا ایک۔ کیونکہ جو ایک نے کہا وہی سب نے کہا۔ (صلوات)

تو اب ہم میں اور ہمارے اہلسنت بھائیوں میں دین کا کوئی اختلاف نہیں۔

دین سے بنتی ہے قوم۔ جن کا کوئی اختلاف نہیں۔ اور جن کا مذہب ایک اس سے بنتا ہے فرقہ۔ میرے لفظ یاد رکھیے گا۔ مذہب سے بنتا ہے فرقہ اور جو ایک مذہب والے وہ ایک فرقہ۔ قوم بنتی ہے دین سے جو ایک دین والے وہ ایک قوم۔ فرقہ بنتا ہے مذہب سے مذہب امام سے۔ دین نبی سے۔ تو قوم تو ہم ایک ہیں فرقے الگ ہیں حضور نے کب کہا تھا۔ تو جہ۔ کہ میرے بعد میری امت کی بہتر یا تہتر قومیں ہوں گی یہ کہا تھا کہ فرقے بہتر یا تہتر ہوں گے۔ (صلوات)

حضور تو یہ کہہ گئے تھے کہ فرقے ہو جائیں گے۔ بہتر یا تہتر۔ یہ نہیں کہتا ہوں کہ نئے نئے پیشوا بنے ان کے ماننے والے فرقے بن گئے تو فرقے کے ساتھ یہ جو اخوت کہتے ہیں۔ ہم بھائی بھائی۔ سنی شیعہ کہتے ہیں کہ ہم بھائی بھائی ہمارا دین ایک۔ حضور نے جو بنیاد اخوت دین کو قرار دیا اور دنیا جو غلط اصول بنا بیٹھی تھی اس کو حضور نے شکست دی۔ توڑ دیا۔ لوگ بنا بیٹھے تھے کہ قوم بنتی ہے نسل سے۔ قوم بنتی ہے زبان سے قوم بنتی ہے وطن سے حضور نے تینوں باتوں کو غلط اور باطل قرار دیا۔ فرمایا کہ نہ قوم نسل سے نہ قوم بنتی ہے زبان سے نہ قوم بنتی ہے وطن سے کہ جن کا وطن ایک وہ قوم۔ جنکی نسل ایک وہ قوم جن کی زبان ایک وہ قوم غلط۔ حضور نے اپنے حقیقی چچا ابولہب کا بائیکاٹ کیا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ میری ان سے کوئی رشتہ داری نہیں۔ ترک موالات نہ کھانا پینا نہ سلام دعا۔ بالکل بائیکاٹ۔ حقیقی چچا نسل ایک۔ وطن دیکھو تو وطن ایک۔ محلہ ایک۔ گھر ایک۔ ایک ہی دروازے سے آتے اور جاتے پھر زبان جو حضور بولتے وہی عربی ابولہب بھی بولتا۔ زبان بھی ایک وطن بھی ایک گھر بھی ایک نسل بھی ایک لیکن بائیکاٹ۔ کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور ایک بوڑھا جس کا وطن اور نسل اور

زبان الگ ہے فرمایا سَلمَانُ مِنَّا اَھلُ البیتِ ۔ (صلوات)

حضور سرکار دوجہاں نے ان بتوں کو توڑا یہ نسل کے بت یہ وطن کے بت یہ زبان کے بت جن کی زبان دو وطن ایک یہ غلط۔ کوئی کچھ زبان بولے۔ دین جن کا ایک ہو جائے ایرانی ہو چاہے افغانی ہو چاہے حجازی ہو۔ جب دین ایک تو ایک قوم۔ یہ آپس میں وطن پر نہ لڑیں۔ جو وطن پر لڑے سمجھ لو دین سے ہٹ گیا۔ جو زبان پر بحث کرے سمجھو وہ دین سے ہٹ گیا۔ حضور نے تو دین کو دار و مدار قومیت بنایا۔ بنیاد و معیار دین ہے۔

آج ہم کیوں رنجیدہ ہیں کہ ہمارے بھائیوں پر فلسطین میں جو ظلم و ستم ہوا ہمیں دکھ ہے ہر وقت دعائیں کرتے ہیں کیوں؟ ان کی نسل تو اور ہے ان کا وطن بھی اور ہے اور ان کی زبان بھی اور ہے۔ لیکن مسجدوں میں کیوں دعائیں مانگتے ہیں کیوں آپس میں مل کر ان کی مدد کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ کیونکہ دین ایک ہے۔ بات سمجھ میں آگئی؟ جب ہم مولوی آپس میں لڑتے ہیں تو آپ لوگ ہم سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو کس طرح پھانسے رکھیں۔ آپ کسی طرح نکلنے نہ پائیں۔ تو پھر ہم کیا کرتے ہیں؟ حضور کی حدیث کی آڑ لیتے ہیں۔ اس کے لفظ یہ ہیں جو ہم مولوی ادا کرتے ہیں۔

اِختلافُ اُمّتی رَحمۃٌ (ترجمہ) میری امت کا آپس میں جھگڑا تنازع رحمت خدا ہے۔ جب ہم یہ پڑھ دیتے ہیں۔ تو لوگ سر جھکا لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ تو حضور کا حکم ہے مان لو۔ اور جو جھک جاتے ہیں وہ پھنس جاتے ہیں۔ یہی پڑھا گیا ہمارے چھٹے امام کے سامنے تو امام نے فرمایا کہ اگر یہی معنی ہیں حدیث کے (میرے مولا نے انکار نہیں کیا کہ میرے نانا کا کلام نہیں ہے مگر معنی سے انکار کیا) تو یہ غلط ہیں۔ تم سمجھے ہی نہیں۔ حدیث ہی کو نہ سمجھے۔ وہ الفاظ کیا ہیں۔ اِختلافُ اُمّتی رَحمۃٌ یعنی

میری امت کا اختلاف باہمی جھگڑا آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت رحمت خدا ہے۔

تو امام نے کیا جواب دیا؟ علوم اہلبیت کی شان ہی اور ہے۔ آپ نے کیا فرمایا؟ کہ اگر امت کا آپس میں اختلاف رحمت ہے تو فَاِتّفاقُھُم عَذَابٌ تو اتفاق عذاب ہے۔ (صلوات)

امام نے ایک ہی جملہ کہا کہ اگر اختلاف رحمت ہے اور آپس میں امت لڑتی ہی رہے اور کہا جائے کہ یہی رحمت ہے۔ تو ان کا آپس میں متفق ہونا، آپس میں اتفاق کر لینا عذاب ہے۔ جب یہ سب مل گئے اور ایک ہو گئے تو عذاب آئے گا لڑتے رہے تو رحمتیں ہی رحمتیں۔ جب میرے مولا نے یہ بات کہی تو وہ گھبرا گئے اور گھبرا کر کہا کہ کیا یہ ہے نہیں آپ کے نانا کا کلام۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے تو میرے نانا کا کلام مگر تم معنی غلط سمجھے۔ کہنے لگے کہ پھر کیا معنی؟ پھر آپ نے علمی روشنی ڈالی اور قرآن کی آیتیں پڑھنی شروع کیں۔ میں صرف دو لفظ کہنا چاہتا ہوں۔

میرے تمام بھائی سنی و شیعہ دونوں بھائی سنیں۔ میرے امام فرماتے ہیں۔

سنو۔ قرآن مجید میں اختلاف کے معنی تم نے نہیں پڑھے۔ اختلاف نکلا ہے خلف سے مادہ اس کا خلف ہے۔ اس سے بنا اختلاف۔ جیسے فعل اس سے بنا افتعال۔ نصر مدد کرنا۔ نصر سے انتصار۔ فعل سے افتعال۔ تو خلف مادہ۔ خلف کے معنی پیچھے آنا۔ ایک کا آگے آنا ایک کا پیچھے آنا۔ اور اسی لئے کہتے ہیں خلفِ اکبر۔ جو پیچھے آرہا ہے باپ کے وہ خلف کہلاتا ہے جو پیچھے آتا ہے وہ خلیفہ وہ بھی پیچھے آتا ہے۔ اسی لئے اس کا مادہ بھی یہی ہے تو آپ نے آیت پڑھی سنو آیت! خدا نے اختلاف کے معنی خود بتائے ہیں۔ خدا فرماتا ہے اِنّ فی اختلافِ اللّیلِ والنّھارِ۔ کہ رات اور دن کے اختلاف سے اللہ کو پہچانو۔ اختلاف رات اور دن کا کیا؟ یہ آپس میں جھگڑا

کرتے ہیں! جب رات ہوتی ہے تو دن نہیں ہوتا اور جب دن ہوتا ہے تو رات نہیں ہوتی
ان کا جھگڑا ہی کہاں ہے؟ تو کیا معنی سمجھے اس کے اِخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ کہ
رات اور دن کے آنے اور جانے میں ایک آگے آگیا ایک پیچھے آیا پھر وہ آگے گیا پھر پیچھے
اختلاف کے معنی آمد و رفت۔ (صلوات) یکے بعد دیگرے آنا۔ آمد و رفت جیسے
شب و روز کے بعد یکے بعد دیگرے آنا جانا اُسی معنی میں خدا نے کہا۔ اختلاف لیل و نہار
ایک چلی جاتی ہے چیز دوسری آجاتی ہے۔ ایک کا جانا دوسرے کا آنا۔ تو اس آمد و رفت
کو عربی میں اختلاف کہتے ہیں۔ تو میرے نانا نے سچ کہا کہ اُخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ
میری امت کا یکے بعد دیگرے میرے پاس آنا جانا رحمت ہے۔ (صلوات)
آمد و رحمت امت کا رحمت ہے نہ کہ جھگڑا کرنا امت کا رحمت ہے۔ جھگڑے سے قتل و
فساد ہوئے اور آج ہم میں اختلاف ہوئے۔ میں چاہتا ہوں کہ سنی شیعوں کی نفرتیں ختم ہوں
آپس میں ملیں، بیٹھیں۔ ہمارا مقام و منزل ایک ہے حضور کے دربار میں ہمارا دین ایک ہے
میں چاہتا ہوں جزوی اختلاف کو دور کر دوں۔ انہیں الفاظ کو میرے مولا امام جعفر صادقؑ کے
دادا سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے اس طرح فرمایا ہے میں وہ جملے پڑھتا
ہوں۔ آپ ادبیت کو سمجھیں۔ امام حسین علیہ السلام کو بیعت کے لئے ولید بن عقبہ نے
بلایا۔ گورنر مدینہ نے بلایا اور کہا کہ آؤ یزید کا خط آیا ہے۔ آکر سنو۔ آپ نے تیاری کی
لباس پہنا، قبا، عبا، کمر بند باندھا (یہ کمر بند جانتے ہیں آپ یہ پنجابی نہ سمجھا کریں
یہ جو کمر پر یہاں باندھا جاتا ہے۔ عرب کو دیکھا ہے آپ نے یہ اس جگہ کمر کے
اوپر باندھا جاتا ہے۔ قبا کے اوپر۔ اوپر سے عبا ہوتی ہے۔ یہ لباس ہے عرب کا
اس کا تعلق پاجامہ سے نہیں ہے۔ پاجامہ کا کمر بند نہیں ہے) جب میرے مولا تیار

ہو کر جانے لگے تو آپ کی بہن بی بی زینب نے دیکھا کہ میرا بھائی تیاری کر رہا ہے کہیں جانے
کی۔ فوراً پوچھا کہ بھائی کہاں۔ کہا کہ مجھے گورنر نے بلایا ہے تو بی بی نے عرض کی (محبت ہے
حسین سے اور اتنی محبت ہے کہ بار بار کہا کرتی تھیں۔ اَنْتَ عَلَامَۃٌ مِنْ جَدِّیْ وَاَبِیْ
وَاُمِّیْ وَاَخِیْ کہ اے حسین اب تمہیں میرے نانا کی نشانی ہو، تمہی میری ماں کی نشانی
تمہیں میرے بابا کی نشانی، تم میرے بھائی کی نشانی ہو، اس لئے میں تم سے زیادہ محبت
رکھتی ہوں) میری خواہش ہے اکیلے نہ جانا۔ اعتبار اُٹھ گیا ہے درباروں کا۔ اپنے
ساتھ کچھ ہاشمی خاندان کے لوگ لے جاؤ۔ جب یہ کہا کہ ہاشمی خاندان کے افراد لے جاؤ
تو حسین نے فرمایا کہ بہن مجھے تنہا بلایا ہے۔ تو بی بی عرض کرتی ہیں۔ کہ تم تنہا جانا اندر
لیکن ہاشمی خاندان کے جوان باہر دروازے کے کھڑے کر دینا۔ یہ کھڑے رہیں گے۔ اگر
اندر کوئی خطرہ ہو تو تم آواز سے پکار لینا۔ یہ فوراً موجود ہو جائیں گے۔ یہ مان لیا حسین نے
اٹھارہ جوان بنی ہاشم کمربستہ ہو کر تلواریں لے کر آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جن کو
دروازہ پر چھوڑا دارالامارہ پر اور آپ نے دق الباب کیا۔ وہاں سے دروازہ کھولنے
والا دربان پہنچا۔ زنجیر کھولی در کھولا۔ آپ اندر داخل ہوئے اندر داخل ہوتے ہی دربان
نے دروازہ بند کیا۔ زنجیر لگائی اس نے قفل لگا کر بند کر دیا۔ آپ آگے بڑھے جہاں
درباری بیٹھے تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے تعظیم بجالائے۔ آپ کو کرسی پر بیٹھایا اور ایک
خط دیا۔ وہ خط جیب سے نکال کر گورنر نے پیش کیا۔ جب وہ خط پڑھا (کیونکہ سب
پڑھ چکے تھے۔ ایک ایک سطر پر ان کی نظر تھی) حسین جب پڑھنے لگے۔ تو ان کی نظر
کہ اب کہاں تک پہنچ گئے اب پڑھتے پڑھتے کہاں تک پہنچ گئے۔ جب وہاں تک پہنچے
یعنی آخر سطروں تک تو مسکراتے لگے۔ حسین مسکرانے لگے۔ یہ لوگ حیران ہو گئے۔

کہ آخری سطروں کو پڑھ کر مسکرا رہے ہیں۔ آخری سطروں میں کیا تھا۔ کہ اگر یہ بیعت کر لیں حسین۔ تو فبہا اور اگر نہ کریں تو میرے اس خط کے جواب میں حسین کا سر بھیجو۔ یہ تھا۔ تو جب وہ سر کا لفظ آیا "کہ بیعت نہ کریں تو قتل کر دو" حسین پڑھ کے خوش ہونے لگے کہ میں تو اس باپ کا بیٹا ہوں جو موت سے کھیلا کرتا ہے اسے نہیں پرواہ وَاللهِ لَابْنُ اَبِی طَالِب اٰنَسُ بِالموتِ مِنَ الطِّفلِ بِثَدْیِ اُمِّہٖ (ترجمہ) خدا کی قسم ابوطالب کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچّہ اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں۔ ابوطالب کا بیٹا کبھی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ وہ خود موت پر جا پڑا یا موت اس پر آ پڑی وہ تو کھیلتے ہیں موت سے اس لئے آپ مسکرانے لگے کہ مجھے موت سے ڈرایا جا رہا ہے جب یہ لفظ پڑھے۔ ایک جملہ یاد آ رہا ہے۔ بھول نہ جاؤں وہ جملہ بھی کہہ دوں۔ انہیں کے بیٹے نے جب یزید نے قتل کا ارادہ کر لیا تو امام زین العابدین نے کہا اَ تُهَدِّدُنِی بِالْقَتلِ اَلْقَتْلُ لَنَا عَادَةٌ وَکَرَامَتُنَا شَهَادَة (ترجمہ) تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ قتل ہونا تو ہماری عادتیں ہیں۔ مجھے ڈراتا ہے یہ لفظ کہے تھے۔ تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ قتل سے ڈراتا ہے قتل سے نہیں ڈرتے شہید ہو جانا ہماری کرامت ہے خدا نے فرمایا۔ اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ۔ اگر ولی بننا چاہتے ہو تو پہلے موت کی تمنا کر دیہ قرآن نے بھی کہا ہے۔ جب امام حسین نے خط پڑھ کر مسکرا کر جواب دیا اَیُّهَا الْاَمِیْرُ او گورنر۔ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ نَحْنُ اَهْلُ بَیْتِ النُّبُوَّةِ (علی کے خطبے تو سنتے رہے آپ۔ آج سید الشہداء کا خطبہ سنیئے) اے گورنر ہم کیا ہیں ہم اہل بیت نبوت ہیں ہم نبوت کے گھر کے اہل ہیں۔ نبوت کے گھر کے اہل۔ آپ نے یہ سمجھا، کیا کہا حسین نے۔ حسین نے ایک آیت کی تفسیر کر دی ہم بیت النبوت

کے اہل ہیں۔ بیت النبوت کے بیت النبی کے نہیں۔ بیت النبی تو دیواروں سے بنا۔ نبی کا گھر کھجور کی لکڑیوں کی چھت تھی۔ دروازے، اینٹیں وغیرہ مٹی سے ہم اس مکان کے نہیں جن میں ازواج النبی رہتی تھیں۔ ہم تو اہل ہیں بیت النبوت کے اور بیت النبوت یہ لکڑی اور مٹی کا گھر نہیں۔ نبوت کا گھر۔ تمہیں نہیں معلوم نبوت کا گھر کیسے بنا لفظ خاتم النبین کی تفسیر پڑھو۔ آیات قرآن کی۔ اَلنَّبِیُّ لِبَنَةُ النُّبُوَّةِ۔ ہر نبی نبوت کی اینٹ ہے اور اس سے خدا نے بیت النبوت بنایا جسمیں ایک لاکھ چوبیس ہزار اینٹیں لگیں یہ تواریخ کی اینٹ نہیں۔ کیسی ہے اینٹ نبوت کی۔ کوئی صفی اللہ کوئی خلیل اللہ کوئی ہبۃ اللہ کوئی کلیم اللہ کوئی حبیب اللہ کیسی کیسی اینٹیں۔ جب یہ اینٹیں لگیں تو ان سے مل کر بیت النبوت بنا۔ نبوت کا گھر بنا۔ اس کے اہل ہم ہیں (صلوات)

اور یہ کیسے بنا۔ پہلی پہلی اینٹ صفی اللہ آدم۔ یہ زمین پر رکھی گئی۔ مکان شروع ہو گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة (ترجمہ) میں اپنی زمین پر خلیفہ بنا رہا ہوں۔ آدم کو خلافت زمین پر دی گئی۔ دوسری اینٹ اور بلند۔ یہ اینٹیں رکھی جا رہی ہیں۔ بیت بلند ہو رہا ہے۔ اگر میں یہی بیان شروع کر دوں کہاں تک بیان کروں رات ہو جائے نہیں ختم ہو گا۔ مجمل کہہ دوں کہ بلند ہوتے ہوتے جب حضرت موسیٰ کا زمانہ آیا۔ اور موسیٰ کی اینٹ رکھی گئی تو یہ گھر طور پر پہنچا۔ اب زمین پر باتیں نہیں ہوتیں۔ اب طور پر باتیں ہوتی ہیں۔ اور جب حضرت سلیمان پیغمبر کی اینٹ رکھی گئی۔ تو اب یہ گھر ہوا میں اڑنے لگا۔ ہوا میں فیصلے۔ عدالت لگتی ہے ہوا میں تخت بچھایا جاتا ہے ہوا میں۔ اور جب عیسےٰ کی اینٹ آئی تو چوتھے آسمان پر پہنچا۔ اور جب رسُول کی اینٹ آئی۔ خاتم النبین کی اینٹ تو قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچا۔ (صلوات)

اب جب یہ اینٹ رکھی گئی گھر میں تو اب یہ مکان بیت النبوت تحت الثریٰ سے چلا قاب دو قوسین او ادنیٰ تک پہنچا۔ اور جب حضور کی اینٹ وہاں پہنچ گئی تو اب اگر کوئی نئی اینٹ آئے تو رکھو گے کہاں (صلوٰۃ) یہ مکان یہ بیت النبوت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتایا۔ علماء نے لکھا۔ مفسرین بتا کر گئے مگر بشیر کو توجہ ہوئی اکہ بیت النبوت بڑا شاندار بتا دیا کہ تحت الثریٰ سے شروع ہو کر قاب قوسین پر ختم کہاں پہنچ گیا یہ بیت النبوت۔ اللہ نے بیت تو بنا لیا کوئی اس کا دروازہ بھی بنایا یا نہیں۔ اور دروازہ ایسا ہو کہ گھر سے جدا نہ ہو۔ اگر ایسا ہو کہ گھر ہوا میں ہو تو دروازہ بھی ہوا پر اور اگر قاب قوسین پر ہو تو وہاں بھی چاہیئے دروازہ۔ (صلوٰۃ)

تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیت النبوت بنایا اس کے وارث ہم ہیں۔ اس کے اہل ہم ہیں۔ ہم ہیں اس کے اہل آپ نے فرمایا نَحْنُ اَهْلُ بَيْتِ النُّبُوَّةِ۔ نبوت کے گھر کے وارث ہم ہیں۔ دوسرا جملہ وَمَعْدِنُ الرِّسَالَةِ (ترجمہ) رسالت کی کان ہم ہیں۔ جیسے سونے کی کان۔ چاندی کی کان۔ فیروزہ کی کان۔ تو رسالت کی کان ہم ہیں جتنے نبی رسول بنے ہمارے نور سے نکل نکل کر بنے۔ فضائے نور ہم سے ہے۔ ہم اسکی کان ہیں۔ اور اس کے بعد تیسرا جملہ جس کے لئے زحمت دی آپ کو۔ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ ہم ہیں مختلف ملائکہ کے یعنی اختلاف کی جگہ یعنی آمد و رفت ملائکہ کی جگہ ہم ہیں (صلوٰۃ)

یہ ہیں اختلاف کے معنی۔ یہ اختلاف کے معنی ہمیں بتائے کہ فرشتوں کے آنے جانے کی جگہ ہم ہیں۔ ہم فرودگاہ ہیں۔ ملائکہ کی آنے جانے کی جگہ۔ ہمارے پاس ملائکہ اترتے ہیں۔ تمہارے پاس کیوں نہیں آتے تم گورنر ہو۔ تمہارے پاس کیوں نہیں آتے۔ کوئی چکی پیسنے آتے ہیں۔ کوئی لوریاں دینے کوئی درزی بن کر آ رہا ہے۔ کوئی بہلا

رہا ہے۔ یہ تو ہمارے گھر آتے جاتے رہتے ہیں۔ تمہارے پاس تو نہیں آتے۔ کل فرشتوں اور جانوروں کا بیان سنیئے گا۔ چوتھا فقرہ کیا ہے بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ وَبِنَا خَتَمَ اللّٰهُ (ترجمہ) ہم سے اللہ نے دنیا کو شروع کیا۔ بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ خدا نے دنیا کو ہم سے شروع کیا۔ ہم اول ہیں ہم۔ ہم سے شروع ہوئی کائنات۔ وَبِنَا خَتَمَ اللّٰهُ۔ اور ہم پر ختم ہو گی۔ اول بھی ہم اور آخر بھی ہم۔ (صلوٰۃ)

ہم سے کہتے ہو بیعت۔ جب آپ نے یہ خطبہ پڑھا۔ خطبہ سن کر اتنا اثر حاضرین پر ہوا کہ گورنر نے کہدیا۔ صَدَقْتَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ اے فرزند رسول جو کچھ تم نے نطق کیا ہے جو بات کہی تم نے سچ کہی۔ تم ایسے ہی ہو کچھ شک و شبہ نہیں۔ یزید غلطی پر ہے۔ کہ تم سے بیعت مانگتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ تمہاری بیعت کرے۔ یہی خطبہ کل اپنے نانا کی مسجد میں پڑھ دینا۔ لوگوں کو میں جمع کر دوں گا تمام شہر والوں کو میں جمع کر دوں گا۔ اپنی شان بتانا سب قبول کریں گے۔ یہ کہہ کر فیصلہ ہوا۔ حسین کھڑے ہو گئے۔ جب حسین کھڑے ہوئے اور چلنے کا ارادہ کیا تو گورنر کی پشت پر مروان بیٹھا تھا۔ یہ وہی ہے جس کو نکالا گیا تھا۔ اس کو اور اس کے باپ کو مدینہ سے باہر نکالا گیا۔ یہ بیٹھا تھا یہ کھڑا ہو گیا اور کھڑے ہو کر کہتا ہے گورنر سے۔ گورنر! حسین تو زندہ جا رہے ہیں۔ حکم دے جلادوں کو آواز دے انہیں قتل کر دے۔ جب اس نے یہ لفظ کہے تو میرے مولا کی نظر مروان پر پڑی یوں دیکھا اور دیکھ کر فرماتے ہیں۔ (میں وہ لفظ پڑھتا ہوں۔ امام حسین کہے) يَا ابْنَ الزَّرْقَاءِ اَنْتَ تَقْتُلُنِيْ (ترجمہ) او نیلی آنکھ والی کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا۔ تو مجھے قتل کرے گا۔ یہ لفظ بلند ہو گئے۔ اور آواز انہوں نے سن لی جن کو زینب نے بھیجا تھا۔ ان اٹھارہ جوانان ہاشمی نے سن لی۔ یہ آواز سن کر عباس

آگے بڑھے اور آپ نے ایک لات ماری دروازے پر۔ دروازے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ علی کا بیٹا ہے۔ پیروں میں وہی قوتیں ہیں۔ ایک لات ماری اور دروازہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اندر داخل ہو گئے۔ اٹھارہ جوانوں کی تلواریں نیام سے باہر چمکتی ہوئی۔ ہر ایک کی آواز، مولا جلدی بتاؤ کس نے بے ادبی کی ہے۔ کس نے گستاخی کی ہے۔ علی اکبر کا اس وقت اضطراب، بیقراری۔ ان لفظوں میں ہے۔ کہ اپنے باپ کے پاس آکر کہتے ہیں۔ بابا آپ بوڑھے ہو گئے۔ تو میں تو جوان ہوں۔ میری موجودگی میں جوان بیٹا موجود اور بابا کی بے عزتی ہو جائے۔ مجھے جلدی بتایئے کس نے کہا ہے۔ میں ابھی سر قلم کر دوں گا۔ کبھی عباس آگے آتے ہیں عباس کہتے ہیں۔ مولا غلام کی موجودگی میں یہ کس نے گستاخی کی ہے مجھے بتایئے۔ اس کی آنکھیں نکال لوں گا۔ فنا کر کے چھوڑونگا کس نے آپ کے ساتھ بے ادبی کی ہے۔ اب سارا ہاشمی خاندان بار بار کہہ رہا ہے کہ جلدی بتایئے اور آپ کھڑے ہو کر سروں پر ہاتھ پھیر رہے ہیں اٹھارہ نے حلقہ میں لیا ہوا حسین کو اپنے حلقے میں لیا ہوا تلواریں نکلی ہوئی ہیں۔ مدد کے لئے تیار ہیں ایک آواز پر پہنچ گئے۔

ہاشمیو! آج تم ایک آواز پر پہنچ گئے۔ کربلا میں آوازیں دے رہا ہے میرا مولا هَلْ مِنْ نَاصِرٍ۔ ارے کوئی ہے میرا مددگار۔ ہے کوئی میری فریاد سننے والا۔ تین آوازیں دی تھیں حسین نے کربلا میں تینوں آوازوں کو سنیئے پہلی آواز تھی هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا (ترجمہ) کوئی ہے میری مدد کرنے والا۔ جس کام کے لئے آیا ہوں کوئی ہے میرا مددگار۔ یہ پہلی آواز تھی۔ کیا ہوا۔ وہ لاشیں جو کربلا میں پڑی تھیں تڑپ تڑپ کے اٹھنے لگیں۔ زمین سے بلند ہونے لگیں اور آواز آئی لبیک، لبیک

غلام حاضر ہیں۔ غلام حاضر ہیں۔ موت نے مجبور کیا ہے ہمیں۔ زندگی عطا کر دے ہم تیری مدد کو آئیں۔ یہ پہلا اثر تھا۔ دوسری آواز دی۔ لفظ بدلے ہوئے هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا (ترجمہ) کوئی ہے فریاد سننے والا۔ جب یہ دوسری آواز حسین کی زبان سے نکلی تو خیمہ پر فضہ آگئیں کہا کہ خیمہ میں حسین جلدی آؤ۔ حسین جلدی خیمے میں آؤ۔ حسین آئے۔ کہا کیا ہے؟۔ زینب نے بتایا کہ دیکھو تمہاری جب سے آواز سنی ہے یہ بچہ زمین پر تڑپ رہا ہے نہ ماں کی گود میں رہتا ہے نہ جھولے میں آرام کرتا ہے تڑپ تڑپ کے خاک پر گرتا ہے۔ زمین پر گرتا ہے۔ ماں گود میں لیتی ہے تڑپ کر خاک پر گر جاتا ہے۔ جب سے آواز سنی ہے آپ کی۔ تیسری آواز اور آخری آواز۔ عزادارو! حسین کا غم منانے والو! تیسری آواز۔ حسین نے کس طرح دی۔ هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ۔ (ترجمہ) کوئی ہے حرم رسول کو پناہ دینے والا۔ حسین کبھی شہیدوں کے لاشوں کو دیکھتے تھے۔ اور کبھی اپنی تنہائی کو دیکھتے تھے۔ اور کبھی اہلبیت کو دیکھتے تھے خیموں میں۔ ایک مرتبہ تڑپ کر کہا هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ۔ ارے کوئی ہے پناہ دینے والا ان بی بیوں کو۔ ہائے حرم رسول کو ان لاوارث بچوں اور بی بیوں کو کوئی پناہ دینے والا ہے۔ جب یہ آواز نکلی آپ کے دہن مبارک سے خیمہ کا پردہ اٹھا حسین نے دیکھا بیمار امام کی کمر جھکی ہوئی۔ تلوار ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیچھے پیچھے زینب پکڑے ہوئے بیٹا۔ بیٹا باہر نہ جاؤ۔ جو باہر گیا واپس نہیں آیا۔ میرے بیٹے باہر نہ جاؤ۔ اُدھر حسین تیزی کے ساتھ پہنچے۔ پہنچ کر زین العابدین کو سینے سے لگایا۔ سینے سے لگا کر فرماتے ہیں۔ مَا ذَا تُرِيدُ يَا بُنَيَّ۔

(ترجمہ) بیٹا کیا حال ہے؟ بیٹا کیا ارادہ ہے؟ تو زین العابدین کہتے ہیں بابا آپ کی
اس آواز نے میرے دل کی رگوں کو توڑ دیا ہے۔ میرا بابا بلا رہا ہے۔ بی بیوں کو
پناہ دینے والا کون ہے؟ بابا میں حاضر ہوں کیا حکم؟ پوچھا بیٹا کیا چاہتے ہو؟ کہاں بابا
جہاں علی اکبر چلے گئے میں بھی وہاں جاؤں گا۔ جہاں میرا چچا عباس چلا گیا۔ میں بھی چلا
جاؤں گا آپ نے سینے سے لگایا (اور آخری چلے) سینے سے لگا کر کیا کہا اے میرے
بیٹے میرا امتحان ختم ہو رہا ہے اور تیرا امتحان شروع ہو رہا ہے۔ ابھی بی بیوں کو
رسیوں میں بندھا ہوا۔ بچوں کے گلوں کو رسیوں میں جکڑا ہوا۔ ان کو درباروں میں
لے جانا ہے ابھی بازاروں میں بھی جانا ہے۔ میرے بیٹے جب تم قید میں تکلیفیں
جھیل کے رہا ہو گے اور قید سے چھوٹ کر تم مدینے واپس جاؤ گے (حاضرین آپ
آپ کی یاد ہے مولا کو) تو دور دور سے میرے شیعہ آئیں گے۔ عورتیں بھی آئیں گی۔
مرد بھی آئیں گے۔ اور وہ تم سے پوچھیں گے کہ امام نے آخری وقت کوئی پیغام دیا
ہے۔ ہمارے لئے کوئی پیغام۔ تو میرا پیغام پہنچا دینا۔ کیا میں وہ پیغام پڑھ دوں
شِیْعَتِیْ مَا اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ۔

اے میرے شیعو! جب ٹھنڈے پانی کا گلاس تمہارے ہاتھوں میں آئے
تو مجھے یاد کرنا اور چھ مہینے کا بچہ علی اصغر۔ میرا بچہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ شیعوں کو
میرا سلام کہہ دینا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاہُ بِقَدَرٍ

ارشاد رب العزت ہے کہ بے شک اور بالیقین ہم نے کل شے کو پیدا کیا اور اس
کل شے کو ہم نے قدر کے ساتھ پیدا کیا۔ ہماری بنائی ہوئی کوئی چیز قدر کے بغیر نہیں
بنتی۔ قدر کے معنی آپ سمجھ گئے ہیں۔ صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ جس چیز کو ہم بناتے
ہیں بنانے سے پہلے جانتے ہیں کہ کیوں بنا رہے ہیں جب اس کو بناتے ہیں تو غرض
خلقت کو ملحوظ رکھ کر پھر اس کی تخلیق میں وہ صلاحیتیں اور قابلیتیں دیتے ہیں کہ جس کی
وجہ سے وہ غرض کو مکمل کر سکے اور پورا کر سکے۔ اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہوئی
اعلان ہو رہا ہے۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (ترجمہ) تم کبھی نہیں
دیکھو گے۔ رحمن کی تخلیق میں۔ رحمن کے بنانے میں جس کو وہ خلق کرے اس کے خلق کرنے
میں مَا تَرٰی تم کبھی نہیں دیکھو گے مِنْ تَفٰوُتٍ کسی قسم کا فرق کسی نوعیت کا
فرق۔ کسی لحاظ سے کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ کیونکہ ہم نے جس کو بنایا اس میں عیب نہیں
ہو سکتا۔ عیب تو ہو جب علم نہ ہو۔ بنانے والا جانتا نہ ہو۔ علم کی کمی ہو یا جانتا ہے مگر
طاقت کم ہے۔ ہم طاقت بھی رکھتے ہیں کُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم بھی ہیں اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

بھی اور غرض کو ملحوظ رکھ کر بناتے ہیں۔ تو ہمارے بنائے ہوئے میں کوئی عیب نہیں پاؤ گے۔ چیلنج ہے اللہ کا۔ کبھی ہمارے بنائے ہوئے میں عیب نہیں ہو گا۔ تمہاری ذمہ داری نہیں لیتے کہ تم جس کو بنالو اس میں عیب نہ ہو۔ یہ تو ہم اپنی ذمہ داری پر بیان کر رہے ہیں۔ یہ سن کر ایک شخص نے اعتراض کر دیا ہمارے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر۔ وہ عرض کرنے لگا کہ یہ لولے، لنگڑے اندھے، کانے، اپاہج یہ عیب نہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں حکماء فلاسفر نے بھی دھوکہ کھایا اور یہ جو ہزار ہا سال قدیمی مذہب آرین تھا۔ جس سے آریہ بنے۔ یہ اسی غلط فہمی میں رہے۔ وہ لنگڑے، لولے، اندھے، کانے دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا تو ظالم نہیں جو اندھے اور کانے بنائے گئے انہوں نے اپنی جون میں یعنی جنم میں غلطیاں کی ہوں گی۔ ان کی سزا خدا نے دی ہے جو لنگڑے، لولے، کانے ہو گئے۔ کوشش کروں گا آپ کے مسئلہ کا حل بتلانے میں۔ بیچ میں ایک جملہ معترضہ سن لیں خدا کے لئے میرے شیعہ بھائی چودہ معصوموں کا کبھی فوٹو نہ بنائیں نہ لگائیں۔ غلط ہے۔ گناہگار ہوں گے کیونکہ نسبت ہو گئی۔ دیکھنے والا جب دیکھے گا۔ ذوقِ حسن الگ ہے۔ کسی کو ناک کیسی پسند کسی کو چہرہ کیسا پسند۔ کسی کو آنکھیں کیسی پسند۔ تو اگر اس کے مطابقِ ذوق نہ ہوں تو وہ یہ دل میں کہے گا۔ کہ اگر یوں ہوتی تو اچھا تھا بس یہ حقارت ہو جائے گی۔ کیا حق ہے کسی کو آئمہ طاہرین کا فوٹو بنانے کا۔ نور کا عکس ممکن نہیں ہے آپ باور کریں کہ یہ فوٹو جو آج کل چل رہے ہیں یہ صرف دوکانداری ہے جن کے یہاں ہوں اتار دیں ان کو دفن کرا دیں۔ ہرگز نہ رکھیں۔ (صلوات)

ہاں میں جو عرض کر رہا تھا آریہ مذہب نے یہ کہہ دیا کہ یہ لنگڑے، لولے، اندھے کانے اپاہج جو پیدا ہو رہے ہیں یہ اللہ ایسا نہیں کرتا۔ وہ تو عادل ہے۔ وہ تو ہے یہ اصل میں خود ان لوگوں کے عیوب اور افعال جو پرانے جون میں تھے۔ ان کی سزا مل رہی ہے۔ تو میں ایک بات عرض کر دوں تاکہ حقانیت مذہب اسلام ثابت ہو جائے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ من حیث الشیعہ جواب دے رہا ہوں۔ میں بھی عدل کا قائل ہوں۔ وہ بھی عدل کے قائل۔ خدا پر الزام نہیں دینا چاہیئے۔ معاذ اللہ اس کو نہیں برداشت کرتے کہ خدا کو غیر عادل کہا جائے۔ تو میں ایک لفظ کہتا ہوں کہ انہوں نے جو یہ لفظ کہے کہ پرانے جون میں گناہ کیا ہو گا اس کی سزا میں یہ لولے لنگڑے وغیرہ بن گئے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ عمل پہلے ہے یا جزاء و سزا پہلے ہے۔ کہنا پڑے گا عمل پہلے ہے۔ جب عمل ہے تو جب بھی عمل ہوا پہلی مرتبہ جب بنائے گئے یعنی روح اور مادہ جب ملا (وہ بھی اس کو مانتے ہیں) روح اور مادہ کا آپس میں ملنا حادث ہے تعلقِ روح حادث مادہ ہے جب حادث ہے تو روح جس مادہ سے ملی تو کیا بنا؟ اور کیوں بنا؟ اگر وہ صحیح وہ لم بنا (بغیر کسی عیب کے صحیح و سالم) تو جب اس نے کوئی عمل ہی نہیں کیا یعنی ابھی تو وہ بن رہا ہے کوئی جانور بن رہا ہے کوئی انسان کوئی شجر کوئی حجر (یہ بھی انہوں نے لکھا ہے کہ یہ اس کے جون میں آجاتے ہیں) کوئی مرے گا جر مولی بنتا ہے۔ کوئی گھوڑا بنتا ہے (یہ انہوں نے سب لکھا ہے تین قسم کے جون لکھے ہیں) مجھے اس پر بحث نہیں حالانکہ میں اس پر بہت تیار ہوں۔ اور میں ہی تیار نہیں جو بھی مدرستہ الواعظین لکھنؤ سے فارغ التحصیل ہے ہر ایک تیار ہے۔ وہ نعمت ہم سے جدا ہو گئی۔

خدا کرے کہ ہم میں کوئی ایسا با اثر اور جرأت والا سخی پیدا ہو جائے۔ وہاں تو ایک تھا۔ جس نے بنایا مدرسہ بغیر کسی مدد کے راجہ صاحب محمود آباد۔ یہ موجودہ راجہ کے باپ جن کو میں نے دیکھا مہاراجہ علی محمد خان۔ انہوں نے بنایا سب کچھ ایک آدمی نے یہاں کم سے کم کچھ مل کر ہی بنالیں۔ انہیں کے بنانے سے یہ آپ کو مبلغ نظر آتے ہیں اور کم ہوتے جا رہے ہیں۔ جو چلا گیا اس کی جگہ خالی ہے کہاں سے کوئی لائے گا علامہ کفایت حسین۔ وہ اپنے فن کے منفرد ایک ہستی تھے۔ کہاں مل سکتی ہے ان کی نظیر اسی طرح جو جا رہے ہیں ان کی بدل نظر نہیں آتا۔ یہ جو آپ چند آدمیوں کو سن رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کیا کریں گے۔ کچھ کیجئے یہی سرکار نجم العلماء کی تمنا رہی۔ وہ ہم سے کہہ گئے لوگوں کو توجہ دلاتے رہو۔ تمہارا فرض ادا ہو گیا۔ اور اگر لوگ توجہ کریں تو مدرسۃ الواعظین بن سکتا ہے ممتاز نمبروں سے کامیاب ہونے والے ممتاز الافاضل کے بعد مدرسۃ الواعظین میں پڑھنے آتے تھے۔ میرے ساتھی حوزہ علمیہ نجف کے فارغ التحصیل جو میرے کلاس فیلو تھے سید جواد نجفی اور معصومہ قم کے حوزہ علمیہ کے فارغ التحصیل مجتہد سید حسن محلاتی یہ شاگرد دینے آکر لکھنؤ میں اور وہ کتابیں جو وہاں پڑھائی جاتی ہیں اور وہاں منبر پر جو برسوں مجتہد بیان کرتا ہے۔ یہاں سرکار نجم العلماء سرکار ناصر الملت سرکار باقر العلوم اور سرکار ظہور الحسن یہ درس دیتے تھے انہیں کتابوں کا جو نجف میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مجتہد کوئی نئی چیز نہیں لاتا۔ یہ جو کتابوں میں ہے وہی تو ہوتی ہیں۔ الہام تو نہیں ہوتا۔ تو میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ تھا مدرسۃ الواعظین ہمارے پرچے نجف جاتے تھے۔ ممتحن نجف کے ہوتے تھے۔ اور وہاں سے نمبر آتے تھے۔ اور ان میں سب سے اول سرکار سبط حسن صاحب مرحوم کے نمبر تھے۔ جو

ہمارے مبلغوں کے استاد بنے۔ خطیب ایسے تھے کہ ان کا مثل ہی نہیں۔ جنہوں نے کبھی سنا ہو گا۔ آپ میں سے خدا جانتا ہے اس ممبر پر کہہ رہا ہوں ان کا مثل پیدا ہی نہیں ہوا۔ وہ جو بات کہتے تھے۔ اللہ کی طرف سے مثل الہام ہوتا تھا۔ دنیا حیران تھی ابوالکلام آزاد نے میرے سامنے ان کی تقریر جنت البقیع کے سلسلہ میں مشترکہ جلسے میں سن کر کہا کہ واللہ یہ خالق کلام ہے تو وہ ہستیاں جا رہی ہیں۔ آپ کی توجہ نہیں ہے خدا کرے کہ اسلام آباد میں کوئی مدرسہ بن جائے آپ کا۔ مگر یہ نہیں جیسے سرگودھا، ملتان، جھنگ میں ہیں۔ یہ بہت بن چکے۔ کیا فائدہ پہنچایا سرگودھا نے باب العلوم ملتان نے۔ اور کہاں کہاں بنے۔ ایک تو بنا دیتے کوئی مبلغ تو یہ ہی لا کے دکھا دے جو مذاہب اسلام سے واقف ہو۔ کوئی آجائے۔ کوئی مذاہب والا آجائے۔ میں آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں کہ کوئی میرے سامنے آجائے کوئی مذاہب والا میں اس سے حقانیت اسلام کے بارے میں بحث کرنے کو تیار ہوں اور ثابت کروں گا حقانیت اسلام غیر مذہب کے مقابلہ میں۔ (صلوات)

حضرات میں یہ گذارش کر رہا تھا کہ آریوں سے وہاں بحث ہوئی۔ آریوں نے وہ چیزیں پیش کیں۔ ان میں عالم بھی تھے۔ میرے کلاس فیلو ادیب عالم میں پڑھا کرتے تھے۔ آریہ تھے تعلقات تھے ہمارے یہاں تو مسلمانوں کا کوئی تعلق اچھا نہیں عالموں کا آپس میں تعلق اچھا نہیں میں چاہتا ہوں کہ سنی عالم اور شیعہ عالم آپس میں مل کر رہیں اور محبت سے پیش آئیں۔ یہاں ہے ہی نہیں وہ بات نہیں۔ وہاں کافروں سے بھی تعلقات تھے۔ مذہبی

اور علمی کہ آؤ آپس میں تبادلہ خیالات کریں۔ اور اس کو بُرا نہیں جانتے تھے میں
نے چھ سال علماء اہل سنت سے فرنگی محل میں پڑھا۔ مدرسہ نظامی میں اور میرے
استادوں میں اعلیحضرت مولانا عبدالباری صاحب، مولانا عنایت اللہ، مولانا
محمد شفیع، مولانا محمد امین یہ میرے اساتذہ میں ان سے بھی پڑھتا تھا۔ اور
شیعہ مدرسہ میں شیعہ علماء سے بھی پڑھتا ہوں انہوں مجھے بڑی خوشی سے
پڑھایا۔ انہوں نے کوئی بخل نہیں کیا۔ ان میں سے بعض زندہ ہیں شہید انصاری
مشہور آدمی ہیں آپ نے ان کے کلام سنے ہوں گے۔ وہی بڑے مشہور شاعر شہید
انصاری۔ جو حضرات آل محمدؐ کو آقا اور اصحاب کو غلام جانتے تھے۔ غرض یہ
درمیان کی بات تھی جو میں نے کہہ دی۔ وہ جو دس مجلسیں میری یہاں پچھلے سال ہوئی
تھیں وہ میرے ایک محترم مبد بلگرامی ایک بزرگ ہستی سید علی امام صاحب،
انہوں نے نوٹ کرلیں۔ یعنی پہلے ٹیپ ریکارڈ میں آئیں۔ پھر ان کو نوٹ
کیا مجھے دکھایا اب وہ مکمل ہو چکیں۔ وہ ان کو شائع کرنا چاہتے ہیں اور
مجھ سے خواہش کی ہے کہ اس پر مقدمہ میں تم کچھ لکھدو کہ تم نے کہاں پڑھا۔
کس طرح پڑھا لکھنؤ میں کیا ہوتا تھا۔ وہ میں لکھ رہا ہوں ذکر میں آگیا۔ تو
میں نے اتنا عرض کردیا۔

غرض دنیا گمراہ ہوئی اس لئے گمراہ ہوئی کہ توحید کو بچاتے بچاتے خود
گمراہ ہو گئے اور وہ نہ سمجھے کہ یہ لنگڑے لولے کیوں بنائیے گئے۔ امام جعفر صادق
علیہ السلام سے دریافت کیا گیا۔ تو حضرت نے عیب کے معنی بتائے۔ لوگ
عیب کے معنی نہیں جانتے تھے۔ وہ کیا جواب دیں گے جنہیں عیب کے معنی نہیں

معلوم تھے۔ امام نے فرمایا کہ تم ان لنگڑے لولے، اندھے، کانے کو کہتے ہو
کہ ان کو اللہ نے بنایا ہے اور ان میں عیب ہے۔ تم عیب کے معنی نہیں سمجھے۔
عیب جانتے ہو کیا ہے۔ عیب کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی
ہو اس کام کو پورا نہ کرسکے۔ اس کو عیب کہتے ہیں (صلوٰۃ)

یہ ہیں معنی عیب کے تو تم نے پہلے سمجھا تھا کہ یہ لنگڑے، لولے کیوں بنائے
گئے ان کی غرض خلقت کبھی سوچی، کیونکہ خدا تو بقدر بناتا ہے۔ یہ تو نہیں
کہ بنالیا پھر سوچا کہ کیوں بنایا۔ تو تم نے کبھی نہیں سوچا کہ اللہ نے کیوں بنایا
کہا کہ مولا بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جتنے لنگڑے، لولے، اپاہج اللہ نے
بنائے ان سے خدا کار ہدایت و نصیحت لیتا ہے۔ کہ ان کو دیکھکر جب لوگ اس
حالت میں دیکھیں گے تو خدا یاد آئے گا۔ اور اس کا شکر کریں گے کہ مجھے ایسا
نہ بنایا۔ (صلوٰۃ)

ان سے اللہ تعالیٰ نے کار عبرت لیا ہے۔ کہ وہ توجہ دلاتے ہیں اللہ کی
طرف اور تم میں رحم اور مادہ ترحم پیدا کراتے ہیں۔ ترحم کرنے لگتے ہیں۔ اور
ترحم انسان کے لئے جزو زندگی ہے۔ اگر ترحم ہو تو ظلم آ ہی نہیں سکتا۔ تو اس
نے کہا کہ مولا میں آج یہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم کہ ان کے عمل کی
جزا کتنی ہوگی۔ جن کی آنکھیں ہیں وہ تمام زندگی عمل کریں وہ ثواب نہیں ہو
گا جو کسی اندھے سے کسی نے ہدایت حاصل کرلی۔ (صلوٰۃ)

غرض درمیان میں آگئی یہ بات۔ آج تو کچھ اور ہی بیان کرنا چاہتا تھا۔ میں
نے کل آپ کو یہاں تک پہنچایا کہ ہر ایک نوع ہر ایک جنس ہر ایک فعل اور پھر

کائنات کے اقسام جدا جدا اپنی اپنی قدروں پر بنائے گئے ہیں پانی بنایا ہے
پینے کے لئے۔ اتنا نرم بنایا کہ گلے میں پھنسنے نہ پائے آرام سے اتر جائے یعنی
جو چیز جس مقصد سے بنائی اُس کو دیکھ کر سمجھ کر خدا نے اسکی غرض خلقت ملحوظ
رکھ کر بنایا۔ اسی طرح زمین کی چیزیں دیکھتے جایئے۔ انسان، جانور اور فرشتے
ان تینوں کو پیش کیا ہے۔ علامہ مجلسی علیہ رحمۃ نے اور تقریب کے ساتھ پیش کیا
کہ آپ حضرات آنکھوں سے حق و باطل کو دیکھ لیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جانور کو
دیکھو جن قدروں پر پیدا کیا گیا۔ جو غرض خلقت تھی اس کی اس میں جانور کو مکمل
بنایا۔ جس کام کے لئے بنایا مکمل بنایا۔ مگر اس میں ایک کمی ہے جو اس کے لئے
نہ تھی وہ کیا۔ اس کو خواہشات تو دیدیں۔ لیکن خواہشات میں تمیز کی قوت کہ کونسی
خواہش مناسب ہے۔ کونسی نامناسب یہ قوت تمیز نہیں دی۔ صرف خواہش
دیدی۔ ہرا بھرا کھیت دیکھے گا۔ اور دوڑے گا۔ یہ خواہش قدرت نے دیدی
ہے۔ وہ جائے گا اور ضرور جائے گا وہ سبزے کو کھائے گا مگر اس میں یہ قوت
تمیز نہیں کہ یہ کھیت میرے مالک کا نہیں ہے غیر کا ہے۔ (صلواۃ) یہ اسمیں
تمیز نہیں ہے اور وہ چر لے گا کھیت۔ اور جب چر لے گا کھیت۔ تو اب جس کا
کھیت تھا جس کا باغ اس نے اجاڑا تھا وہ باغ والا آئے گا اس کے لئے کوئی
ہجو نامہ نہیں لکھے گا۔ اس کے لیے کوئی مذمت نہیں لکھے گا۔ برا نہیں کہے گا۔ نہ
اس کو بُرا کہے گا نہ اس کی مذمت کرے گا۔ بلکہ اس کو پکڑ کر تلاش کرے گا
اس کے مالک کو۔ مالک کو پکڑے گا کہ تم نے باندھ کر کیوں نہ رکھا۔ اس کی
تو فطرت تھی۔ مالک تو معلوم تھا کہ اس کو باندھ کر رکھنا چاہیئے تھا تاکہ

یہ غلط جگہ نہ چرنے لگے۔ کسی کا باغ نہ کھا جائے۔ یہ قوت تمیز جانور میں نہیں ہے
اب تو فرشتہ لیجیے۔ فرشتے میں قوت عاصمہ ہے عیب سے۔ برائیوں
سے روکنے والی قوت ہے کبھی برا نہیں کرے گا۔ فرشتے سے بُرا نہیں ہو گا۔ کیونکہ
گناہ کرنے اور کرانے والی قوت اس میں ہے ہی نہیں یعنی خواہش شہوانیہ اس
میں نہیں ہے اس سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کر ہی نہیں سکتا۔ روکنے والی قوت
قوت قدسیہ ہے۔ پاکیزگی کی قوت ہے لیکن گناہ کرنے کی قوت فرشتے میں نہیں
ہے۔ تو فرشتے سے کبھی گناہ نہ ہو گا۔ کبھی غلط کام نہ ہو گا۔ کیونکہ اس میں گناہ یا غلط
کام کرنے کی قوت ہی نہیں ہے۔ اب لیجئے بیچ میں انسان۔ اس میں دونوں
قوتیں ہیں۔ قوت شہوانیہ بھی دی ہے یعنی گناہ کی طاقت اور قوت قدسیہ یعنی
بچانے والی، روکنے والی قوت۔ برائی کی طرف لے جانے والی بھی دی ہے
اور برائی کو کچل کر رکھ دینے والی بھی دیدی۔ اگر وہ دوسری قوت نہ ہوتی
یعنی سمجھانے والی جو برائی کو جانتی ہے اور روکتی ہے کہ یہ نہ کرو۔ اگر یہ قوت نہ
ہوتی تو یہ انسان گناہ چھپ کر نہ کرتا۔ اس کا چھپ کر گناہ کرنا۔ پوشیدہ ہو کر
گناہ کرنا ہی یہ بتاتا ہے کہ قوت اس میں ہے جو سمجھا رہی ہے یہ کام نہ کر۔ لیکن
یہ آگیا قوت شہوانیہ کے اثر میں اور گناہ کر بیٹھا۔ اِدھر جانور نے بھی کھیت
کھایا۔ اس نے بھی گناہ کیا۔ انسان نے قوتِ شہوانیہ پر عمل کیا۔ خواہش پر
عمل کیا اور جو سمجھانے والی قوت تھی اس کی بات نہ مانی۔ نتیجہ کیا ہوا غلطی
اس سے بھی ہوئی اور جانور سے بھی۔ مگر جانور کو بُرا نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس
میں سمجھانے والی قوت نہ تھی جو سمجھاتی کہ یہ غلط کام نہ کر۔ اور اس میں تھی۔ وہ

سمجھاتی رہی پھر گناہ ہوگیا۔ تو یہ انسان جانور سے بدتر۔ اب میں آیت پڑھتا ہوں

هُمْ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۝

(ترجمہ) وہ بندے جو خواہشات پر عمل کریں۔ اور قوت قدسیہ کے سمجھانے پر کوئی اثر نہ لیں وہ جانوروں کے مثل ہیں۔ بلکہ جانوروں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ کیونکہ جانور میں تو سمجھانے والی طاقت ہی نہ تھی۔ اس لئے اس نے جو کچھ کیا خواہشات پر عمل کیا۔ لیکن انسان میں سمجھانے والی قوت تھی مگر وہ نہ مانا اور خواہشات پر عمل کیا تو یہ دیکھنے میں انسان۔ دیکھنے میں صورت و شکل انسان کی مگر جانور سے بدتر۔ جانور سے کیوں بدتر۔ کہ اُس میں سمجھانے والی قوت نہ تھی اور اس میں تھی مگر اس پر عمل نہ کیا۔ اگر قوت شہوانیہ ابھارتی رہی جوش مارتی رہی۔ اور قوت قدسیہ دباتی رہی۔ اور اس نے دبا دبا کر قوت شہوانی کو دبا دبا کر مضمحل کر دیا اور اتنا دبایا۔ کہ اُبھرنے نہ دیا اور قوت قدسیہ پر عمل کرتا رہا تو گناہ سے پاک رہا اب گناہ نہ کر سکا جس نے قوت قدسیہ پر عمل کیا اور قوت شہوانی کو دبا دیا تو ایسا انسان فرشتوں کا سردار۔ وہ بھی معصوم اور یہ بھی معصوم اِن کی عصمت مجبوری۔ گناہ کی طاقت نہیں اور اس میں گناہ کی طاقت تھی مگر دبا کے اس کو مضمحل کیا شکست دی اور قوت قدسیہ پر عمل کیا تو اس کی عصمت خود حاصل کردہ اور فرشتوں کی مجبوری۔ لہذا یہ فرشتوں کا سردار۔ تو اب جو گناہ کرے وہ انسان جانوروں سے بدتر۔ اور جو گناہ سے پاک ہو وہ فرشتوں کا سردار، اب فیصلہ کرو کہ کیا فرشتوں کا سردار اس کا محکوم ہو سکتا ہے۔ جو جانوروں سے بدتر ہو (صلوات)

تو اب آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ غیر معصوم کبھی معصوم کا حاکم نہیں ہو سکتا اور جب فرشتے دیکھتے ہیں ایسے انسانوں کو کہ باوجودیکہ قوت شہوانیہ ہے وہ پاکیزہ اور قوت قدسیہ پر عمل کرنے والے ہیں وہ دیکھتے ہیں ایسی ہستیوں کو فرش پر دیکھ کر عرش سے اترتے ہیں۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے پہنچتے ہیں کہ یہ بھی معصوم ہم بھی معصوم ہماری عصمت مجبوری تھی ہم میں گناہ کی طاقت نہ تھی۔ ان میں وہ طاقت ہے پھر وہ پاک تو کبھی وہ چکیاں پیستے لگتے ہیں۔ کبھی وہ جھولے جھولاتے ہیں۔ وہ کسی کے رشتے دار نہیں ہیں۔ (صلواتہ)

اب آپ کے سامنے دو چیزیں میں نے پیش کی ہیں۔ ایک جانور جو غلطی کرتا ہے کیونکہ وہ غلطی اقتضائے فطرت ہے۔ یعنی تقاضہ ہے فطرت کا غلطی تو آپ سمجھتے ہیں آپ کی نظر میں غلطی ہے۔ لیکن اس کو آپ غلط کار نہیں کہہ سکتے اس کو تو آپ کہیں گے فطرت پر عامل۔ اس کا عمل کا تو فطرت ہے سبزہ لہلہاتا نظر آیا اس نے کھالیا جانور جو کچھ کرتا ہے اُسے اختیار نہیں دیا گیا۔ یہ میرے مقدمات تھے یعنی تمہدیں تھیں۔ اب بحث آگئی۔ اب میں آپ کو آگے لئے جا رہا ہوں جانور کو اختیار نہیں دیا۔ اس کا فعل ہوگا وہ اللہ کی تخلیق اور فطرت کا تقاضا ہوگا۔ پھر سمجھ لیجئے جانور کے افعال اس کے فطری ہیں۔ قدرت نے اُسے اختیار نہیں دیا کبھی آپ نے سنا کہ جانوروں نے ھل بنایا ہو۔ لوہار یا ترکھان کا کوئی کام سیکھا ہو اور اُنہوں نے زمین میں ہل چلا کر کوئی کام کیا ہو۔ نہیں۔ وہ ہل بنانا اور چلانا نہیں جانتے کہ کس طرح بنتا ہے اور کس طرح چلتا ہے۔ اُنہیں نہیں آتا لوہار وغیرہ کا کام کسی کام کو وہ نہیں جانتے۔ اور چونکہ نہیں جانتے لہذا قدرت نے

ان کی ذمہ داری خود لی کہ تمہارے لیے غذا وغیرہ ہم پیدا کریں گے۔ اور انسان کیلئے ھل وغیرہ بنانے کا اختیار زمین کو جوتنے کا اختیار زمین میں ھل چلانے کا اختیار دیا اور جب اُسے اتنے اختیار اور قوتیں دیں تو کہہ دیا کہ ہم خود گندم وغیرہ یا غذا نہیں تیار کریں گے۔ تم ھل چلاؤ اور ھل چلانے کا اختیار ہے تم کو۔ ہل چلاکر اس میں دانہ ڈالو اور چھپاؤ۔ اور جب تک تم یہ نہیں کروگے فصل گندم نہیں پیدا ہوگی۔ ہم نہیں ہونے دیں گے پہلے تم ہل چلا کر دانہ کو چھپاؤ۔ یہ ہے تمہارا کام اور جب تمہارا کام ہے اتنا کہ ہل بناؤ اور چلاؤ دانہ چھپاؤ۔ جب دانہ چھپا دیا تو تمہارا کام ختم۔ اب ہمارا کام شروع۔ اب اس دانہ کو شگاف دینا ہمارا کام ہے اب اُس دانہ کو شگاف دے کر اسمیں سے ہم پیدا کریں گے کونپل۔ اس کو پھر ہم آگے بڑھائیں گے اس میں پھل پھول لگیں گے۔ اور اگر تم نے ہمارے کام میں دخل دیا۔ کہ اپنے ناخن سے توڑ کر دانہ ڈالا تو فاسد ہو جائے گا دانہ ثمر نہیں ملے گا کیونکہ تم نے ہمارے کام میں دخل دیا۔ تم اپنا کام کرو۔ ہم اپنا کام کریں۔ یہ انسان کو اختیار دیا اور جانور کو نہیں دیا اسی طرح فرشتے کو دیکھیئے۔ کہ اس کو اختیار نہیں دیا اچھے یا بُرے کا کہ یہ کام کرسکے ھم امرہ یعملون یعنی فرشتے اللہ کے اشاروں پر چلتے ہیں وہ کبھی نافرمانی کرسکتے ہی نہیں، ان میں نافرمانی کی قوت ہی نہیں ہے۔ آج بشیر اک بات کہتا ہے یادگار راولپنڈی کے لئے۔ ان کے افعال اللہ کی طرف منسوب کیونکہ ان میں اختیار نہیں دیا کسی ترمیم، کمی یا زیادتی کا۔ لہذا ملائکہ کے افعال خدا کی طرف منسوب۔ جو کچھ کریں سمجھو خدا نے کرایا۔ اور ادھر جانوروں کو اختیار نہیں دیا سوچنے کا نیک وبد

کی تمیز کی قوت نہیں دی۔ تو جانوروں میں اختیار و تمیز نہیں کہ اچھا بُرا پہچانیں تو ان کے افعال بھی فطری طور پر اللہ کی طرف منسوب۔ تو آپ دونوں طرح سمجھ گئے۔ یہ نیکی بھی اور بدی بھی اللہ کی طرف منسوب۔ تو اب جانوروں کے افعال بھی اب بہ تقاضائے فطرت اور اللہ کی طرف منسوب۔ اور فرشتوں کے افعال بھی بہ تقاضائے فطرت اللہ کی طرف منسوب۔ تو اگر حق و باطل کا فیصلہ کرنا ہو۔ تو جانور جس کو مان لیں یا فرشتے جس کو مان لیں وہی ہے اللہ کی طرف منسوب (صلواتہ) بات میں نے کہہ دی۔ اب جانور جس کے سامنے سر جھکائیں۔ جس کے سامنے جھک جائیں سمجھ لو کہ اللہ نے اس کو جھکایا۔ فرشتے کسی کے گھر پر آئیں خادم بنکر سمجھ لو خدا نے انہیں بھیجا ہے۔ کیونکہ ان میں اپنا اختیار نہیں ہے۔ تو اب اگر حق کا فیصلہ کرنا ہے تو یہ نہ دیکھو کہ لوگ کدھر زیادہ گئے۔ تم تو یہ دیکھو کہ جانوروں نے کس کی خدمت کی۔ جانوروں نے کس کی اطاعت کی ذرا ارادہ کیا خود جانور پہنچا خود ہرنی بچہ لے کر آرہی ہے۔ کیونکہ اس میں قوت تمیز نہیں۔ اس کا آنا خود یہ دلیل ہے کہ خداوند کریم نے اس کو بھیجا۔ کیونکہ خود اس میں قوت تمیز نہیں۔ کیونکہ جو اللہ والے ہوں گے جانور ان کی قدر کریں گے بات کہہ دی میں نے جانور کو مطیع و فرمانبردار ہونا پڑے گا ولی اللہ کا۔ کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا تکلیف نہیں دے گا۔ (صلواتہ)

آپ خود فیصلہ کر لیجئے۔ شیروں کو دیکھا ہے کہ سر جھکائے کھڑے ہیں پڑھیئے یکتہ السباع متوکل عباسی کا۔ یعنی وہ پھاڑ کھانے والے جانور، درندے، شیر، چیتے، بھیڑیئے وغیرہ ایک جگہ بند تھے۔ ہر ایک کا کٹہرا الگ الگ

ایک عورت آئی کہ میں زینب بنت علی ہوں۔ امام علی نقی علیہ السلام کا زمانہ۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ ہے وہ زینب جو بی بی فاطمہ کے شیر کو پی کر پروردہ ہوئی تو اس کو لے جاؤ بکتہ السباع میں۔ یعنی داندوں کے کٹھروں میں۔ اور کٹھروں سے نکال دو شیر اور چیتے وغیرہ کو اگر اس کو ٹکڑے کر دے۔ شیر نہ جھکے قدموں پر تو سمجھ لینا کہ جھوٹی ہے۔ اور اگر شیر سجدہ کرنے لگے تو سمجھ لو بنت علی ہے جب مولا نے یہ فیصلہ دیا تو اس عورت نے متوکل عباسی سے کہا کہ میں تو نہیں جاتی۔ وہ جو اولاد علی بنتے ہیں پہلے تم انہیں بلاؤ۔ امام علی نقی علیہ السلام کو بلایا متوکل عباسی نے اور کہا کہ اندر جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا کہ جتنے دروازے کٹھروں کے بند ہیں وہ سب چھتوں پر جاکر کھول دو۔ اور یہ پھاٹک بھی کھول دو۔ اس نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ نکل کر شہر بھر کو تباہ کر دیں۔ نقصان پہنچائیں سارے شہر کو۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں گا اس وقت تک یہ شیر باہر نکل نہیں سکتے۔ جب یہ فرمایا آپ نے تو کھول دیئے گئے تمام دروازے آپ گئے ایک ایک کو اشارہ کرتے تھے وہ ایک ایک کٹھرے سے نکلتا تھا اور آپ کے قدموں پر سر جھکاتا تھا اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ ایک ایک اسی طرح آیا۔ متوکل نے کہا یہ کچھ بول رہے ہیں کیا کہہ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیر اور چیتے وغیرہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ انسان ہے جو آپ کو نہ پہچانے ہم آپ کو پہچانتے ہیں قدرت نے ہمیں بھیجا ہے۔ (صلوات)

غرض میں یہاں تک آپ کو لے آیا۔ اب اذن تک لے جانا چاہتا ہوں۔ پہلے میں سات چیزیں بتا چکا ہوں (۱) علم خدا (۲) مشیت خدا (۳) ارادہ خدا

قضائے خدا (۵) قدر خدا (۶) اجل خدا (۷) اذن خدا، یہ سات چیزیں ہیں اگر ان سات چیزوں کو دنیا سمجھ لیتی تو کبھی انکار نہ کرتی حضور کی عظمت کا۔ اپنا جیسا کوئی نہ کہا سکتا اگر اسکو پہچان لیتے۔ ایک شخص آیا ہمارے چھٹے امام کی خدمت میں ابو بصیر اور وہ پوچھتا ہے کہ تمہارے نانا جنکا کلمہ پڑھا جاتا ہے کیا وہ تمام علوم جانتے تھے وہ تمام علوم کو جو دیگر تمام انبیاء کو حاصل ہیں کیا وہ جانتے تھے؟ جب یہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ میرے نانا تمام علوم جو انبیاء جانتے تھے اور جو انبیاء کو علوم حاصل نہیں وہ بھی میرے نانا جانتے تھے۔ کیونکہ خدا نے قرآن میں کہہ دیا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ہ (ترجمہ) یہ اللہ کا فضل ہے تجھ پر کہ وہ تمام چیزیں دیدیں اور جو نہ آتی تھیں وہ سب بتا دیں میرے نانا کو تمام علوم حاصل تھے اللہ نے سب پڑھا دیا کل کائنات کا علم تھا اس نے ایک سوال کیا۔ کل کائنات کا علم؟ کیا وہ کائنات سے پہلے بنے؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے ان کو مکہ میں دیکھا (صلوات) اور ہم نے ان کو اس وقت دیکھا جب کچھ نہ تھا اور وہ تھے۔ ایک بنانے والا اور ایک بننے والا۔ اور وہی اول بنے۔ وہ کہنے لگا۔ آج کل کے ملاؤں کی طرح زندیق (زندیق کے معنی منکر شریعت) وہ کہنے لگا کہ وہ جو اول بنا کیا وہ تمہارے نانا کا نور تھا۔ آپ نے فرمایا بیشک ہمارے نانا کا نور اول بنا۔ اس نے کہا کہ آپ کے نانا کا تو آپ نے فرمایا کہ جب دنیا قدیم نہیں تو کوئی تو اول بنا۔ میرے نانا نے کہا کہ میں اول بنا۔ اور جب کسی مذہب کسی دین کے رشی، منی، رہبر، ہادی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ اور صاف کہہ دوں کسی جھوٹے نبی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں اول بنا۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ اگر کہہ دیا کہ میں اول بنا تو ہر ایک پوچھے گا۔ بتا عرش

کیسے بنا۔ جبریل کیونکر بنا۔ یہ آسمان کیسے بنا۔ سوال کر دے گا۔ تو جو اول بنا وہ خود کہہ رہا ہے کہ پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے۔ (صلوٰۃ) آسمانوں کا پوچھو، زمینوں کا پوچھو۔ کائنات میں جس چیز کا چاہو پوچھ لو۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ کسی نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اول کون بنا۔ کسی مذہب میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا حضور نے ضرور کہا۔ سرکار دو جہاں کے اول بننے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خدا نے خود کہا حضور کو وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (ترجمہ) اے میرے حبیب اللہ نے تمہیں رحمت بنایا۔ رحمت۔ توجہ، رحمت کی ضد غضب۔ غضب اور رحمت دو چیزیں غضب فنا چاہتا ہے۔ اور رحمت بقا چاہتی ہے۔ (صلوٰۃ) جب رحمت ہو گی تو وجود شے اور غضب ہو گا تو فنائے شے۔ تو جب عالمین کے لئے حضور رحمت تو ماننا پڑے گا کہ وجود عالمین آپ کی وجہ سے ہے

حضور ہیں رحمت۔ حضور کے سوا ہم کسی کو رحمت اللعالمین نہیں مانتے۔ حضور کے اجزاء ہیں جن پر درود ہے۔ کیونکہ درود حق ہے صرف رسول کا جو رحمت ہیں۔ اور رحمت کے اجزاء آل کہلاتے ہیں۔ آل کے معنی آپ جانتے ہیں۔ اٰلَ یَؤُوْلُ یعنی رَجَعَ یَرْجِعُ آل اس کو کہتے ہیں کہ جب رجوع کرے تو اسی مرکز کا جز بنے جہاں سے نکلا تھا۔ (صلوٰۃ) ہم اسی لئے آل محمدؐ کو اجزاء محمدؐ کہتے ہیں۔ آل کے معنی ہم یہ سمجھے۔ تو اب بشیر یہ کہتا ہے کہ جب حضور سب سے اول بنے اور ان کے اجزاء ہیں جن کو آل محمدؐ ہم کہتے ہیں۔ تو آل بھی رحمت کے معنی ہیں۔ یعنی اجزاء رحمت ہیں۔ آپ سمجھ ہی گئے کہ محمدؐ عربی کے آل اور محمد عربی رحمت اللعالمین۔ تو یہ جتنے اجزاء ہیں حضور کے یہ سب رحمت

جب آپ یہ سمجھ گئے۔ تو رحمت کے معنی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں شروع ہی میں جہاں لفظ رحمان و رحیم کی بحث کی ہے۔ اس میں رحمت کے معنی بتائے ہیں (کسی کو اشارہ کر کے کہا) آپ ہی سے پوچھ لو کہ رحمت کے معنی کیا ہیں۔ ذرا مجھے معنی رحمت بتا دیں۔ آپ کہیں گے باراں رحمت۔ ٹھنڈی ہوا رحمت ٹھنڈا پانی رحمت باغ باغیچے رحمت۔ مگر یہ رحمت کے معنی نہیں۔ کیا رحمت کے معنی بارش۔ کیا رحمت کے معنی ٹھنڈی ہوا کیا رحمت کے معنی ٹھنڈا پانی نہیں رحمت کے معنی سمجھئے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر (بہترین تفسیر سب سے بڑی تفسیر) میں تحریر فرماتے ہیں۔ اَلرَّحْمَةُ حَلُّ الْمُشْكِلَاتِ وَاِنْجَاحُ الْحَاجَاتِ (ترجمہ) رحمت کے معنی مشکلوں کا حل ہو جانا اور حاجتوں کا پورا ہو جانا۔ کیوں؟ وجہ بتاتے ہیں کہ انسان کو سکون و اطمینان تب ہو گا کہ جب مشکلیں حل ہوں گی۔ اگر کوئی مشکل میں پھنسا ہے تو وہ رحمت میں نہیں۔ وہ تو عذاب میں پھنسا ہے۔ کیونکہ اس کے دل کو سکون نہیں اطمینان نہیں لہٰذا رحمت میں نہیں اور اسی طرح اگر مشکلیں نہیں، حاجتیں ہیں کہ مجھے خدا بیٹا دے۔ اور حاجت پوری نہیں ہو رہی وہ دعاؤں کے لئے کہتا ہے کہ حاجت پوری نہیں ہو رہی ہے۔ تعویذ بھی لاتا ہے ڈاکٹروں سے بھی رجوع کرتا ہے۔ بڑی منکر کرتا ہے۔ یہ فکر اور اضطراب میں کہ مجھے بیٹا ملے۔ تو جب تک حاجت پوری نہ ہو گی تو یہ رحمت میں نہیں۔ یہ مشکلات میں ہے۔ تو اب رحمت کا مفہوم کیا ہوا؟ رحمت کا مفہوم؟ حل مشکلات اور انجام حاجات۔ یعنی مشکلوں کا حل ہونا اور حاجتوں کا پورا ہونا تو اب جو بھی رحمت بنے گا وہ مشکل کشا بھی ہو گا اور حاجت روا بھی ہو گا۔ اور اگر وہ مشکل کشا نہیں

تو رحمت نہیں۔ اگر وہ حاجت روا نہیں تو میرے لئے رحمت نہیں اور جب رحمت کے معنی آپ سمجھ گئے تو جہاں بھی رحمت اللعالمین کا ٹکڑا مل جائے جہاں بھی ہوگا۔ وہ مشکل کشا بھی ہوگا اور حاجت روا بھی ہوگا۔ چاہے خراسان میں مل جائے، چاہے نجف میں، چاہے کاظمین و سامرہ میں جہاں ٹکڑا مل جائے وہ حاجت روا بھی ہے اور مشکلکشا بھی ہے (صلوات)

تو اس شخص نے کہا کہ اگر آنحضرت اول بنے تو کس چیز سے بنے (میرے مولا سے گفتگو ہے زندیق کی) وہ کہتا ہے کہ اگر اول بنے تمہارے نانا تو ان کا نور اول تھا۔ کہا کہ ہاں۔ وہ پوچھتا ہے مِنْ اَیِّ شَیْئٍ خُلِقَ (ترجمہ) کس شے سے بنے۔ تمہارے نانا کس شے سے بنے یہ نور ان کا کہاں سے آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اول بھی مانتا ہے اور شے سے بھی پوچھتا ہے۔ جو شے سے بنے وہ اول کب رہا میرے نانا کا نور تو اول ہے تو اس نے کہا کہ کیسے بنے تو آپ نے فرمایا۔ لا شئے سے من لا شئے۔ اس نے کہا۔ لا شئے سے شے بن سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر شے ہی سے شے بنے تو شے قدیم ہو جائے گی۔ (صلوات) تو اس نے کہا کہ ہاں قدیم تو بس ایک ہی اللہ ہے شے تو قدیم نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب شے قدیم نہیں تو حادث اور جب حادث ہے تو جو بھی اول بنے گا وہ شے سے نہیں۔ ورنہ اول نہیں۔ جو بھی اول وہ لا شئے سے ہے۔ بس یہی معنی ہیں اللہ کے خالق ہونے کے یہی مطلب ہے کہ خدا خالق اور غیر خدا خالق نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ لا شئے سے شے بنانا یہ فعل خدا کا ہے۔ (صلوات)

سرکار دو جہاں کا نور اول اور مِنْ لا شئے۔ لا شئے سے بنا۔ شے سے نہیں کیونکہ اگر شے سے بنے تو پھر وہ شے اول نہیں پھر وہ شے کس شے سے بنی اور اگر وہ شے سے بنی تو پھر یہ سلسلہ چلایئے کہ کون اول۔ دنیا ہے حادث تو جو اول بنا وہ کہاں سے بنا۔ ماننا پڑے گا کہ شے اور جب لا شے سے تو نور محمدی اور اس کے اجزاء لا شے سے بنے۔ اور جب یہ بن گئے تو شے بنے تمام اشیاء عالم شے سے بنی تو یہ جو لا شے سے بنے اگر یہ نہ ہوتے تو اشیاء نہ ہوتے۔ اشیاء شے سے بنے۔ اور یہ لا شے سے بنے۔ تو جو لا شے سے بنا اس کا مقابلہ ان سے کرتے ہو جو شے در شے وغیرہ بنے ہوں۔ (صلوات)

اب یہاں پر میں آپ کو لے آیا ہوں۔ اور یہاں تک آپ پہنچ گئے کہ ان کی تخلیق کی نوعیت الگ ہے۔ یہ سب سے الگ بنے اور حضرت عیسےٰ کو خدا نے خالق کہا ہے۔ وَاِذْ تَخْلُقُ اِنِّیْ اَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ (ترجمہ) میں خلق کرتا ہوں مٹی سے پرندے کی شکل پھر اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ باذنِ خدا پرندہ بن جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی طرف آنے والے کی نشانی بتائی ہے کہ میں تمہیں نشانی بتاتا ہوں کہ میں اسکی طرف سے آیا ہوں۔ نشانی اس کی ہے میرے پاس۔ میں اسکی طرف سے آیا ہوں۔ میں خلق کر دوں گا۔ تمہارے لئے مٹی سے پرندہ یعنی پہلے پرندہ کی شکل بناؤں گا، پھر اس میں پھونک مار دوں گا۔ وہ اڑنے لگے گا۔ یہ مجھے کہاں سے ملا۔ یہ اذن اللہ۔ اللہ

نے اذن دیا ہے۔ تو جس کو اللہ اذن دے دے وہ خالق۔ مگر خالق ہے شئے کا شئے سے۔ (صلواۃ)

وہ خالق ہے مگر مٹی سے پرندہ بنایا۔ شئے سے شئے بنائی کا شئے سے شئے نہیں بنا سکتا۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں باذن اللہ، اللہ کا اذن ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسےٰ کو اذن حاصل تھا۔ اذن۔ اب وہاں سے چلیئے جو میں نے سات چیزیں بتائی تھیں۔ آخری چیز ہے اذن۔ جس کو اذن مل جائے وہ کائنات کے مواد میں تبدیلیاں کر سکتا ہے مٹی کو پرندہ بنا کر پھونک مار کر روح داخل کر کے اڑا سکتا ہے۔ اذن ملا۔ بنایا بھی خلق بھی کیا۔ روح بھی ڈالی۔ روح کیسے پھونک ماردی روح آگئی۔ کیا خدا نے پھونک ماری کیا خدا بھی کہیں پھونکیں مارتا ہے ذرا سوچ لو۔ دیکھ لو۔ اور اگر یہ سمجھ میں آگئی بات تو پھر مجھے بتاؤ کہ اگر کہیں کہہ دے خدا کہ میں نے آدم کو بنایا۔ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ (ترجمہ) جب میں آدم کو درست بنا لوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں۔ نیز فرمایا لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اپنے دو ہاتھوں سے بنایا تو پہلے اللہ کے دو ہاتھ دکھاؤ۔ وہ کہاں ہیں اللہ کے دو ہاتھ۔ تو کیا وہ آدمی ہے انسان ہے بشر ہے کہ اس کے دو ہاتھ ہیں۔ یعنی آٹے کو خمیر کیا گیا یعنی مٹی اور پانی۔ اور اس کے بعد کیا لفظ ہیں کہ جب بت بن گیا یعنی پتلہ مجسمہ آدم کا تو نَفَخْتُ۔ اس میں پھونک ماری۔ جب پھونک ماری تو آدم بن کر تیار۔ تو یہ کس نے پھونک ماری اور کس نے مٹی اور پانی کو گوندھا۔ اللہ کے تو ہاتھ نہیں۔ اللہ کے ہاتھ دکھاؤ۔ اور اگر اللہ کے ہاتھ تم نے دکھائے تو وہ اللہ نہیں۔ تمہیں ماننا

پڑے گا کہ کچھ قوتیں تھیں جنہوں نے یہ کام کیا۔ اور ان قوتوں کو خدا نے اپنا ہاتھ کہا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ چلیئے آگے۔ تو حضرت عیسےٰ نے یہ جملے کہے۔ میں آخری بیان پر آگیا ہوں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے ثابت کر دیا۔ یہ واقعاتِ سابقہ بے کار نہیں ہیں قرآن میں یہ قصص الانبیاء عبث نہیں ہیں قرآن میں۔ یہ عیسےٰ کا واقعہ سنایا قرآن میں کہ عیسےٰ وہ ہے کہ جو مٹی کو پانی میں ملا کر زندہ بناتا ہے۔ پھونک مارتا ہے اڑا دیتا ہے۔ اَخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر وا نفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ۔ اندھا مادر زاد آئے۔ تو وہ ہاتھ پھیر کر آنکھیں دیدیتا ہے۔ کوئی کوڑھی آجائے اس کو ہاتھ لگایا وہ اچھا ہو جائے۔ وَابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ اور وہ مردے کو ٹھوکر مار کر زندہ کر دیتا ہے۔ وانبئکم بما تاکلون اور جو تم کھا کر آتے ہو وہ بتا دیتا ہے کہ کیا کھایا۔ وما تدخرون فی بیوتکم اور جو تمہارے گھروں میں جمع ہے وہ بتا ہے کہ یہ ذخیرہ کیا گیا ہے۔ یہ عیسےٰ یہ کمالات ہیں عیسےٰ کے۔ سنی! شیعو! اب بشیر اک بات کہتا ہے۔ کہ یہ عیسےٰ مردوں کو بھی زندہ کرتا ہے اور پرندے کو خلق بھی کرتا ہے۔ اور آنکھیں دیتا ہے نابینا مادر زاد کو۔ اور بیمار دل کو شفاء دیتا ہے تو جس کے پیچھے عیسےٰ نماز پڑھیں گے۔ اس کی منزلت کیا ہوگی۔ (صلواۃ) تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ عیسےٰ جس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نزل ابن مریم فیکم وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ امام یقتدی بہ عیسی بن مریم۔ امام تمہارا ہو گا۔ نبی اسرائیل کا نبی پیچھے نماز پڑھے گا۔ اور نبی ہو کر روح اللہ شافی شفا دینے والا۔ بیمار دل کو شفاء

دینے والا۔ عیسےٰ۔ پرندوں کو خلق کرنے والا عیسےٰ مردوں کو زندہ کرنے والا عیسےٰ جو آپ کے رسول کی امت کے بارہویں امام کا مقتدی۔ (صلوات)

اب رسول کی عظمت کون بتائے۔ ایک جملہ کہوں گا آج حضور کی شان میں اور یادگار۔ جب امام جائے گا سجدہ میں تو عیسےٰ کا سر کہاں ہو گا؟ امام کے قدموں میں۔ جب عیسےٰ ہوں گے پیچھے امام آگے۔ جب امام رکوع میں تو عیسےٰ ابھی رکوع میں جب امام سجدے میں گئے تو عیسےٰ کا سر کس جگہ؟ جہاں امام کے قدم اسی لئے تو ہمارے لئے حکم ہے کہ شیعو ہر ایک کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ پہلے دیکھ لو کہ اس کے قدموں میں سر رکھ سکتے ہو کہ نہیں۔ (صلوات) تو جب حضرت عیسےٰ کو دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسےٰ نبی ہو کر ہمارے رسول کے کلمہ پڑھنے والوں میں سے ایک آخری امام (جن کا انتظار کر رہے سب مسلمان۔ سب سنّی شیعہ انتظار میں۔ آئے گا۔ آئے گا۔ آئے گا۔ سب انتظار میں۔ ہم کہتے ہیں کہ پیدا ہو گیا اور رہے۔ اور آئے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ پیدا ہو گا۔ وہ آئے گا۔ چلیئے پیدا ہو گا اور آئے گا تو دیر کتنی لگتی ہے۔ اور ہو گیا اور آئے گا تب بھی آئے گا لیکن آئیگا) تو عیسےٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ عیسےٰ نبی ہو کر یہ بارہویں کی شان۔ عیسےٰ کہیں گے تَقَدَّمْ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہ۔ عیسےٰ کہیں گے اے رسول کے بیٹے تم آگے ہو جاؤ۔ میں تمہارے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ یہ نبی ہو کر بارہویں سے کہیں گے بارہواں امام وہ شان رکھتا ہے۔ کہ نبی اسرائیل کا نبی ان کے پیچھے نماز پڑھے گا۔ نبی ہے نبی اسرائیل کا اولالعزم رسول۔ مگر اس امام کے یعنی بارہویں کو نماز نہیں پڑھا سکتا۔ جب نبی بارہویں کو نہیں پڑھا سکتا تو غیر نبی کیسے پہلے امام کو

پڑھائے گا۔ (صلوات)

آخری بار کہہ رہا ہوں۔ اور وہ یہ کہ حضور سرکارِ دو جہاں کی عظمت کو پہچانو تو جو۔ جب بارہویں امام کے قدموں میں عیسےٰ کا سر۔ جب بارہویں نے نماز پڑھی تو بارہویں کے قدموں کے پیچھے دسویں کا اور نویں کا آٹھویں کا ساتویں کا چھٹے کا پانچویں کا چوتھے کا، تیسرے کا دوسرے کا اور تمام اماموں کا سر پہلے کے قدموں میں۔ جب اتنے سر قدموں میں آتے ہیں تب ایک علی بنتا ہے (صلوات) آپ علی کو پہچانیں اور جب آپ علی کو پہچان گئے کہ اس شان والا ہے تو علی جب اپنا سر رسول کے قدموں میں رکھیں تو اس رسول کی کیا عظمت ہو گی اور یہ بھی کہہ دیں کہ میں محمد کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔ اَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبِیْدِ مُحَمَّد (صلوات) تو آپ حضور کی شان کو پہچانیئے جن کے غلام کی یہ شان۔ کیونکہ قدموں میں پہلے امام کا سر حضور کے قدموں میں رہا۔ اور حضور کے سوا کبھی کسی کے قدموں میں رہ سکتا ہی نہیں (صلوات)

اسی وجہ سے حُر کے لشکر نے کہا تھا جب گھیرے میں لے لیا تھا حسین کو تو آپ نے پوچھا تھا۔ کہ تم اپنے لشکر کو خود نماز پڑھاؤ گے۔ امامت تم خود کرو گے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے امام مانتے ہو تم مجھے کیوں محاصرہ میں لے رہے ہو۔ آپ نے نماز سے پہلے حکم دیا کہ وہ اسّی مشکیں جو منزلِ شراف سے پہلے اونٹوں پر پانی سے بھری لادی گئی تھیں وہ اتارو عباس پہلے ان کو پانی پلاؤ۔ دیکھو ان کے گھوڑوں کی کیا حالت ہے دیکھو ان کے سواروں کی کیا حالت ہے۔ یہ پانی کب کام آئے گا۔ پلادو

عباس یہ پانی ۔ اتار لو مشکیں ۔ مشکیں اتار لی گئیں ۔ پانی پلایا جا رہا ہے ۔ علی اکبر کو کہا بیٹا تم بھی اپنے کاندھے پر مشک لے لو ۔ اور تم بھی پلاؤ اور دیکھو گھوڑوں کے سامنے طشت رکھو جب تک تین مرتبہ گھوڑا خود اپنا منہ نہ اٹھائے طشت اس کے سامنے سے نہ اٹھانا ۔ عباس نے پانی پلایا ۔ ہزار کا لشکر سب کو پانی پلایا ۔ بالکل معمولی پانی رہ گیا اور وہ بھی بچوں میں تقسیم کر دیا ۔ اگر ایک ہزار کے لشکر کو معہ گھوڑوں کے حسین پانی نہ پلاتے تو عاشور کے دن علی اصغر کے لئے مانگنے کی ضرورت نہ ہوتی ۔ سارا پانی پلایا ۔ مگر علی اصغر کے لئے جب پانی مانگا تو یہ نہیں فرمایا کہ سامنے کھڑے تھے جنہوں نے پانی پیا تھا ۔ عباس نے پلایا کہ علی اکبر نے ۔ حسین نے یہ نہیں کہا کہ کل میں نے تمہیں پانی پلایا تھا ۔ آج میرے بچے کو پانی پلا دو ۔ یہ لفظ زبان پر نہیں آئے ۔

کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ تم اپنے اعمالِ نیک کو جتا کر احسان ضائع نہ کرو ۔ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے وہ تپتی ہوئی زمین وہ آفتاب کی سخت تمازت اندر خیمہ کے وہ بچہ گھبرا گیا ۔ تڑپنے لگا کل میں نے بتایا تھا کہ حسین لائے اور یہ کہا یَا اَھْلُ الکوفیۃ و الشام ھذا عطشان من ثلثۃ ایام (ترجمہ) اے کوفیو شامیو ۔ یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے وہ پیاسی بھوکی ہے اس کا دودھ خشک ہو گیا ہے ۔ اگر تم اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو گے تو تمہارے دریا میں پانی کی کمی نہ ہو جائے گی ۔ تمہارے گھوڑے اور اونٹ پی رہے ہیں ہم تو رسول کی اولاد ہیں جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو ۔ انہوں نے کہا کہ دھوکہ سے چاہتے ہو پانی کے لئے بچہ

کا نام لیتے ہو تم خود پینا چاہتے ہو ۔ فوراً آپ نے عبا ہٹا لی ۔ اور قبا اتار کر تہ کر کے زمین پر بچھائی اور اصغر کو لٹا دیا ۔ آپ دور چلے گئے ۔ فرمایا تم آپ پلا دو اس بچے کو ۔ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ ۔ بچہ آپ پانی مانگے گا تو پلائیں گے ۔ آپ نے فوراً بچّہ کو اٹھایا ۔ اور اصغر سے کہا کہ تم حجت خدا کے سپر ہو تم میں میری ماں فاطمہ کے دودھ کا اثر ہے تم میرے بابا علی کے خون کے قطرے ہو ۔ یوسف نبی کی گواہی کے لئے امت کا ایک بچہ بولا تھا ۔ تم آج بولو ۔ کلام کرو ۔ تم تو رسول کی اولاد ہو ۔ یہ کہہ کر ۔ توجہ ۔ یہ کہہ کر اٹھایا کس طرح ۔ اس بچہ کو سیدھے ہاتھ کمر سے پکڑا ۔ یوں کمر سے پکڑ کر اٹھایا بچے کی ٹانگیں لٹکی ہوئی ۔ اور زبان ہونٹوں پر پھیر رہی ہے ۔ اسے دکھا رہے ہیں ۔ اے ظالمو ! ۔ یہ ہے میرا بچہ سنو کیا کہہ رہا ہے ۔ میرا پیاسا بچہ میرا تین دن کا بھوکا پیاسا بچہ ۔ علی اصغر زبان پھیر کر بتا رہے ہیں کہ میں بھوکا پیاسا ۔ ادھر حسین بچہ کی حالت دکھا رہے ہیں ۔ اُدھر ابن سعد نے حرملہ سے کہا کہ حسین کے کلام کو قطع کر ۔ اس نے تیر جوڑا ۔ حسین نے دیکھ لیا کہ تیر آ رہا ہے پانی مانگنے کا بدلہ ۔ تیر آ رہا ہے ۔ ارے ظالمو ! ایک بات کہہ دوں ظالمو ! اگر تم تیر نہ مارتے تو چند گھنٹے گذرنے پر یہ خود ہی مر جاتا ۔ ہائے یہ حال ۔ تیر جب چلا حسین نے اس بچہ کو سینے سے لگا لیا اور کہا کہ بیٹا صبر کرنا ۔ نانا کی امت پانی دے رہی ہے ۔ وہ تیر گلے پر لگا ۔ اور گلے سے لگ کر بازو میں چھدا ۔ تڑپنے لگا بچہ تیر نکالا ہاتھوں پر لیا بچہ ۔ باپ بیٹے کو لئے ہوئے اور بیٹا تڑپ رہا ہے ۔ پانی مانگا تھا ۔ ارے کیا خطا کی تھی ۔ کافر سے بھی پانی مانگتے ہیں ۔ دشمن بھی پانی پلاتے ہیں وہ بچہ تڑپنے لگا ۔ آپ نے اس کو سینے سے لگایا ۔ خون جو نکلا وہ ڈاڑھی پر ملا ۔

کیونکہ زمین نے بھی انکار کیا۔ کہ یہ خون ناحق مجھ پر نہ گرے۔ آسمان نے انکار کیا
یہ قطرہ ادھر نہ آئے۔ تو آپ نے منہ پر ملا۔ تو ایک جملہ کہہ دوں اپنے
استادِ محترم سید سبط حسن اعلی اللہ مقامہٗ اس موقع پر ایک جملہ کہا کرتے تھے۔
اور وہ کہتے تھے کہ اے مظلوم امام اے مولا۔ آپ تو امام تھے۔ آپ کو تو علم
امامت تھا آپ تو جانتے تھے کہ لے جائیں گے تو پانی نہ ملے گا۔ اور بچہ کو تیر
لگے گا۔ بچہ شہید ہو جائے گا پھر آپ کیوں لے گئے۔ آپ کو تو امامت کے
ذریعہ علم تھا پھر آپ کیوں لے گئے تو مولا پھر کیا جواب دیں گے مولا فرمائیں
گے کہ چھ مہینے کا بچہ دو طریقے سے پالا جاتا ہے۔ یا جھولے میں یا ماں کی گود میں۔ تو
ماں کے ہاتھوں میں رسیاں بندھ جائیں گی۔ جھولا جلا دیا جائے گا۔ علی اصغر کو
کون گود میں لے گا۔ ہائے علی اصغر۔ ہائے علی اصغر۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ

میرے مضامین میں کہیں کہیں کچھ شکوک پیدا ہوئے ان مجالس میں جو میں پڑھ چکا۔
کچھ حضرات نے بعض چیزیں دریافت کیں اور وہ ہیں بھی اہم۔ میں ان کا جواب
مختصر چند منٹ میں پیش کئے دیتا ہوں۔ ایک صاحب نے کہا کہ ملائکہ جب
گناہ نہیں کرتے تو ابلیس نے نافرمانی کیوں کی۔ انہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ
فرشتوں میں نہیں ہے اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ،
قرآن کی آیت ہے یہ جنات میں سے تھا۔ اور یہ اپنے رب کا نافرمان
بن گیا۔ تو ملائکہ میں سے یہ تو ہے ہی نہیں۔ پھر حکم تھا سجدہ کا ملائکہ کو تو اس
میں یہ کیونکر شامل ہوا۔ اب یہ سوال میں خود پیدا کر رہا ہوں۔ اُن کا جواب
تو ہو گیا۔ اگر نافرمانی کی اور گناہ کیا اور غلطیاں کیں تو یہ جن تھا۔ جن کیلئے
نہیں کیا گیا۔ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۔ یہ تو ملائکہ کے لئے ہے کہ اللہ کے
اشاروں پر چلتے ہیں۔ اور کسی بات میں بھی کبھی سبقت نہیں کرتے یہ ملائکہ کیلئے

ہے۔ یہ تھا جن۔ لیکن یہ حکم میں شامل ہوگیا۔ لفظ ملک کو لوگوں نے نہیں سمجھا ملک کیا ہے
یہ م ل ک تین لفظ مکر کیا کیا بنتا ہے اور بنیادی طور پر یہ کیا معنی رکھتا ہے قرآن مجید میں
کتنی جگہ م ل ک آیا ہے کہیں مَلک کہیں مُلک، کہیں مِلک یہ کئی معنوں میں استعمال
ہوا ہے اس کے حقیقی معنی ہیں پوشیدہ قوت۔ اب وہ پوشیدہ قوت دو طرح
کی ہے ایک ناری دوسرے نوری اَلْجِنُّ جِسْمٌ نَارِیٌّ یَتَشَکَّلُ بِاَشْکَالٍ مُّخْتَلِفَۃٍ
(ترجمہ) یہ جو جن ہیں یہ جسم ناری ہیں۔ جو مختلف شکلوں میں آ جاتا ہے یہ اسکو قوت
دی گئی ہے وَالْمَلَکُ جِسْمٌ نُوْرِیٌّ یَتَشَکَّلُ بِاَشْکَالٍ مُّخْتَلِفَۃٍ (ترجمہ)
اور مَلک جسم نوری ہے۔ اس کو بھی اذن ہے کہ وہ بھی مختلف شکلیں بدل سکتا ہے
تو چونکہ قوت دونوں کو دی گئی اور عربی میں قوت مَلک یا مِلک کہلاتی ہے۔ اس قوت
میں یہ شامل تھا۔ خدا نے تمام عالم کی قوتوں کو حکم دیا تھا کہ جھک جاؤ آدم کے
سامنے۔ حکم تھا تمام قوتوں کو سب جھک گئیں۔ مگر یہ ایک قوت جس کا نام ابلیس تھا
یہ نہیں جھکا۔ قدرت نے خلافت کے معنی بتائے کہ جب ہم خلیفہ بنادیں۔ تو کل قوتیں
اس کے سامنے جھک جاتی ہیں اور یہی پہچان بتائی۔

اب بشیر اک بات آپ سے پوچھتا ہے کہ اللہ نے کہا تھا ان قوتوں سے میں
خلیفہ بنا رہا ہوں تو ان قوتوں میں سے کچھ قوتوں نے کہا ہمیں بنادے ہم تیری
تسبیح و تقدس بجالاتے ہیں۔ تو قدرت نے کہا کہ نہیں میں وہ جانتا ہوں جو
تم نہیں جانتے۔ یہ گفتگو آپ نے پڑھی ہوگی ملائکہ نے تمنا کی کہ ہمیں بنادے۔
ملائکہ معنی خلافت کو جانتے تھے یا نہیں۔ اگر نہیں جانتے تو خدا نے کہا کیوں
وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ اے ملائکہ

میں خلیفہ بنا رہا ہوں اگر وہ معنی خلیفہ کے نہیں جانتے تو بات کیوں کی خدا نے۔ تو
خدا کا خطاب غلط اگر وہ معنی نہیں جانتے۔ جو معنی نہ جانتا ہو اس سے کہنا کہ میں
خلیفہ بنا رہا ہوں متکلم کی غلطی ہے۔ ماننا پڑے گا کہ خلیفہ کے معنی فرشتے جانتے
تھے۔ دوسری دلیل یہ کہ انہوں نے تمنا کی کہ ہمیں بنادے اگر نہ جانتے ہوتے تو
تمنائے خلافت کیوں کرتے۔ (صلوات)

معلوم ہوا کہ فرشتے معنی خلیفہ جانتے تھے اور جب معنی جانتے تھے۔ تو
اب خلیفہ کے معنی روحانی صفت ہو سکتے ہیں۔ اب خلیفہ کے معنی تخت و تاج نہیں
ہو سکتے۔ روحانی صفت۔ اور جب روحانی صفت کے معنی میں ہے ملائکہ تب
ہی تو کہہ سکتے ہیں ہمیں بنادے ہمیں بنادے۔ اگر بیت المال یا فوج لشکر کی
شرط ہوتی خلافت میں تو فرشتے نہ گھوڑوں پر بیٹھتے ہیں نہ خزانوں کو استعمال
کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پہلا پہلا لفظ جب آسمان سے آیا لفظ خلیفہ تو وہ آدم
کے لئے آیا اور قدرت نے بتایا کہ معنی خلیفہ روحانی صفت ہے۔ اب تخت
و تاج نہ دیکھنا۔ روحانی صفت قدرت نے بنا دیا۔ کہ اسکی پہچان ایک ہی ہے
جو خلیفہ ہوگا میری تمام قوتیں اس کے سامنے سجدہ کریںگی۔ آدم خلیفہ بنایا
گیا کس کا؟ خدا کا۔ تو آدم کو خلیفہ بنانے کے کیا معنی؟ یعنی اس کو نیابت
خداوندی حاصل ہے جس طرح خدا کے سامنے تمام کائنات کی قوتیں سرنگوں
ہیں۔ اسی طرح اس کے سامنے سرنگوں ہیں یہ جس کو حکم دے گا وہ اطاعت
کرے گا۔ زمین پر کھڑے ہو کر آسمان کی چیزوں کو حکم دے وہ اطاعت
کرینگی۔ زمین کی چیزوں کو حکم دے اطاعت کرینگی۔ کیونکہ قوتوں کو ہم نے

سجدہ ریز بنایا۔ جھکا دیا ان کے سامنے۔ اور جب ملائکہ جھک گئے۔ ایک نہیں جھکا یہ جن یعنی تھا یہ بھی ایک قوت یہ نہیں جھکا۔ قدرت نے اس کو نکال دیا۔ یہ نہیں کہا کہ تو نے جو دلیل پیش کی ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ کہ میں آگ سے بنا آدم مٹی سے بنا۔ میں آدم سے افضل ہوں۔ کیونکہ میں آگ سے بنا اور آدم مٹی سے بنا۔ پس میں بلند ہوں مٹی پستی کی جاتی ہے آگ بلندی کی طرف جاتی ہے۔ میں بلند ہو کر سجدہ کروں پست کو! میں سجدہ نہیں کرتا۔ قدرت نے جواب نہیں دیا۔ پڑھ لیں قرآن۔ کوئی جواب دیا ہو تو بتایئے۔ اللہ نے اس کی دلیل کو رد نہیں کیا۔ کہ تو غلط کہتا ہے۔ بلکہ حکم دیا۔ اُخْرُجْ مِنْهَا اِنَّكَ رَجِیْمٌ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ دُور ہو جا نکل جا۔ تجھ پر لعنت قیامت تک۔ جواب کیوں نہیں دیا۔ اب جواب دینے کا محل نہیں رہا کیونکہ اس نے بات ایک ایسی کہہ دی کہ جسکے بعد جواب دینے کی ضرورت نہیں رہی اس نے بات ایسی کہہ دی۔ وہ کیا۔ کہ میں اعلیٰ اور افضل ہوں اور یہ پست یہ ہے ادنیٰ۔ تو کیا اعلیٰ کو ادنیٰ کے سامنے جھکاتا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے عدل خداوندی کا انکار کر دیا۔ قدرت نے کہا جب تو مجھے عادل ہی مانتا تو نکل جا یہاں سے تجھ پر لعنت ہے قیامت تک۔ اب آپ کی سمجھ میں آیا۔ اول توحید۔ دوسرے عدل۔ جو اس عدل کا انکار کر دے اس کا نتیجہ دیکھ ہی لیا آپ نے۔ میں اس سے پہلے بھی عدل پر بحث کر چکا ہوں۔ آپ سجدہ نہیں کرتے تو گناہ گار۔ کتنی نمازیں نہیں پڑھتے۔ سجدہ نہیں کرتے۔ جو سجدہ نہیں کرتے وہ گناہگار ہوتے ہیں۔ کافر نہیں ہوتے۔ تو وہ سجدہ نہ کرنے سے نہیں نکالا گیا۔ بلکہ یہ کہنے سے کہ تو نے

پست کو اعلیٰ پر حاکم مقرر کیا ہے۔ یہ عدل کے خلاف ہے۔ اس لئے اس کو نکال دیا گیا۔ غرض کہ یہ دو چار جملے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کر دیئے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ کل ملائکہ نے سجدہ کیا۔ ایک کے علاوہ کل قوتیں جھک گئیں۔ تو بشیر ایک بات کہتا ہے کہ ان کل ملائکہ میں ملک الموت بھی شامل اس نے تو نہیں کیا انکار کرنے والا تو ایک شیطان ہے اور جب اس نے انکار نہیں کیا تو ملک الموت بھی مطیع امر بنا۔ سجدہ کرنے والا تو اب خلیفہ کی پہچان آسان ہو گئی۔ بہت آسان ہو گئی تمام ملائکہ نے اطاعت قبول کر لی۔ اس میں ملک الموت نے بھی۔ تو اب خلیفہ وہ ہو گا کہ ملک الموت جس کے قبضہ میں ہو۔ اور جس کے قبضہ میں ملک الموت ہو۔ وہ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنے پر مختار ہو گا۔ اسی کو خدا نے اذن سے تعبیر کیا۔ یہ ہے اذن حضرات! خلیفہ کے سامنے مردہ کو لے آؤ وہ ملک الموت کو بلائے گا۔ اِدھر آؤ۔ روح کو واپس کر دو۔ اسے واپس کرنا ہے وہ تو سجدہ کر چکا ہے۔ فرمانبرداری کر چکا ہے اُدھر وہ روح کو لا کر واپس کرے گا اِدھر یہ ٹھوکر مارے گا۔ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ ہم نے تجھے اللہ کے اذن سے زندہ کیا۔ اللہ نے ہمیں اس قوت کو مٹھی میں دے دیا۔ ہمارے قبضہ میں دے دیا اُٹھ جا وہ اٹھ جائے گا اور اگر کسی خلیفۂ وقت کے سامنے زندہ کو لے آؤ اور اس سے کہو کہ یہ مردہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھا دو۔ دیکھئے جب نماز کے لئے کھڑا ہو گا تو پہلے ملک الموت کو بلائے گا اور کہے گا کہ پہلے روح کو نکال کر لے جاؤ۔ اور جب وہ روح کو نکال کر لے جائے گا۔ فرشتے نمازیوں کو تو نظر آتے نہیں۔ خلیفہ کو نظر آ رہا ہے وہ یہ کہہ دے گا کہ میں اس میت کی نماز پڑھ

رہا ہوں۔ اب پکارنے والے پکارتے رہیں گے وہ نہیں بولتا۔ مر چکا ہے۔ ہماری نظر میں تحت و تاج کوئی چیز نہیں۔ قوائے سماویہ و قوائے ارضیہ۔ جناتی ہوں، کوئی ہوں اس کے قبضے میں ہوں گے۔ کیوں نہیں پانی بھر کے لائے بیر العلم سے معلوم ہے آپ کو واقعہ۔ نہیں معلوم بالکل نہیں۔ واقعات بہت کم سنائے جاتے ہیں۔ حقیقتیں آپ کے سامنے منکشف نہیں کی گئیں۔ تبوک سے واپسی پر ایک کنواں ہے بیر العلم۔ بیر کے معنی ہیں کنواں علم کے معنی ہیں مکان، جگہ۔ ایک کنواں ہے اس کا نام بیر العلم ہے۔ اس میں جنات رہتے ہیں۔ قبضہ تھا جنات کا۔ حضور جنات کے بھی رسول انسانوں کے بھی رسول۔ آیت پڑھ لیجئے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا جنات نے کہا کہ بہترین قرآن سنا۔ اور عجیب چیزیں ہیں اسمیں۔ ہم نے سنا اور ایمان لے آئے رسول پر۔ یہ قرآن سن کر پھر اللہ نے فرمایا۔ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ، اے میرے حبیب ہمارے حکم سے جنات آتے رہتے ہیں تمہارے پاس لشکر کے لشکر جنات تمہارے پاس آتے رہتے ہیں۔ یہ تم سے قرآن سنتے ہیں جا کر یاد کرتے ہیں۔ پھر اپنی قوم کو سناتے ہیں تو معلوم ہوا کہ حضور جس طرح انسانوں کے رسول اسی طرح جنات کے بھی رسول بِاَیِّ الْاٰءِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اے جن و انس خدا کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اسی طرح ارشاد ہے۔ ہم نے جن و انس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور جب دونوں امت ہیں حضور جنات کو بھی قرآن پڑھاتے ہیں۔ ان میں مومن بھی ہیں جو ایمان لے آئے۔ اور کافر بھی ہیں۔ یہ ابلیس کافر جن تھا۔ پڑھ دوں آیت۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ فَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ یہ جن کافر تھا کہ خلیفہ کو نہ مانا (صلوات) تو جنات مومن بھی

ہوتے ہیں کافر بھی ہوتے ہیں۔ اور آپ سورت پڑھ لیجئے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ اور جب بھی جنات رسول کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ تو ہمیں کیا حق کہ ہم حضور کے بعد اپنا تو انتظام کریں۔ اور جنات کو چھوڑ دیں۔ آپ نے جنات کے لئے کیا انتظام کیا ہے۔ جنات کو کون قرآن پڑھائے گا۔ یہ وہ مضمون تھا کہ جس کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سمجھے۔ اور انہوں نے علی کی تعریف میں رباعی لکھی عَلِیٌّ حُبُّہٗ جُنَّۃ۔ علی وہ ہے جس کی محبت ڈھال ہے۔ مشکلات کو روک لیتی ہے۔ ڈھال ہے۔ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃ۔ یہ قسیم ہے جنت و نار کا وَصِیُّ الْمُصْطَفٰی حَقًّا۔ بالحق علی وصی ہے مصطفےٰ کا۔ اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّۃ۔ انسانوں اور جناتوں کا امام ہے (صلوات)

جن مومن و کافر بھی ہوتے ہیں۔ روک دیا پانی نہ بھرنے دیا جنگ تبوک کے بعد واپسی پر۔ جب پانی نہیں بھرنے دیا تو اصحاب کرام نے آکر عرض کی یا رسول اللہ معلوم نہیں کیا ہے اس کنوئیں میں کہ ہم پانی بھرتے ہیں مشک کا دہانہ باندھ کر کنوئیں کی جگت پر رکھتے ہیں۔ تو ایک ہوا چلتی ہے ہم کدھر گرے پڑے ہیں مشک کدھر گئی۔ دہانہ مشک کا کھلا ہوا۔ پانی بہہ جاتا ہے۔ حضور مسکرائے اور فرمایا۔ اے علی تم جاؤ اور پانی لاؤ۔ علی گئے ہاتھ میں ذوالفقار لی۔ پانی بھرا اور بھر کر کنوئیں کی جگت پر رکھا۔ اور ذوالفقار نکالی۔ اور آواز دی کہ ابو طالب کا بیٹا پانی لے کر جا رہا ہے۔ جس کسی کی ہمت ہو روکے۔ یہ دیکھا اصحاب کبار نے کہ یا رسول اللہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ علی تلوار چلا رہے ہیں۔ کبھی ادھر مار

رہے ہیں کبھی اُدھر تلوار چلا رہے ہیں۔ لیکن ہم کسی کو نہیں دیکھ رہے۔ علی مار تو ضرور رہے ہیں۔ مگر یہ پتہ نہیں لگتا کہ کس کو مار رہے ہیں۔ تو بشیر یہ کہتا ہے کہ جب آپ کو امت نظر ہی نہیں آ رہی تو خلافت کیا نظر آئے گی۔ کس پر خلافت کریں گے۔ اس واقعہ کو میں پڑھ رہا تھا تو ایک راز سمجھ میں آیا کہ اللہ نے یہ قرآن میں کہا تھا۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ ہم نے لوہے کو اوپر سے بھیجا۔ آسمانوں سے اَلْحَدِیْدَ خاص لوہا۔ نازل کیا۔ اس سے پہلے ہے۔ اَنْزَلْنَا الْکِتٰبَ ہم نے کتاب کو نازل کیا ہم نے کتاب کو نازل کیا۔ اس کے بعد فوراً وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ اور ہم نے خاص لوہے کو نازل کیا۔ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھتا ہے مولا یہ لوہا اوپر سے آیا ہے۔ جہاں سے کتاب آئی ہے۔ یہ لوہے کا کتاب سے کیا ربط۔ تو آپ نے فرمایا کہ ربط یہ ہے کہ منوانا چاہتا ہے۔ اگر کوئی نہ مانے گا۔ تو یہ لوہا منوائے گا۔ یہ اوپر کا لوہا۔ اب پتہ لگا کہ یہ اوپر سے ذوالفقار کیوں آئی۔ یہ زمین سے لوہا صاف کر کے خالص کر کے کیوں نہ بنائی گئی؟ اوپر کے لوہے سے کیوں بنی اور اوپر سے کیوں آئی؟ آج پتہ لگا اس جنگ میں کہ بیر العلم کی زمین کا لوہا اس چیز کو کاٹتا ہے جو آنکھوں سے نظر آئے۔ اور علی کو جنگ کرنا تھی جنات سے جو آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ اس لئے اوپر سے بھیج دی گئی۔ (صلوٰۃ)

آل کے معنی خاندان کے ہیں۔ قوم کے نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں آیت کا حوالہ دیتا ہوں۔ ۲۴واں پارہ سورہ مومن۔ آل کے معنی میں کیوں لوگوں کو الجھن ہے۔ درود پھر بھی آئے گا۔ آل ہی پر درود رہے گا خواہ کچھ ہی کہو۔ اللہ کا فرشتوں

کا اور ہم سب کا درود۔ آل کے معنی میں لوگوں نے کہا پیرو یعنی کسی کے پیچھے چلنے والا آل جیسے فرعون کے پیچھے چلنے والے آل فرعون۔ خدا قرآن میں کہتا ہے۔ وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا۔ کیا معنی؟ یعنی فرعون کے پیروؤں کو۔ جو پیچھے چلتے ہوں۔ یہ معنی بتائے گئے۔ قطعی غلط۔ ان کو پتہ ہی نہیں جو معنی بیٹھ کر لغت میں دیکھتے۔ کہ فرعون کی کیا قوم تھی یہ کس کی اولاد تھے۔ اور نبی اسرائیل جو موسیٰ کی قوم تھی وہ کیا تھی۔ وہ کس کی اولاد تھے۔ وہ قبطائیم کی اولاد تھی۔ جو آل فرعون کہلاتے تھے۔ قبطائم کی اولاد قبطی۔ عمالقہ ان کو کہتے ہیں۔ اور یہ اسرائیل کی اولاد یعنی یعقوب کی۔ نبی اسرائیل کہلائی جاتی ہے۔ حکومت تھی قبطائیم کی اولاد کی اور قبطائیم کل کی کل جتنی تھی انہیں میں سے بادشاہ بنتا تھا اور اس کو فرعون کہتے تھے۔ علیحدہ نہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ نبی اسرائیل کو اپنا غلام بنالیں اپنے زیر نگیں رکھیں۔ ان کو تنگ کرتے تھے۔ وہ تھے سب کے سب قبطائیم کی اولاد۔ اور جو بھی وہاں بادشاہ بنتا تھا (قبطائیم کے زمانے سے) وہ فرعون کہلاتا تھا فرعون نام نہیں ہے لقب ہے۔ جو بھی بادشاہ وہاں کا بنا۔ وہ فرعون کہلایا۔ اسکی جمع ہے فراعنہ مصر میں فراعنہ گذرے۔ یوسف کے مقابلے میں جو تھا وہ بھی فرعون تھا۔ جتنے آتے وہ سب ایک دادا کی اولاد تھے۔ ثبوت دیتا ہوں۔ چوبیس واں پارہ سورہ مومن۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ۔ خدا فرماتا ہے۔ ایک مرد نے کہا۔ کیسا مرد تھا وہ؟ وہ مومن تھا مرد مومن تھا۔ کن میں سے تھا؟ کس خاندان سے تھا؟ من آل فرعون۔ فرعون کی آل میں سے تھا اور مومن تھا۔ فرعون کی آل میں تھا اور مومن تھا؟ اب آل کے معنی بتایئے۔ اگر آل کے معنی پیرو تو فرعون کی آل کے معنی فرعون کا پیرو تو مومن کیسا؟ آل فرعون بھی ہے اور

مومن بھی! تو اگر آل کے معنی پیرو ہیں تو فرعون کا پیرو مومن نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ خدا کہتا ہے کہ وہ مرد مومن تھا۔ رَجُلٌ مؤمن۔ وہ کافر نہیں تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ، تم موسیٰ کو قتل کرتے ہو۔ یہ تو کہتا ہے ہمارا رب اللہ ہے کیا برا کہتا ہے تو یہ مومن تھا۔ مومن بھی اور آل فرعون بھی تو ماننا پڑے گا۔ کہ آل کے معنی پیرو نہیں۔ اور جب مان لیا کہ پیرو نہیں کیونکہ فرعون کا پیرو مومن نہیں ہو سکتا؛ وہ تو کافر ہو گا۔ تو کہنا پڑے گا کہ خاندان فرعون سے تھا۔ قبطی تھا۔ قبطائیم کی اولاد سے تھا مگر موسیٰ پر ایمان لے آیا۔ اسرائیل کی اولاد پر ایمان لے آیا۔ یہ بتایا ہے خدا نے۔ تو جب آپ حضرات یہ سمجھ گئے کہ آل کے معنی خاندان ہے۔ آل کے معنی اگر پیرو نہیں۔ اور اگر آل کے معنی پیرو ہیں۔ تو بتٔیں ایک بات کہتا ہے یاد رکھنا قیامت تک۔ آل کے معنی اگر پیرو ہیں تو آل محمدؐ کے معنی محمدؐ ماننے والے، محمدؐ کے پیرو اگر یہی معنی ہیں تو جب آپ اللہ کے دربار میں نماز پڑھتے ہیں۔ سنی شیعہ دونوں میرے بھائی نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں کہتے ہیں اللھم صل علی محمدٍ و آل محمدؐ یا علی آلِ محمدؐ۔ دونوں بھائی پڑھتے ہیں تو جب تک خدا کے سامنے ہیں آل محمدؐ۔ دونوں بھائی پڑھتے ہیں وہاں پر کوئی اور لفظ نہیں پڑھا جاتا۔ اللہ کے سامنے نماز میں وضو کر کے منہ کعبہ شریف کی طرف کر کے۔ وہاں پر درود و سلام آلِ محمدؐ پر آل کے بعد کوئی لفظ نہیں کہتے جب تک نماز میں ہیں۔ جب تک اللہ کے سامنے ہیں تو آل محمدؐ۔ اور جب نماز ختم ہوئی اور نمازیوں کی طرف منہ پھیرا تو علیٰ آلہٖ و علیٰ اصحابہٖ و علیٰ ازواجہٖ و علیٰ ذریّاتہٖ۔ اجمعین۔

مجھے بتاؤ اگر آل کے معنی پیرو ہیں تو کیا اصحاب پیرو نہیں ہیں۔ دوسری بات تھی اس کا جواب ہو گیا۔

تیسری بات۔ ایک صاحب نے کہا۔ وہ یہ کہ ہاں شیطان کا بیان پہلے ہی بتایا۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کعبہ کو البیت العتیق کیوں کہتے ہیں۔ کعبہ کا لقب ہے البیت العتیق۔ عتیق کے معنی آزاد۔ بیت کے معنی گھر۔ یعنی آزاد گھر۔ یہ کیوں کہا گیا۔ کب؟ جب طوفان نوح آیا اور وہ پانی تھا عذاب کا تو قدرت نے اس پانی کو کعبہ سے مس نہیں ہونے دیا۔ وہ پانی چکر مارتا رہا۔ طواف کرتا رہا مگر چھو نہ سکا کعبے کو۔ اس دن سے یہ کعبہ البیت العتیق کہا جانے لگا۔ کون کہتا ہے مٹ گیا یہ نام۔ یہ مٹے گا کیسے۔ یہ مٹ نہیں سکتا۔ اس میں تو ایک موعود آنے والا ہے۔ یہ مٹ کیسے سکتا ہے۔ یہ تو انتظار میں ہے اور اسماعیل و ابراہیم سے بھی خدا نے کہا اس کو بلند کرو۔ بناتے نہیں آئے تھے۔ بنایا نہیں ہے ابراہیم و اسماعیل نے۔ پڑھ دوں آیت۔ حضرت ابراہیم جب اپنی زوجہ ہاجرہ و اسماعیل کو لے کر چلے تو قرآن کہتا ہے رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (ترجمہ) اے میرے مولا اے میرے رب میں اپنی کچھ ذریت کو چھوڑ رہا ہوں۔ کہاں؟ کہاں چھوڑ رہا ہوں؟ بِوَادٍ کیسی وادی؟ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ جہاں زراعت بھی نہیں جہاں گھاس پھوس نہیں کوئی اگنے والی چیز نہیں۔ کہاں چھوڑ رہا ہوں؟ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے گھر کے سائے میں۔ ابھی تو اسماعیل بچہ ہے بنانے کے قابل ہی نہیں ہے (صلواۃ) تو بیت تو موجود ہے۔ یہ جناب ایک خیمہ تھا۔ جو جنت سے چلا فرشتے لائے

اور انہوں نے اس جگہ خیمہ لگایا جواب بیت اللہ ہے۔ یہاں پہلے پہلے ایک خیمہ لگایا
گیا۔ فرشتے لائے تھے اور وہ جگہ وسط میں رکھی گئی۔ بات آگئی تو کہہ دوں کہ ذکر
کیا تھا مدرسۃ الواعظین کا۔ اور آپ لوگوں کو شوق پیدا ہوا بعض حضرات میرے
پاس آئے اور انہوں نے بہت کچھ پیش کرنے کا وعدہ کیا خدا کرے کہ بن جائے
مدرسۃ الواعظین۔ دعا کیجئے آپ۔ اللہ تعالیٰ جلد سے جلد ہمارا یہ ادارہ قائم کر دے
اور اسی طرح سے مبلغ نکلیں جو تمام مذاہب سے واقف ہوں۔ جیسے لکھنؤ سے نکلتے تھے
صرف زکوٰۃ خمس والے نہیں بلکہ وہ علماء نکلیں جو دنیا کے مذاہب سے مقابلہ کر سکیں
اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ ہمارے مدرسۃ الواعظین میں ہم ایک عید منایا کرتے
تھے۔ اور اس عید کا نام تھا۔ عید دحو الارض۔ یہاں تو پتہ نہیں پوچھ لیجئے
سرگودھا و ملتان اور کہاں کہاں کے دینی اسکولوں سے۔ ان کو پتہ نہیں ہے۔ کہ یہ
عید کیسی ہے قرآن میں ہے والارض دحٰھا۔ خدا نے جب زمین کو بچھایا اور
پہلا پہلا ذرہ مٹی کا پیدا کیا۔ اور زمین بنی اس دن ہم عید مناتے ہیں۔ اس کا نام ہے
عید دحو الارض تاریخیں معلوم ہیں آپ پڑھ لیجئے گا۔ بلکہ تحفۃ العلوم میں
بھی لکھا ہے۔ انہوں نے ۲۵ ذیقعدہ عید لکھی ہے جس تاریخ کو زمین بچھائی
گئی۔ جب یہ بنی تو اس کا جو کعبہ کا درمیان کا حصہ تھا پہلے پہلے مٹی کا ذرہ اس جگہ بنا
جواب کعبہ کا ٹھیک بیچ ہے وہاں ذرہ بنا اور جب وہ ذرہ بنا تو اس سے باقی
ذرے بنے۔ خدا نے اس کا نام رکھ دیا ام القریٰ۔ آبادیوں کی ماں۔ کیوں؟
قرآن پڑھئے۔ ساری آبادیاں جتنی کہ نمودار ہوئیں دنیا میں ان کی ماں یہی ہے۔
یہیں سے شروع ہوئی ہے زمین۔ اور اسی وجہ سے رسول کو امی کہتے ہیں۔ ہاں

پڑھ لیں۔ امی یعنی اس ام کے رہنے والے۔ خدا نے فرمایا ہے۔
بعث فی الامیین رسولاً منھم اس امی کو خدا نے بھیجا امیوں میں۔ تو
کیا ترجمہ کرو گے۔ کہ خدا نے ان پڑھوں میں بھیجا ایسا نہیں ہے بلکہ ام یعنی مکی کو امیوں
یعنی مکیوں میں بھیجا۔ غرض وہ جملے کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ یہ زمین کا وہ ذرہ مٹی کا پہلا
پہلا جو اس وقت کعبہ کا ٹھیک بیچ ہے اس کے متعلق علامہ امام المحدثین شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں بیان کرتے ہیں۔
قد تواترت الاخبار علی ان علیاً ولد فی جوف الکعبۃ۔ تمام
محدثین سے بالاتفاق ثابت ہے متواتر ہے۔ جیسے قرآن متواتر جیسے چلا آیا متواتر
کوئی اختلاف نہیں۔ وہی آرہا ہے جیسا آرہا ہے۔ اسی طرح علی کا پیدا ہونا جوف
الکعبہ ٹھیک بیچ کعبہ میں۔ ٹھیک بیچ کعبہ۔ اور وہ بیچ کیا ہے۔ وہ مٹی کا ذرہ جہاں
سے زمین بنی وہ ہے ٹھیک بیچ اور اس کو خدا نے ام کہا۔ تو تراب کا ذرہ جہاں
سے بنا وہ جگہ ام تراب اور علی ابوتراب۔ (صلوات) یہ کعبے کے متعلق ہے جو
صاحب کہتے ہیں کہ کعبہ ختم ہو گیا تھا۔ ختم نہیں ہوا تھا قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ نے
ذرا کبھی پڑھا کریں قرآن۔ لا اقسم بھذا البلد میں قسم نہ کھاؤں اس شہر کی
وانت حل بھذا البلد اور اے میرے محمدؐ تو اس شہر میں رہتا ہے میں کیوں
نہ قسم کھاؤں اس شہر کی ووالد وما ولد اور ایک والد کی اور ایک مولود کی
قسم۔ یہ مولود علی بن ابیطالب ہیں۔ (صلوات)
امام زمانہ کی ہدایت پر روشنی ڈالیے ان کی زندگی کا تو کوئی شخص انکار نہیں کر
سکتا کیونکہ زندگی تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جس کو جتنا چاہیئے زندہ رکھے وہ

زندہ رکھ سکتا ہے اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ نو نو سو سال کی ہزار
ہزار سال کی عمریں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں۔ اور وہ تو بدوں کو بھی موقع دے دیتا
ہے۔ خواہش کی تھی نا شیطان نے کہ مجھے زندگی دے دے اَنْظِرْنِیْ اِلٰی
یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ مجھے زندہ رکھ کب تک؟ یوم یبعثون۔ جب اُٹھائے
جائیں گے قبروں سے لوگ۔ خدا نے کہا نہیں۔ قیامت تک زندگی نہیں دیتا۔
اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ میں تجھے اس وقت تک کی
زندگی دیتا ہوں کہ وہ وقت سب کو معلوم ہے کہ آئے گا۔ کوئی آئے گا معلوم ہے سکو
اس وقت تک کے لئے تجھے زندگی دیتا ہوں۔ بس اس کے بعد پھر موت۔ نہیں زندہ
رکھوں گا۔ تو زندہ رہ کر کرے گا کیا؟ اس نے کہا۔ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ۔ میں بہکاؤں گا تمام لوگوں کو، اغوا کروں گا
لوگوں کو۔ لیکن یہ بھی کہہ دیا کہ ان کو میں بہکا سکتا ہی نہیں جو تیرے مخلص بندے ہیں
خود اپنی شکست مان لی۔ کہ وہاں تک میرا دسترس نہیں ہے اور سب کو بہکاؤں گا
خدا سے مہلت مانگتا ہے قیامت تک کے لئے۔ قیامت کو مانتا ہے اللہ کو مانتا ہے
خَلَقْتَنِیْ کہتا ہے کہ بہکاؤں گا۔ کیا بہکاؤں گا۔ اللہ نے مہلت دی۔ کہتے ہیں کہ وہ
امام آئے گا۔ جو ساری دنیا میں ایک دین کرے گا۔ آیت ہے قرآن کی کیا کیا
جائے۔ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ ایک دن آئے گا یہ محمد عربی کا دین
ساری دنیا کے دینوں پر غالب آئے گا۔ اور جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
باطل مٹ جائے گا حق آئے گا۔ تو اب تک تو آیا نہیں۔ ابھی تو باطل کو فروغ
ہے۔ آیا ہے یا نہیں۔ اگر قرآن پر ایمان ہے۔ اور اگر آ گیا تو باطل کیوں نہیں

مٹا باطل تو اور بڑھ گیا۔ اگر کوئی آ گیا تو مذہب ایک اور بڑھ گیا۔ اختلاف اور بھی
بڑھ گیا۔ آنے سے فائدہ کیا ہوا۔ تو جب آئے گا تو دین ایک ہو جائے گا۔ اور اس
کے آنے سے دنیا میں عدل و انصاف ہو گا۔ ظلم و جور ختم ہو جائے گا وَاَشْرَقَتِ
الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔

اللہ ایک ایسے نور کو بھیجے گا کہ زمین نور سے روشن ہو جائے گا۔ تو رہی نور ہو
گا۔ دنیا میں تو وہ آنے والا تو آئے گا۔ اب وہ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ آنے
والا کیا رسول سے بھی بڑھ گیا۔ رسول اللہ ساری دنیا کو مسلمان نہ کر سکے تو یہ امام
آ کر کرے گا۔ یہ اعتراض ہے ان لوگوں کا کہ جو کہتے ہیں کہ آ گیا۔ میں جواب ان کو دے
رہا ہوں اسی آیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے بے شک حضور کو سب سے افضل بنایا اور
یہ آنے والا حضور ہی کا جانشین، حضور ہی کے ماتحت، حضور ہی کی امت میں سے
امام ہو گا۔ مگر اس کے زمانے میں سارا دین ایک ہو جائے گا۔ کیوں ہو جائے گا۔
حضور ہدایت دیتے تھے اپنے زمانے میں۔ رسول کے ساتھیوں کو شیطان گمراہ
کرتا تھا۔ حضور ہدایت کرتے تھے شیطان گمراہ کر دیتا تھا۔ اس لئے نہیں ہوا ایک دین
لیکن جب وہ امام آئے گا تو شیطان مر جائے گا۔ بہکانے والا کوئی نہ ہو گا۔ ہدایت
دینے والا ہی ہو گا اور دنیا میں ایک دین ہو جائے گا۔ تو غرض یہ درمیان میں ایک
بات پوچھ لی تھی وہ بھی میں نے عرض کر دی۔

خداوند تعالیٰ نے ہدائیت کے لئے آئمہ بنائے ہیں۔ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً
یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ ہم نے امام بنا دیئے ہیں جو ہدائیت کرتے ہیں۔ ہمارے
امر کے لئے۔ تو وہ امر کیا ہے؟ اب اس پر بھی ایک بحث ہے۔ ان سوالات

کی وجہ سے میرا مضمون ہی رہ گیا۔ دہریوں نے سنّی شیعہ بھائیوں کے عقیدہ کو غلط کہا یہ انہوں نے اعتراض کیا مسلمانوں کے خلاف اور اس کا جواب میرے چھٹے امام نہ دیتے تو آج تک کسی کو جواب معلوم ہی نہ تھا۔ مجبور ہو کر علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں یہی جواب لکھا۔ محقق دوانی علامہ نسفی، محقق طوسی، علامہ مجلسی، علامہ فیض کاشانی، علامہ حلی اور امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں یہی جواب لکھا جو میرے امام نے دیا۔ اعتراض میں پڑھتا ہوں اور جواب پھر سنیئے گا۔ ہم سنّی شیعہ بھائیوں کا ایمان ہے کہ ایک دن آئے گا جس کا نام قیامت ہے اور اس میں وہی روح جس نے دنیا میں عمل کئے اٹھائے جائیں گے اور وہی بدن جس نے کام کئے رُوح کے ساتھ مل کر وہ بدن اٹھایا جائے گا۔ اور یہ روح و بدن مل کر اللہ کے دربار میں جواب دہ ہوں گے اور حساب و کتاب ہو گا کسی کو ثواب کسی کو عتاب ہو گا۔ یہ ہمارا ایمان سنّی شیعوں کا متفق علیہ ہے۔ اس پر اعتراض ہے غیر مسلم دہریوں کا وہ کیا اِذَا اَکَلَ الاِنسَانُ اِنسَانًا فَیَکُونُ المَاکُولُ جُزءُ بَدَنِہٖ۔ اگر کوئی انسان دوسرے انسان کو کھا جائے خوراک بنا لے۔ تو انسان اکل۔ کھانے والا جس کو کھائے گا اور وہ اس کی خوراک بن گیا یعنی انسان اکول اور جزو بدن بن گیا اس کے بدن کا حصّہ بن گیا۔ اور جب بدن کا حصّہ بن گیا تو قیامت میں یہ دونوں کیسے آئیں گے۔ سوچیں آپ بھی۔ کھا گیا ایک انسان کو دوسرا انسان۔ جانور بھی کھا جاتے ہیں انسان کو۔ انسان بھی انسان کو کھا سکتا ہے۔ اور کھاتے ہیں۔ اذا اکل الانسان انسانا۔ انسان کو کھائے تو یہ ماکول جس کو کھایا گیا۔ یہ بدن کا حصّہ بن گیا کھانے والے کا۔ اور جب کھانے والے کا حصّہ

بن گیا تو قیامت میں کھانے والا آئے گا یا جس کو کھایا اس کے بدن سے نکال کر اس دوسرے کو زندہ کیا جائے گا۔ دونوں میں ایک ہی آسکتا ہے۔ تو دوسرے کا حساب و کتاب ہی نہیں ہو گا۔ پھر معاد غلط کہ سب لوٹائے جائیں گے یہ ہے اعتراض دونوں میں ایک بدن مگر دونوں الگ الگ۔ ایک وقت میں دو مکانوں، دو جگہوں اور دو شخصیتوں میں ایک بدن آ نہیں سکتا۔ ایک ہی لے ہے گا یا ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی کہ اس میں آئے اور اس میں نہ آئے کیوں ایک کو دیا جائے اور دوسرے کو نہ دیا جائے تو پھر کیا ہو گا۔ حشر کیونکر ہو گا۔ یہ ہے اعتراض اور بڑا مشکل ہے اعتراض۔ تو میرے مولا چھٹے امامؑ کے صحابی عمران ابن موسیٰ ساباطی کے ذریعہ یہ بیان ہم تک پہنچا۔ امام نے فرمایا۔ ہر انسان کے دو بدن ہیں قبر میں ایک بدن ہلاک ہوتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ سنیئے وہ کس طرح؟ فرماتے ہیں ہر ایک انسان کے دو بدن۔ ایک بدن اصلی ایک بدن فضلی۔ یعنی فضلی غیر ضروری عارضی۔ اصلی کیا ہے؟ وہ جس سے پیدا ہوا اجزاء طینت جس سے وہ بنا جس سے اس کو بنایا گیا وہ اصلی بدن۔ اس میں خوراک پڑ پڑ کر ماں کے شکم میں بڑا ہوا۔ باہر آ گیا تو کھانے پینے سے بڑا ہو گیا۔ لیکن وہ جس سے وہ بنا اس کے اجزاء اصلیہ ہیں۔ شخصیت اجزاء اصلیہ سے قائم ہے مثلاً ایک آدمی پیدا ہوا آپ نے اس کا نام زید رکھا۔ یہ کس کا نام ہے؟ جو پیدا ہوا اس کا نام ہے زید۔ بڑا ہوا۔ نام کیا ہے؟ زید۔ اور بڑا ہوا زید۔ جوان ہوا زید۔ بیمار ہوا زید۔ صحت یاب ہوا زید۔ موٹا لحیم شحیم ہوا زید۔ تبلا و پتلا ہوا زید۔ مر گیا زید وہ کیا چیز ہے زید۔ جسم کی کمی زیادتی میں وہ رہتا ہے۔ امام کا کلام علوم اہلبیت

خدا کی قسم پہنچ نہیں سکتا ان معنوں میں جو امام بتا رہے ہیں امام نے فرمایا کہ وہ
اجزاء اصلیہ کہ جن سے یہ بنا تھا۔ وہ ہے زید اب وہ موٹا ہو گیا۔ جوان تھا تب
بھی زید بچہ تھا تب بھی زید جب نمازیں پڑھتا تھا تب بھی زید، جب برا کام کرتا
تھا تب بھی زید۔ یہ جو جسم ہے خوراک والا عارضی ہے یہ کم ہو جائے تب بھی زید
زید میں کمی نہیں ہوگی۔ یہ موٹا ہو جائے تو زید میں زیادتی نہیں ہوگی۔ اور پھر آپ
نے فرمایا کہ جوانی میں اس نے جرم کیا موٹا تھا لحیم شحیم تھا جوانی میں ایک قتل کر دیا
جرم کر دیا۔ مقدمہ چلا۔ چلتے چلتے جب سزا کا زمانہ آیا تو بڑھاپا آ گیا۔ جسم کمزور
ہو گیا جب جرم کیا تھا تو موٹا تازہ تھا جوان تھا اور اب سزا کا وقت آیا تو بوڑھا
ہے نہ وہ موٹاپا ہے نہ وہ جسم کی حالت ہے۔ اب تو کمزور ہڈیاں ہیں۔ تو اس کو
اب سزا دی جا رہی ہے تو کس کو سزا دی گئی زید کو یا غیر کو؟ غیر کو نہیں زید کو
وہ زید جوان تھا اب بوڑھا تو معلوم ہوا کہ گھٹتا بڑھتا جو کچھ ہے سزا اور جزاء
اس کی نہیں ہوتی سزا اور جزاء ملتی ہے اصل کو اور وہ اصل زید نہ گھٹتا ہے
نہ بڑھتا ہے مثال دیتا ہوں۔ سنیئے حضرات اور توجہ کیجئے گا۔ جب نمازیں پڑھیں
روزے رکھے۔ اللہ کی عبادتیں کیں تو موٹا تھا۔ جوانی تھی۔ جب بڑھاپا آیا کمزور
ہو گیا دبلا پتلا ہو گیا۔ بتایئے کہ وہ جو عبادتیں کی تھیں موٹاپے میں کیا وہ کم ہو گئیں
عبادتیں اس کے دبلا ہونے سے؟ نہیں۔ وہ عبادتیں رہیں اسی طرح گناہ کئے
تھے تو موٹا تھا۔ اب دبلا پتلا ہو گیا تو کیا گناہ گھٹ گئے؟ نہیں۔ گناہ بھی اسی طرح
رہے کیونکہ گناہ کرنے والا اجزاء اصلیہ ہے جس سے یہ بنا تھا اور یہ تو اجزاء
عارضی تھے جو گھٹتا اور بڑھتا ہے کبھی پتلا، کبھی ہڈیاں رہ جاتی ہیں۔ کبھی

رنگ بدل جاتا ہے، کبھی سفید، کبھی گورا، کبھی کالا۔ یہ رنگ بھی بدلتا ہے اور جسم
بھی بدلتا ہے اور روز بدلتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب قبر میں مردہ جاتا ہے تو
اس کا خوراک والا جسم فنا ہو جاتا ہے اور وہ فنا ہونے والا عارضی جسم ہے پانی
پانی میں۔ مٹی، مٹی میں۔ ہوا، ہوا میں۔ آگ، آگ میں منتشر ہو گیا۔ مگر اجزاء اصلیہ
باقی ہے جس سے وہ بنا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ قیامت میں اٹھائے گا۔ فرماتا ہے
اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ..... بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ
یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ٥ جب اٹھائے گا اس کے اجزاء
اصلیہ کو تو اس کو ویسا ہی بدن جو اجزاء اصلیہ میں پہلے تھا ویسا ہی بنا کر کھڑا کر دیگا
اس کو نکالے گا قبر سے اس کو اٹھائے گا۔ حشر کرے گا اسی حالت میں کیونکہ کیا
وہ اس پر قادر نہیں ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ جس نے اس وقت
بنایا جب یہ کچھ بھی نہ تھا۔ تو اب وہ اس کی موجودہ صورت کو تبدیل کر رہا ہے۔
کیا اس پر خدا قادر نہیں۔ قرآن میں خدا نے بتا دیا کہ خدا قادر ہے۔ تو اب دو
جسم ہمارے ہو گئے۔ ایک جسم اصلی جو نہیں بدلتا وہ طینت ہے دوسرا
جسم فضلی جو کھانے پینے سے موٹا تازہ ہوتا ہے۔ گھٹتا۔ بڑھتا ہے۔ حاضرین
اگر سارا جسم ہی مکمل اٹھایا جائے تو جب سے آپ پیدا ہوئے اس وقت
سے آپ اپنی ساری چیزیں جمع کریں بلغم بھی، بال بھی، ناخن بھی، بول و براز بھی
جو آپ سے نکلا ہے جمع کریں۔ اور جب مریں تو جب تک جمع کریں تو وہ ایک
پہاڑ بن جائے گا۔ اس کا تعلق عمل میں نہیں، عمل کا تعلق اجزاء اصلیہ سے
ہے۔ عارضی بدن کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر اصلی نہیں بدلتا۔ اور جزاء و سزا

اُس اصلی کو ملتی ہے اب حل کیا مولا نے ۔ تو اب بشیر اُس کو صاف کر کے بتاتا ہے انسان نے کھالیا دوسرے انسان کو جس کو کھایا یہ پہلے موجود ہے ۔ اور اس کا اصل بدن بھی ہے اور کھاتا ہے فضلی بدن کو ۔ خوراک والا بدن بھی ہے اور اصلی بھی ہے جب اس نے کھالیا دوسرے کو اِدھر کھایا تو وہ جس کو کھایا وہ کیا بنے گا ۔ بدن فضلی بنے گا اُس کا اصل نہیں بنے گا ۔ اصلی تو پہلے ہے ۔ تو جب فضلی بنے گا تو جس دن اٹھایا جائے گا فاضل تو اٹھے گا ہی نہیں ۔ اٹھے گا اصلی اور اس کا اصلی الگ ہے اور جس کو کھایا اس کا بھی اصلی بدن ہے جو کھائے جانے سے پہلے تھا ۔ اور اس کھانے والے کے بھی دو بدن ایک اصلی جب کھایا تو بدن اصلی ہر ایک کا الگ الگ اور بدن فضلی بھی جدا جدا ۔ بدن فضلی کا حساب وکتاب نہیں ۔ بدن اصلی کا ہے ۔ یہ تو فاضل غذا ہے غذاؤں سے بنا گھٹتا ہے ۔ جب آپ یہ سمجھ گئے تو قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اپنے اپنے بدن اصلی کے ساتھ ۔ اور یہ بدن اصلی فنا نہیں ہوتا اور جنہوں نے مان لیا ہے آلِ محمدؐ کو ان کا بدن فضلی بھی فنا نہیں ہوتا ۔

میں اب ایک بات کہہ رہا ہوں کافی وقت لے لیا سوالوں نے ۔ توجہ دلاتا ہوں ۲۸ء میں جب میں گیا زیارات کو آقائی علامہ مرزا حسین نائینی کا زمانہ تھا جو آقائے محسن حکیم مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے استاد تھے ۔ ان کے درس میں شامل ہوا اس زمانہ میں مدائن میں ایک قبر تھی سلمان فارسی کی ۔ جب ۳۴ء میں گیا ایک تھی پھر ۳۶ء میں گیا اور میرے ساتھ کیمبل پور کے ایک سید قربان حسین شاہ ٹیکسلا کے سید کرم حسین شاہ ذیلدار اور سید حیدر شاہ تھے ۔ جب ہم پہنچے تو

وہاں تین قبریں تھیں ۔ فوراً توجہ ہوئی حالات جو پوچھے تو اخبار، رسالوں اور ریڈیو پر ایک شور تھا ۔ کہ رسول اللہ کے دو صحابی یہاں دفن کئے گئے ابھی ابھی تھوڑے دن ہوئے ۔ ان کے اسماء جابر ابن عبداللہ انصاری اور حذیفہ بن یمانی ہیں ۔ یہ دونوں دریائے دجلہ کے نزدیک دفن تھے ۔ حضور کے زمانے کے صحابی ان دونوں نے بادشاہ ملک العراق کو خواب میں بتلایا کہ اے بادشاہ ہماری میتوں کو نکال لے ۔ دریائے دجلہ میں طوفان آرہا ہے ہماری قبریں بہہ جائیں گی جلدی نکال جب یہ کہا گیا بادشاہ کو نیند نہیں آتی تھی ۔ سو نہیں سکتا تھا ۔ ذرا سویا یہی خواب ۔ ذرا سویا یہی خواب ۔ آخر وہ تنگ آگیا کئی دن نہیں سو سکا ۔ مفتی اعظم پہنچے ۔ انہوں نے کہا میں بھی تین دن سے یہی خواب دیکھ رہا ہوں ۔ مجھے بھی نہیں سونے دیا ان بزرگوں نے ۔ اُس نے کہا کہ پھر کیا کیا جائے ؟ علماء کو بلایا ۔ علماء نجف علماء کربلا، علماء کاظمین علماء موصل، مصر، فلسطین سب جمع ہوئے علماء سنی شیعہ اور انہوں نے کہا یقیناً کوئی راز ہے قبریں کھودو ۔ اور انہوں نے یہ کہا کہ نکالو ہمیں یہاں سے یہاں سے لے جاؤ سلمان کی قبر کے پاس ہمیں دفن کرو ۔ یہ خواب میں دیکھا ۔ پڑھ لو اُردو ڈائجسٹ جو تین ماہ پہلے کا ہے ۔ اس نے بھی اس واقعہ کو مختصراً لکھا ہے ۔ مگر وہ واقعہ جس سن کا ہے ۔ وہ تمام واقعات آچکے ہیں ۔ انگریز، دل، عیسائیوں اور یہودیوں نے سب نے اس واقعہ کو لکھا ہے ۔ چنانچہ حکم ہو گیا قبریں کھودی جائیں ۔ جب قبریں کھودنے کا حکم ہوا تو ایک عالم جمع ہو گیا ۔ کروڑوں آدمی دیکھنے آئے کہ رسولؐ کے زمانے کے صحابیوں کی قبریں

کھودی جا رہی ہیں۔ دنیا آ گئی۔ سفارت خانوں نے اپنے اپنے ملکوں کو خبر دی
وہاں سے بڑے بڑے ڈاکٹر اور سرجن پہنچ گئے مختلف ممالک کے علماء وہاں
موجود۔ پہلے قبر حضرت جابرؓ کی کھودی گئی۔ بزرگوں نے اور بڑے بڑے
مقدس علماء نے مٹی ہٹائی اور سل پتھر کی جو لحد کے ساتھ تھی اس کو جدا کیا
تو خوشبوئیں آنے لگیں۔ (صلواۃ) دماغ معطر ہونے لگا تمام صحرا میں خوشبو
حتیٰ کہ جب ان کو نکالا باہر اٹھا کر لائے تو کفن بھی وہی کھدر کا اسی طرح اور
جسم بھی نرم۔ کبھی سر جھکتا ہے۔ کبھی ہاتھ مڑ جاتے ہیں۔ داڑھی ہوا سے ہل
رہی ہے ٹانگیں ادھر سے ادھر ہلتی ہیں۔ تمام دنیا دیکھ رہی ہے۔ اب دوسری
قبر کھودی گئی۔ حذیفہ یمانی کو نکالا گیا۔ جب ان کو نکالا گیا بالکل اسی طرح خوشبوئیں
آ رہی ہیں معطر ہو گیا میدان۔ جب نکالا تو کفن بھی وہی جسم بھی ویسے ہی ایک ڈاکٹر
جرمنی کا (نام میں بھول گیا اردو ڈائجسٹ میں نام بھی دیا ہے۔ تین ماہ پہلے کا ہے
دیکھ لیجئے گا۔ نام بھی ہے اس وقت اخبارات میں آیا) جس نے نبضیں بھی دیکھیں
ہاتھ دیکھا۔ منہ دیکھا۔ آنکھوں میں روشنی ویسی۔ آنکھیں چمک رہی ہیں دونوں
میتوں کی ہر ایک چیز دیکھ کر جب اس نے تسلی کر لی تو کھڑا ہو گیا اور عراق
کے بادشاہ سے خطاب کر کے کہا۔ اے بادشاہ تو گواہ رہنا کہ میں نے دیکھ لیا ان
دونوں کو۔ اور میں تجھے گواہ کر کے کہتا ہوں اور یہ سارے جو آئے ہوئے ہیں
ان کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔
میں مانتا ہوں کہ یہی دین حق ہے۔ کہ جس پر یہ دونوں بزرگ مرے ہیں۔ یہ وہ
دو صحابی ہیں جنہوں نے آل محمد کے سوا کسی کی بیعت کی ہی نہیں۔ (صلواۃ)

ان دونوں صحابیوں میں ایک وہ ہیں کہ جنہوں نے پہلا چہلم حسینؑ کا کربلا
میں آ کر کیا ہے یعنی جابر بن عبداللہ۔ جب حضرت زینب قید سے رہا ہو کر
یہاں آئی ہیں تو دیکھا کہ کچھ لوگ ان کے بھائی کی قبر کے پاس جمع ہیں تو اونٹ
رکوایا اور زین العابدین سے کہا کہ جاؤ بشیر سے کہہ دو کہ جو آدمی میرے بھائی
کی قبر کے پاس ہیں انہیں ہٹا دے۔ دیکھا کہ وہ تو صحابی رسول حضرت جابر بن
عبداللہ انصاری ہیں۔ انہوں نے کہا انا صحابی رسول اللہ۔ میں تو حضور کا
صحابی ہوں مجھے کیوں ہٹاتے ہو۔ تو اس وقت بشیر نے کہا کہ جو قافلہ شام کی
قید سے رہا ہو کر آیا ہے وہ ہٹانے کو کہتا ہے۔ اس لئے ہٹا رہا ہوں کہ اس
کی بہن آئی ہوئی ہے۔ گھبرا کے جابر کہتے ہیں کہ کیا بی بی زینب آئی ہوئی
ہیں جابر بن عبداللہ انصاری نے یہ کہا اور چیخیں مار کے رونے لگے اور اپنے
ساتھیوں سے کہا ہٹ جاؤ۔ ہٹ جاؤ پردہ کرو پردہ کرو فاطمہ کی بیٹیاں آ
رہی ہیں۔ جب یہ کہا تو بی بیوں کا قافلہ آیا۔ اس نے پوچھا کہ اور کون ہے
مردوں میں ان کے ساتھ۔ اس نے کہا کہ مردوں میں حسین کا بیٹا زین العابدین ہے
جابر نے کہا کہ کہاں ہے مجھے بتاؤ۔ بشیر نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ بی بیوں کو اتار
لینے دو۔ ہائے بی بیوں کو اتارا جانے لگا۔ بی بی زینب بھائی کی قبر پر گر پڑیں
کہا کہ بھیا! ناراض نہ ہونا۔ تیری امانت کو شام میں دفن کر کے آئی ہوں۔
ہائے سکینہ نہیں آئی۔ تیرے سینے پر سونے والی شام کے قید خانے میں
مر گئی۔ اتنے میں جب بی بیاں قبر کے سامنے بین کر رہی تھیں تو امام
زین العابدین نے کہا کہ کہاں ہے میرے نانا کا صحابی۔ کہا کہ جھاڑیوں میں

پردہ کئے بیٹھا ہے۔ ہائے آج بی بیوں کو پردہ کا خیال آج زمانہ یاد آرہا ہے کہ نانا کے زمانے والے ہمارے پردوں کو جانتے ہیں۔ جب امام زین العابدینؑ سامنے ہوئے تو دوڑے جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر چومنے کے لئے کھینچنا چاہا۔ امام نے ہاتھ روک لیے انہوں نے پھر کوشش کی۔ امام نے ہاتھ پھر کھینچ لیا تو انہوں نے رو کر کہا کہ مولا ایسا کبھی نہیں ہوا۔ مدینے میں ہم تو ہاتھوں کو چوما کرتے تھے۔ ہم نے ہر شہزادہ کا ہاتھ چوما۔ آپ اپنا ہاتھ کیوں ہٹا رہے ہیں۔ تو آپ نے کیا کیا؟ آستین ہٹائی اور کہا ارے دیکھ لو زخم ہیں زخم یہ ہتھکڑیوں کے زخم ہیں۔ ہائے میرے زخم ہیں ہاتھ زور سے نہ کھینچ۔ وہ رو رو کر واقعات پوچھتے ہیں امام نے فرمایا کہ میری پھوپھی جان زینب نے میرے بابا کی محنت کو بچایا میں تو بیمار تھا مجھے تو کچھ ہوش نہ تھا۔ مجھے اونٹوں پر باندھ کرلے جاتے تھے۔

اور کتنے بچے میرے بابا نے گن کر پھوپھی زینب کے حوالے کئے تھے۔ جسمیں اصحاب کے بچے بھی اور اہلبیت کے بچے بھی تو وہ پوچھتا ہے کہ کہاں ہیں وہ بچے تو آپ نے کہا ایک بھی نہیں ہے۔ وہ راستے میں اونٹوں سے گر گر کر مر گئے۔ مائیں دیکھتی رہیں بچے تڑپتے رہے قافلہ آگے چلا گیا۔ تڑپ تڑپ کے بچے مر گئے۔ ہائے کیا کہنا اس مرثیہ کا جو بی بی ام کلثوم نے نانا کے مزار پر جا کر پڑھا۔ تم نے مرثیہ خوانوں سے انیس اور دبیر جیسے بڑے بڑے بزرگوں کے مرثیے سنے۔ میں تمہارے سامنے علی کی بیٹی کا مرثیہ پڑھتا ہوں جو دور کھڑے ہو کر شہر کو دیکھکر اور رسول مزار کو دیکھ کر پڑھا۔

مَدِینَۃَ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِینَا
خَرَجْنَا مِنْكِ بِالْاَهْلِینَ جَمْعاً
رَجَعْنَا لَا بَنَاتَ وَلَا بَنِینَا

اے نانا کے مدینے تو ہمیں قبول نہ کر جب ہم نکلے تھے تجھ سے جدا ہوئے تھے تو ہماری گودیں بھری تھیں ہمارے بچے ہمارے ساتھ تھے ہم اہل و عیال کے ساتھ تھے۔ اب ہم واپس آئے تو نہ کوئی بیٹا رہا نہ بیٹی رہی۔ ہائے نہ کوئی بیٹی رہی نہ بیٹا رہا۔ ہائے نانا کے مدینے تو ہمیں قبول نہ کر۔

یہ تھا بی بی ام کلثوم کا مرثیہ۔ دنیا کہتی ہے کیوں روتے ہو؟ ہائے جس کا نہ کوئی بیٹا رہے نہ کوئی بیٹی۔ اس سے پوچھو کہ جس کا باغ اجڑ گیا۔ ہائے اس سے پوچھو کہ جس کا گھر اجڑ گیا کہ کیوں روتے ہو جب حسینؑ آخر بار خیمہ میں آئے تو اس وقت تمام بی بیوں نے کہا۔ کہ زین العابدینؑ سے ملنے امام جا رہے ہیں زین العابدین کے خیمے میں گئے۔ زینب پیچھے پیچھے۔ جب پہنچے بی بی زینب نے بازو ہلایا ایک چٹائی پر پڑے ہوئے تھے بیمار۔ بی بی زینب نے بازو ہلایا بیٹا اٹھو! تمہارا بابا آیا ہے۔ زین العابدینؑ نے آنکھ کھولی۔ بابا کو دیکھا زخمی ہیں خون بہہ رہا ہے۔ شہزادے سے پہچانا نہ گیا۔ زخمی حالت دیکھی تو ایک مرتبہ کہا پھوپھی مجھ سے بیٹھا نہیں جاتا تم میرے پیچھے ٹیک دے دو اپنے سینے کی ٹیک دے دو، میں ذرا بابا سے باتیں کر لوں۔ بی بی زینب پیچھے بیٹھ گئیں۔ زین العابدینؑ کو سینے سے لگایا ٹیک دے کر بیٹھ گئیں۔ امام نے کہا بیٹا زین العابدینؑ خدا حافظ میں جا رہا ہوں۔ بیمار نے کہا کہ بابا کہاں جا رہے

ہیں کہا کر قربانی دینے۔ بیں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اور پھر کہتے ہیں یا ابتاہ!
این این حبیب ابن مظاہر این این مسلم ابن عوسجہ۔ این این زہیر بن قین
بابا یہ صحابی کہاں گئے۔ آپ نے کہا قُتِلَ۔ قُتِلَ۔ قُتِلَ بیٹا سب ختم
ہو گئے اس کے بعد ذرا اور اُٹھے اور اٹھ کر کہتے ہیں این این عمی ابوالفضل
العباس میرے چچا ابوالفضل العباس کہاں ہیں۔ تو آپ نے کہا کہ بیٹا قُتِلَ۔ بیٹا
وہ بھی قتل ہو گئے۔ ایک دفعہ امام زین العابدین نے کہا پھوپھی ذرا مجھے پکڑ لو
اٹھا نہیں جاتا۔ وہ پوچھتے ہیں این این اخی علی الاکبر ارے بابا میرا
بھائی شبیہ پیغمبر کہاں ہے۔ تو حضرت نے کیا جواب دیا۔ لَمْ یَبْقَ مِنَ
الرِّجَالِ اِلَّا اَنَا وَ اَنتَ۔ ارے بیٹا اب مردوں میں تیرے اور میرے
سوا کوئی باقی نہیں ہے۔ اب نہیں کہا قُتِلَ۔ کہ اگر علی اکبر کے لئے یہ لفظ
کہوں گا ایسا نہ ہو کہ جان نکل جائے۔ فرمایا کہ اب مردوں میں تیرے اور میرے
سوا کوئی باقی نہیں ہے۔ یہ کہا سینے سے لگایا۔ کلمات تعلیم کئے امامت سپرد
کی اور آ گئے بی بیوں کے خیمے میں۔ بی بیاں صفیں باندھے کھڑی ہیں۔ ایک
مرتبہ امام نے سب پر نظر ڈالی اور آج دوسرے دنوں کی طرح بی بیوں کو نہیں پکارا
پہلے تو کہا کرتے تھے کہ علی اکبر کی ماں، علی اصغر کی ماں۔ یہ کہا کرتے تھے
آج نہیں۔ آج نام لیتے ہیں۔ پہلے بہنوں کا لیا۔ پھر کہا یا ام لیلیٰ یا رباب
یا رقیہ۔ میرا آخری سلام اے بی بیو! میرا آخری سلام۔ ہائے بی بیوں
پر کیا گزری۔ بچے امام کے قبا کے دامن سے لپٹ گئے۔ جدھر امام جا رہے
ہیں واحسین وامحمدا واعلیا۔ ہائے مدینے کے نانا جلدی آؤ۔ ہمارا

محافظ ہمارا دوست جا رہا ہے سب کو سلام کر کے جا رہا ہے۔ چلے سلام کیا
روانہ ہوئے۔ بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرا جب بالکل نزدیک آ گئے۔ دروازہ
خیمہ پر۔ صف اسی طرح کھڑی ہے ایک بی بی زینب بس اور کوئی نہیں۔ بی بی
ساتھ ساتھ۔ بھائی کے پاس جب دروازے پر پہنچے خیمے کے اور بی بی
زینب ساتھ کھڑی تھیں۔ خدا حافظ کہنے لگے۔ بی بی نے کہا کہ بھیا
اماں کی وصیت یاد آ گئی میری امی جان نے کہا تھا۔ کہ اے زینب جب
تیرا بھائی آخری بار خدا حافظ کہے تو بند قبا کھول کر میری طرف سے حسین
کے گلے کے بوسے دینا۔ گلے کو چومنا یہ اماں کی وصیت ہے۔ حسین نے
بند قبا کھولے بی بی زینب نے بوسے دیئے گلے کو چومتی رہیں بس جب
چوم چکیں۔ تو آپ نے کہا کہ اے بہن زینب مجھے بھی بابا نے وصیت کی تھی
ہائے مجھے بابا کی وصیت یاد ہے بابا نے کہا تھا کہ جب تم آخری بار رخصت
ہو کر زینب سے جدا ہونا۔ تو زینب کے بازو میری طرف سے چوم لینا۔
ہائے بہن۔ مجھے بوسے لینے دو۔

شامیان بستند بازو زینب و کلثوم را

ریاض المصائب (جدید)

مصنفہ:۔ عمدۃ الذاکرین عالیجناب مولانا سید ریاض الحسن صاحب قبلہ۔

اس کتاب میں آیاتِ قرآنی اور احادیث نبویہ کے ذیل میں قافلۂ حسینی کی مدینہ سے روانگی۔ کربلا میں ورود۔ شہادت حضرت مسلمؑ۔ شہادت وہب کلبی۔ شہادت شہزادہ قاسمؑ۔ حالات شبِ عاشور۔ شہادت حضرت عباسؑ۔ شہادت شہزادہ علی اکبرؑ۔ شہزادہ علی اصغرؑ۔ شہادت سید الشہداء۔ اسیری اہل حرم۔ مصائب کوفہ و شام نیز فضائل و شہادت جناب امیرؑ۔ جناب سیدہؑ سے ربط مصائب آلِ عبا کے متعلق اُنیس ۱۹ مجالس درج ہیں۔ اندازِ بیان مؤثر۔ زبان آسان اور عام فہم بیان فضائل ایمان افروز اور ذکر مصائب درد انگیز ہے۔ مومنین اور مقررین کے لئے نادر تحفہ۔ حجم ۱۹۲ صفحات سائز ۵" × ۷" سفید کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ۔ رنگین سرورق۔

مفاتیح الجنان (اردو)

مترجمہ:۔ جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ۔

یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے۔ اور لاکھوں زائرین اس سے زیارات بجا لا چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اُسے اردو میں ترجمہ کر کے مذہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔ آفسٹ چھپائی کاغذ عمدہ۔ سائز ½۷" × ۱۰" حجم ۶۴۰ صفحات۔ سفید کاغذ مجلد ڈائیدار۔ ہدیہ مناسب۔

ملنے کا پتہ:۔ **امامیہ کتب خانہ۔ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸**

عظمتِ شہادت

(جہاد)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ۝

ارشاد رب العزت ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ ، یقیناً تحقیق اللہ نے ۔ اِشۡتَرٰی ، خرید لیا تحقیق اللہ نے خرید لیا ۔ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ، مومنین سے ۔ اَنۡفُسَہُمۡ ، ان کی جانوں کو وَ اَمۡوَالَہُمۡ ، اور ان کے مالوں کو ۔ یقیناً خرید لیا ۔ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ، ۔ بدلے میں اس کے کہ یقیناً ان کے لئے جنت ہے ۔ وہ کیسے مومنین ہیں جن سے سودا کیا گیا ؟ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ، وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں ۔ یعنی فی سبیل اللہ قتال کرتے ہیں ۔ جب قتال کرتے ہیں تو کیا ہوتا ہے ؟ فَیَقۡتُلُوۡنَ ، وہ قتل بھی کرتے ہیں ۔ فَیُقۡتَلُوۡنَ ، اور پھر قتل بھی ہو جاتے ہیں ۔ وہ فی سبیل اللہ قتال بھی کرتے ہیں ۔ اور قتل بھی ہو جاتے ہیں ۔ یہ بیع و شراء یہ سودا جو خدا نے کیا ہے ذَالِکَ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا ۔ یہ بالحق ہے اور اللہ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے ۔ اس کو واجب و لازم کر لیا ہے سبحان اللہ ۔ وعدہ حق

ہے اس کا یہ ۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہ ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اپنے اوپر واجب کر چکا ہے ۔ اور اس وجوب کو اس نے ذکر کر دیا ہے فِی التَّوْرٰاتِ ، توراۃ میں بھی اس کا ذکر ہے ۔ وَفِی الْاِنْجِیْلِ اور انجیل میں بھی اس کا تذکرہ ہے ۔ وَفِی الْقُرْاٰنِ اور قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے ۔ تو اللہ نے معاملہ کیا ہے ان سے جن کی یہ صفتیں بیان کی گئی ہیں ۔ ان سے سودا ہوا ہے قرآن میں بھی اس کا ذکر ہے ۔ سابقہ کتابیں توراۃ و انجیل میں بھی اس کا ذکر ہے ۔ اس کے بعد فرمایا ہے وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ وفا کون ہو سکتا ہے ۔ کون ہے جو اللہ کے سوا اپنے وعدہ کو وفا کرے ۔ اس کے بعد فرماتا ہے ۔ فَاسْتَبْشِرُوْا ، پس تمہیں بشارت ہو ۔ تم حاصل کر و بشارت ۔ جن سے یہ خطاب ہے جن سے یہ سودا کیا ہے ان سے فرما رہا ہے کہ یہ بشارت تم حاصل کر لو ۔ تم خوش ہو جاؤ ۔ بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ اس بیع پر یعنی اس خرید و فروخت پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہوا ہے تم اس پر خوش ہو جاؤ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ، جو تم نے ہمارے ہاتھ فروخت کیا اور ہم نے خرید لیا وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ یہی وہ بہت بڑی کامیابی ہے جو عظیم ہے اس کی نظر میں ۔ بڑی کامیابی ہے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے وہ مستقل ایک باب ہے ۔ اشتراء ۔ کیا چیز ہے؟ خرید وہ کرے کہ جو مالک نہ ہو اس چیز کا یعنی جس کا وہ مالک و مختار نہ ہو ۔ وہ خریدتا ہے کسی ملکیت کو ۔ خدا کس چیز کا مالک نہیں ہے ؟ وہ کیا خرید رہا ہے ۔ ہر چیز کا مالک ہے ۔ ملک السمٰوات والارض آسمانوں اور زمین کی کل قوتیں اس کے قبضہ میں ہیں سب چیزوں کا وہ مالک ہے کہتا ہے کہ ہماری غرض ہی یہی ہے تخلیق عالم سے کہ ہم خرید و فروخت کریں گے ۔ کیوں ضرورت پیش آئی ؟ سب سے پہلا موضوع جو اس آیت سے واضح ہوتا ہے ۔ وہ یہ کہ جن

کو خود بنایا ان کا کوئی حق اس پر نہ تھا ۔ وجود ہی نہ تھا تو حق کیونکر ہوتا ۔ یہ تو اس کی قدرت کاملہ سے وجود میں آئے ۔ یہ کیوں ایسا ہوا ؟ یہ کائنات کیوں وجود میں آئی اور پھر ان سے خرید و فروخت کا معاملہ ہوا ؟ آپ اس پر غور کیجئے تو آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ خدا وہ ذات ہے کہ جو موجود ۔ بالذات ہے ۔ یعنی اس کا وجود کسی کا محتاج نہیں وہ غنی بالذات ہے اس کا وجود کسی سے عاریتاً لیا ہوا نہیں ہے ۔ وہ واجب الوجود ہے ۔ اپنے وجود میں کسی غیر کا محتاج نہیں ہے وجود کی دو ہی قسمیں ہیں ۔ ایک وجود بالذات ۔ دوسرا وجود بالغیر اگرچہ بعد کے علماء نے اس کی قسمیں نکالی ہیں ، واجب الوجود بذاتہ واجب الوجود بالغیر ممکن الوجود بذاتہ ممکن الوجود بالغیر ۔ لیکن نہیں ۔ حقیقت میں ہمارے آئمہ طاہرین کے علوم کی روشنی میں وجود کی دو ہی صورتیں ہیں ۔ اللہ کا وجود بالذات ہے ۔ وہ کسی کا دیا ہوا نہیں اور وجود واجب الوجود ہو گا ۔ وہ کبھی بھی کسی شے کا محتاج نہیں ہو سکتا ۔ وہ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہو گا ۔ اور جب وہ وجود میں کسی غیر کا محتاج نہیں ۔ تو وہ جب کسی کو پیدا کرے گا تو وہ اس کا مخلوق موجود بالغیر ہو گا ۔ یعنی کسی نے اسکو پیدا کیا ہے ۔ اسکو یوں سمجھاؤں کہ ایک شخص دہریہ نے ہمارے امام کشاف الحقائق امام جعفر صادق علیہ السلام سے گفتگو کی ۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور اس نے یہ سوال کیا ما الدلیل علی وجود اللہ کیا دلیل ہے کیا ثبوت ہے کہ اللہ موجود ہے ؟ تو آپ نے فرمایا ۔ انت دلیل تو خود دلیل ہے ۔ تو خود ثبوت ہے ۔ کہ اللہ ہے ۔ اس نے کہا کہ کس طرح ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں ۔ سوچ کر بتا ۔ تو یہ بتا کہ تو نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے یا کسی دوسرے نے تجھے پیدا کیا ہے ؟ تو نے خود اپنے آپ کو بنایا ہے یا کوئی اور تیرا بنانے والا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے یہ کہہ دیا کہ تو نے خود اپنے آپ

کو بنایا ہے یا کوئی اور تیرا بنانے والا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے یہ کہہ دیا کہ تو نے خود اپنے آپ کو بنایا ہے تو میں یہ کہہ دوں گا کہ ایسا کیوں بنایا۔ ویسا کیوں نہیں بنایا۔ وہ گھبرا کے کہتا ہے۔ نہیں۔ میں نے خود اپنے آپ کو نہیں بنایا۔ تو حضرت نے کہا کہ پھر تیرے سوا کسی غیر نے تجھے بنایا۔ جو تیرے سوا ہے اس نے کہا۔ جی ہاں تو آپ نے کہا کہ اچھا اُس کے متعلق بتا کہ کیا وہ بھی تیری ہی طرح ہے۔ کہ اُس کو بھی کسی غیر نے بنایا ہے۔ تو اس نے کہا کہ ہاں اس کو بھی کسی غیر نے بنایا ہے تو آپ نے دریافت کرتے کرتے فرمایا کہ یہ ابتداء کہاں سے ہوئی یہ بنانے کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور جہاں سے ابتداء ہوئی کیا اس کو کسی غیر نے بنایا ہے اور جہاں کسی غیر نے بنایا تو ابتداء نہیں ہوئی۔ کوئی اور بنانے والا ہے۔ آخر میں اس نے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کوئی واجب الوجود ہے کوئی بنانے والا ہے۔ آپ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے کائنات کو کیوں پیدا کیا۔ یہ علوم اہلبیت کی روشنی میں، میں آپ کو سمجھاؤں گا۔ دُنیا کی عقلیں وہاں تک پہنچ سکتی ہی نہیں۔ حضرت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث قدسی کنت کنزاً مخفیاً۔ یعنی میں ایک خزانۂ پنہاں تھا۔ جو خزانے تھے رحمتوں کے برکتوں کے۔ سخاوتوں کے جود و کرم کے وہ کل خزانے پنہاں تھے۔ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس لئے میں نے یہ چاہا کہ اس سے کائنات مستفیض ہو اپنی ذات کے لئے نہیں جو پہچان لے میں اُن کو یہ خزانے دے دوں تاکہ یہ میری رحمتیں میری برکتیں پوشیدہ نہ رہیں اس لئے میں نے کائنات کو خلق کیا اور اس کے بعد حضورؐ سے خطاب۔ میں نے سب سے پہلے۔ خلقتک یا محمدؐ (صلوات)

اس پر بھی اس دہریہ نے میرے آقا سے سوال کر دیا۔ پہلے تو ثبوت مانگتا رہا۔ خدا کے وجود کا ثبوت۔ جب آپ نے جواب مہیا کر دیا تو وہ اول مخلوق پر بحث کرنے لگا۔ کہتا ہے۔ سئل عن الکائن الاول پوچھتا ہے حضور سے (میرے چھٹے امام سے) کہ وہ جو

اول اول بنا۔ جس کو تم کہتے ہو اول وہ کون؟ تو آپ نے فرمایا ھو نور جدی رسول اللہؐ۔ وہ تو میرے نانا کا نور ہے۔ جو اول ہے وہ میرے نانا کا نور ہے۔ تو وہ پوچھتا ہے۔ من ای شیئٍ خلق۔

یہ جس کو اول تم کہتے ہو اپنے نانا کا نور یہ کس شے سے خلق ہوا۔ کس شے سے بنا۔ آپ مسکرائے۔ اور مسکرا کے کہا کہ تم اول بھی مانتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ کس شے سے خلق ہوا۔ وہ گھبرا گیا۔ ایک لفظ نے امام کے کیسا مثبت جواب دیا کہ ابھی تم اول مان چکے ہو۔ ابتداء مان چکے اور پھر کہتے ہو کہ اول کس چیز سے خلق ہوا۔ تو جو اول ہوگا۔ وہ شے سے خلق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر شے سے بنا تو شے اول پھر وہ اول نہیں۔ جب آپ نے یہ فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ پھر کیسے بنا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اول لا شے سے بنا۔ لا شے سے۔ اس نے کہا کہ شے کیا لا شیے ہے۔ لا شے سے کیسے۔ تو آپ نے کہا کہ میرے نانا کا نور لا شے سے بنا۔ اس نے کہا۔ ایکون الشیئ من لا شیئٍ کیا شے ہو سکتی ہے لا شے سے تو آپ نے فرمایا۔ کہ اگر شے سے ہی شے بنے اور لا شے سے نہ بنے تو شے قدیم ہوگی۔ پھر وہ شے قدیم ہے۔ ایک وہ قدیم جو بنائے اور ایک وہ شے قدیم جس سے شے بنے۔ تو کیا تو دو قدیم کا قائل ہے۔ تو دو کر کے مجھے بتا۔ دو کیسے کہے گا۔ توجہ رکھئے گا علوم اہلبیت ہیں۔ دو کہنے کے لئے۔ دو چیزیں ضروری ہونگی۔ دو چیزیں ضروری۔ ایک یہ بھی قدیم اور ایک وہ بھی قدیم۔ دو قدیم۔ قدامت میں دونوں مشترک۔ ایک صفت قدامت ہوئی جس میں دونوں شامل۔ اب جب یہ دونوں قدیم۔ تو تو نے جو ان کو دو کہا تو کس طرح کہا کہ ایک یہ قدیم ہے اور ایک یہ۔ دو کیسے ہوئیں۔ جب تک ان دونوں میں مابہ الامتیاز نہ ہو کہ ایک

یہ ہے ممتاز اور ایک یہ ہے مشخص یعنی ایک یہ اور ایک وہ پہچانی جائے۔ دو الگ کس طرح جب تک کہ ہر ایک میں خصوصیت جداگانہ نہ ہو۔ جب تک یہ خصوصیت نہ ہو کہ جو اس میں ہے وہ اس میں نہ ہو اور جو اس میں ہو وہ اس میں نہ ہو۔ تب تو دو کہے گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تو آپ نے کہا کہ ایک مابہ الامتیاز جس کے ذریعہ سے یہ دو ممتاز ہوں۔ ایک یہ جز ماننا پڑا اور ایک وہ جز جو دونوں میں مشترک ہے تو جو مشترک ہے۔ وہ صفت قدامت ہے۔ دونوں صفت قدامت میں شامل اور ایک وہ صفت جو دونوں میں ممتاز ہے، جداگانہ ہے۔ ایک میں ہے دوسرے میں نہیں، جو اس میں ہے دوسرے میں نہیں تو جب دو دو چیزیں پائی گئیں تو یہ دونوں دو دو چیزوں سے بنے تو جو دو چیزوں سے بنے وہ قدیم کہاں سے ہو سکتا ہے وہ مرکب ہو گیا (صلوات) محتاجِ اجزا ہو گیا۔ غرض آپ نے یہ منوایا کہ کوئی نہ کوئی تجھے اول ماننا پڑے گا۔ اور خدا ایک ہی ہے اور قدیم ہے۔ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔ پروردگار عالم نے کہا کہ میں کائنات کو پیدا کر دوں۔ اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے۔ ایک نور اول کو اسکو نور کہئے۔ ایک اول کو بنایا اور جب وہ اول بنا وہ لا شے سے بنا۔ جب لا شے سے وہ بن گیا تو وہ شے بنا۔ لا شے سے جب وہ بن گیا تو وہ شے ہے۔ اب اس شئے سے اشیاء بنے تو کائنات میں جتنے اشیاء بنے وہ شئے سے بنے اور یہ اول لا شے سے بنا۔ جب کچھ نہ تھا۔ اور ہوا۔ (صلوات)

اور اسی کو کہتے ہیں کہ اول لا شئے سے بنا کچھ نہیں تھا۔ نہ ہوت سے۔ ہوت بنا نہ ہونے کے بعد کچھ نہ تھا۔ کہ ایک بنا اب جب وہ بنا تو اول جو بھی ہو گا وہ تمام اشیاء عالم سے جداگانہ ہو گا۔ کیونکہ وہ لا شے سے بنا۔ اور باقی اشیاء شے سے بنی ہیں۔ تو اس اول مخلوق کی نوعیت تخلیق جداگانہ ہو گی۔ اب اس کا قیاس کائنات پر نہ ہو گا۔ اگر وہ اول نہ ہوتا جو لا شے سے

بنا اگر وہ نہ ہوتا۔ تو شے نہ ہوتی اور اگر شے نہ ہوتی تو اشیاء نہ ہوتیں۔ لہذا خدا اول سے کہہ رہا ہے۔ کہ اگر تو نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔ یہ ہمارا عقیدہ اس نور اول کے متعلق دلائل کے ساتھ عقیدہ ہے۔ کہ اگر یہ نہ ہوتے یعنی محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور اول نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے فرمایا ہے۔ کہ ہماری تخلیق کا قیاس کائنات کی کسی شے سے نہ کرو کسی مخلوق کو یہ نصیب نہیں جو ہمیں حاصل ہے لہذا یہ حضرات تمام کائنات سے جداگانہ نوع ہیں۔

اب یہ رہ گیا کہ غرض تخلیق کیا ہے؟۔ کیوں بنایا؟۔ تو خود خدا فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے خزانے جو پنہاں تھے وہ دینا چاہتا تھا۔ میرے خزانۂ پنہاں ظاہر ہوں اس کے لئے سبب پیدا کیا کہ کس کو دوں۔ کس کو دوں یہ خزانے۔ میں مستغنی ہیں غنی بالذات مجھے کسی چیز کی احتیاج نہیں معرفت بھی اپنی ذات کے اضافہ یا اپنی ذات میں کچھ کمال بڑھانے کیلئے نہیں۔ میں تو ہوں۔ جو پہچان لے گا اس میں کمال آئے گا۔ اور وہ مستحق بن جائے گا کہ میں اُسے کچھ دوں اسلیئے میں نے اپنی معرفت کو سبب بنایا کہ اس معرفت کے ذریعے میں اپنے پنہاں خزانوں کو لٹا دوں۔ لہذا میں نے ایک اول بنایا یعنی سرکارِ دوجہاں کے نور کو جس کے اجزاء ہیں یہ چودہ (صلوات) جب یہ نور اول بنا۔ حاضرین۔ یہ وجود اول جو لا شے سے ہے اس پر آئندہ انشاء اللہ پوری بحث آجائے گی۔ یہ لا شے سے بنا۔ کچھ نہیں ہے۔ کوئی نمونہ نہیں ہے۔ میرے مولا کا خطبہ پڑھئے آپ نہج البلاغہ میں۔ کوئی نمونہ نہ تھا۔ کہ جس کو دیکھ کر یہ اول بنایا گیا۔ کیونکہ پہلا خود ہی نمونہ ہے۔ (صلوات)

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی تم سب کے لئے باتحقیق رسول اللہ بہترین نمونہ ہیں۔ اور چونکہ یہ اول ہیں۔ تو ان کے لئے اور کوئی نمونہ نہیں۔ یہ نمونہ

پہلے بنا اور اس سے پھر سارے نمونے بنے۔ یہ مرکز اول۔ جب آپ یہاں تک پہنچ گئے تو آپ اس کو ذرا بڑھایئے۔

یہ بنا اول اور بنایا معرفت کرانے کے لئے۔ جب معرفت کرانے کیلئے بنایا تو جن کو ان کے بعد پیدا کرے گا۔ ان سے پھر معاملات ہوں گے پھر خرید و فروخت ہو گی۔ مگر ایسی بنیاد یعنی معرفت کی بنیاد پر۔ بنیاد یہی ہو گی۔ بیع و شراء۔ جس کو اول بنایا۔ اب آپ اس اول مخلوق کو سمجھیے۔ یہ ہمارا ایمان۔ مسلمانان عالم کا ایمان۔ کہ سب سے اول ہمارے حضور کا نور بنا۔ تو اب میں ایک گذارش کر دوں گا۔ کہ یہ جب بنا تو اس کی معرفت کا ذریعہ کیا تھا۔ معرفت علم کو کہتے ہیں۔ علم کی قسمیں ہیں۔ علم اور معرفت میں ذرا سا فرق ہے۔ علم جس کا تعلق کلیات سے ہو۔ اس کو علم بولا جاتا ہے۔ کلیات سے تعلق ہوتا ہے۔ اور شخصیات سے تعلق ہو تو معرفت بولا جاتا ہے۔ (صلواۃ) لفظ معرفت اور لفظ علم میں یہی فرق ہے۔ تو اب اس ذات اول میں جس کو خدا نے اول بنایا۔ اس نے معرفت خدا کس طرح حاصل کی اگر معرفت موقوف ہے نمونوں پر۔ اگر حصول معرفت، حصول علم نمونوں پر موقوف ہے تو اسے علم کہاں سے ملا۔ اور اس نے جو معرفت خدا حاصل کی وہ کیوں کر حاصل کی۔ جبکہ کوئی شے نہ تھی۔ کائنات کی کوئی شے نہیں تو اسے علم کہاں سے ملا۔ اور اس نے جو معرفت خدا حاصل کی وہ کیونکر حاصل کی۔ اس مسئلے کو بڑے بڑے حکماء، فلاسفر حل نہ کر سکے اگر حل کیا تو ہمارے آئمہ نے اور اس میں خصوصی طور پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے (صلواۃ)

معلول سے علت کو پہچاننا۔ مصنوع سے صانع کو پہچاننا۔ مخلوق سے خالق کو پہچاننا اثر سے موثر کو پہچاننا۔ یہ تو فطرت ہے کائنات کی۔ مگر اول کائنات کی نہیں۔ کیونکہ

وہاں معلول اول ہی نہیں۔ کوئی معلول، کوئی مخلوق، کوئی مصنوع ہے ہی نہیں۔ ہم نے بے شک پہچانا۔ ہماری فطرت میں اللہ نے پیدا کر دیا اور ہر ایک عاقل اس کو مانتا اور جانتا ہے۔ کہ کسی شے کا وجود اگر ہے تو اس کا کوئی موجد ہے۔ ہر ایک جانتا ہے۔ اور ہم نے اللہ کو پہچانا ہے۔ انہیں ذرایع سے۔ ہم نے اللہ کو نہیں دیکھا۔ ہم نے تو کائنات کو دیکھا ہے۔ یعنی ہم نے مخلوق سے خالق کو پہچانا ہم نے مصنوع سے صانع کو پہچانا۔ ہم نے زمین و آسمان کو دیکھ کر بنانے والے کو پہچانا۔ ہمارے سامنے تو شمس و قمر، بحر و بر ارض و سما، آب و ہوا سب کچھ ہم نے انہیں دیکھا۔ اور بنانے والے کو پہچانا۔ یہ تو ہمارے لئے ہے کہ ہم نے مخلوقات کو دیکھا۔ کیونکہ جب ہم پیدا ہوئے تو ہم سے پہلے مخلوقات موجود تھی۔ اور خالق کو پہچان لیا۔ لیکن یہ بتایئے کہ جو اول بنا اس نے کیا دیکھا۔ جو خدا کو پہچانا۔ (صلواۃ)

سوچنا تو یہ ہے۔ غور اس پر کرنا ہے۔ اس نے کیا دیکھا جب کچھ نہ تھا۔ جب لا شے سے وہ موجود میں آیا۔ تو یقیناً آپ کو ماننا پڑے گا۔ دو تین حدیثیں پڑھوں گا تب سمجھ میں آئے گی بات کہ انہوں نے جو اول بنا تھا۔ اس نے کائنات خدا میں کائنات سے مدد نہیں لی۔ وہ کائنات کا محتاج نہیں اپنی معرفت میں کیونکہ کائنات ہے ہی نہیں۔ آج یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ ہم نے اگر خدا کو پہچانا تو اس کی مخلوق کو دیکھ کر پہچانا ہم نے خدا کو نہیں دیکھا مخلوقات کو دیکھا اور خدا کو پہچانا۔ تو کیوں نہیں مان لیتے کہ مخلوقات کو وسیلہ بنایا معرفت خدا کا۔ اور جب مخلوق کو آپ نے وسیلہ بنایا۔ خالق کو نہیں دیکھا مخلوق کو وسیلہ بنایا۔ ارض و سماء کو وسیلہ بنایا۔ شمس و قمر کو وسیلہ بنایا خدا کی معرفت کا تو آپ نے مخلوقات کو پہچان کر یہ ثابت کر دیا کہ آپ بوسیلہ غیر خدا، خدا تک پہنچے۔

یعنی یہ آپ نے تسلیم کر لیا کہ غیر اللہ کے ذریعہ آپ کو اللہ کی معرفت ہوئی۔ آپ غیر اللہ سے اللہ تک پہنچے تو آپ بغیر وسیلہ کے خدا تک نہ پہنچ سکے۔ اب انکار وسیلہ کیسا! آپ نے تو وسیلہ بنایا مخلوقات کو اور پہچانا خالق کو۔ تو کائنات کو وسیلہ بنا کر اللہ کی معرفت حاصل کی۔ تو آپ غیر اللہ کے اللہ تک کیسے پہنچے۔ غیر اللہ۔ اب وہ غیر اللہ۔ زمین، آسمان، کوئی مخلوق ہو۔ مگر آپ غیر اللہ کے ذریعہ اللہ تک پہنچے مگر جو اول بنے گا۔ جبکہ غیر اللہ ہے ہی نہیں۔ اللہ ہی اللہ ہے۔ (صلواۃ)

وہ اول ہے۔ اس نے کس طرح خدا کو پہچانا۔ تو فرماتے ہیں حسینؑ کے بابا علی علیہ السلام۔ دعائے صباح میں۔ ارشاد فرماتے ہیں ہماری ہدایت کے لئے اور اللہ کے دربار میں کھڑے ہو کر۔ عرض کر رہے ہیں یَا مَنْ دَلَّ عَلیٰ ذاتہ بذاتہ یا اللہ تو نے ہمیں اپنی معرفت کرائی یعنی اپنی ذات کی معرفت کرائی تو نے اپنی ہی ذات کے ذریعہ اے وہ ذات کہ جس نے اپنی ذات کی رہنمائی کی اپنی ہی ذات کے ذریعہ۔ کوئی غیر نہیں درمیان میں۔ کوئی غیر نہیں اور چھوٹے علی نے اُسے اور واضح کیا۔ حسین کا بیٹا زین العابدین علیہ الصلواۃ والسلام نے بہت واضح کر دیا۔ اِلٰھِیْ بِکَ عَرَفْتُکَ یہ صحیفۂ کاملہ میں ہے۔ اے میرے مالک! میں نے تجھے تجھ ہی سے پہچانا وَاَنْتَ دَلَلْتَنِیْ عَلَیْکَ اور تو نے خود ہی میری رہنمائی کی اپنی ذات کے لئے۔ تو نے خود رہنمائی کی۔ ہم نے تجھے پہچانا تجھ سے یہ بات یہی حضرات ہی کہہ سکتے ہیں کہ جب کوئی غیر اللہ نہ ہو۔ اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔ اور یہ اول مخلوق ہوں۔ تو یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا کو خدا سے پہچانا اور کوئی نہیں کہہ سکتا دنیا میں اُن کے سوا کہ ہم نے خدا کو خدا

سے پہچانا۔ اور تمام کائنات نے حتیٰ کہ فرشتے (میں ان کے لئے بھی کہتا ہوں کہ اس اول کے بعد بنے اور جب بنے تو انہوں نے ایک مخلوق کو دیکھا۔ تو جب مخلوق کو دیکھا تو حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سجدہ کرنے لگے ہم حمد و ثناء کرنے لگے۔ کیونکہ ہمیں دیکھا فرشتوں نے اور ہم کیوں سجدے کرنے لگے کیوں ہم حمد و ثناء کرنے لگے تاکہ یہ سمجھیں کہ ان سے کوئی بڑا ہے کہ جس کو یہ سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خدا نہیں ہیں۔ کیوں کہ فرشتوں نے پیدا ہوتے ہی ہمیں دیکھا۔

یہ سمجھایا ہمارے آئمہ نے کہ جب یہ اول ہیں تو وہ بحث آئی کہ جہاں سے بیع و شراء خرید و فروخت کا مسئلہ شروع ہوگا انشاء اللہ کل۔ آج اس کی بنیاد ہے۔ معرفت آئی کہاں سے اس کا مرکز بتاؤ۔ ہمیں سمجھاؤ کہ وہ کون مبداء ہے کہ جہاں سے ابتداء ہوتی ہے وہ کون مخلوق ہے۔ تو جب یہ اول بنے۔ اور ان کو خدا نے اپنی معرفت کرائی تو ذرا سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیسے کرائی؟ انہیں علم کیسے دیا۔ اُنہیں اپنی معرفت کیسے سکھائی۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ ہمارے آئمہ حل کر گئے جو نہ سمجھے وہ خدا کو معلم اور انہیں متعلم اور درمیان میں کتاب سمجھے کہ جس طرح ہم اور پروفیسر صاحب ہمیں ایک دوسرے کو پڑھاتے ہیں۔ اللہ نے اُنہیں پڑھایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اللہ سے کیا چیز نکلی۔ آواز۔ اگر کوئی شے نکلی اللہ سے اس کا تعلق ذات سے ہوا تو مَس ہو گئی۔ وہ خدا نہ رہا۔ اس سے کوئی شے مَس نہیں ہو سکتی۔ آواز کیسے مس ہو گئی لا یلمسہ شیئٌ ولا یمسّہ شیئٌ اس سے کوئی شے لگ نہیں سکتی۔ اُسے کوئی شے چھو نہیں سکتی۔ تو پھر پڑھایا کیسے؟ اور اگر کرسی پر بٹھاتے ہو خدا کو یعنی شاگرد و استاد کو آمنے سامنے کرسی پر بٹھاتے ہو۔ اور بیچ میں کتاب رکھی ہے۔ تو تم نے حد بندی کر دی

ایک جگہ بیٹھا کر۔ پھر خدا نہ رہا۔ (صلوٰۃ) اس کی ذات کے لئے نہ قرب و بعید مکانی ہے
اور نہ زمانی۔ تو اس نے پڑھایا کیسے؟ جب اس سے کوئی چیز مس ہو سکتی ہی نہیں۔ کہ اس
سے کوئی آواز آئے۔ نہ وہ سامنے آسکتا ہے۔ تو علم القرآن کیسے دیا اس نے؟ الرحمٰن
علم القرآن۔ کیسے پڑھایا؟ یہ طرز تعلیم یہ تو کائنات کے پیدا ہونے کے بعد ہے۔ لیکن
وہ تو اول ہے۔ اور اس کا پڑھانے والا خدا ہے تو حضرت فرماتے ہیں۔ (صلوٰۃ)
ان اللہ خلق ارواحنا۔ خدا نے ہماری روحوں کو پہلے پیدا کیا۔ و اسکنھا فی النور
اور نور کو ملایا۔ پھر روح کو ساکن کیا۔ روح کو سکونت دی نور میں اور جب وہ آگئی تو ادھر
وہ آئی تو فانطقنا اسکے آتے ہی ہم عالم بھی بن گئے۔ ناطق بھی بن گئے۔ نطق بھی کرنے
لگے۔ اب معلوم ہوا ہمارے چھٹے امام نے فرمایا۔ اَوْدَعنا معرفتہ خدا نے ہم میں
ودیعت کی معرفت ہمارے اندر معرفت پیدا کی۔ (صلوٰۃ)
یعنی ہمارے اجزائے تخلیقیہ کو یعنی روح و نور کو ایسا بنا دیا کر وہ عالم بنا وہ ناطق بنا وہ بولنے
بھی لگا۔ وہ جاننے بھی لگا۔ بنایا ہے ایسا۔ نہ کہ وہ آواز دے رہا تھا اور یہ سن رہے
تھے۔ انہیں پیدا اس طرح کیا تھا کہ علم ان کے اجزا میں شامل تھا۔ اور معرفت انکی روح
و نور کے مل جانے کا نتیجہ ہے فانطقنا فسبحنا و ھللنا ہمیں ناطق کیا۔ اور یہ پہلا
نطق تھا۔ کہ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ۔ سبحان اللہ۔ اب بشیر اک بات کہتا ہے۔
یہ پہلا نطق تھا۔ لا الہ الا اللہ۔ یعنی نہ لا تھا لام الف۔ کیونکہ یہ بھی مخلوق ہے۔ لام
بھی مخلوق الف بھی مخلوق۔ اور اس کی معرفت بھی مخلوق۔ ہم نے کہا۔ الاّ۔ یہ بھی مخلوق
اور لفظ جو بولا اللہ۔ اللہ۔ الف لام۔ لام۔ الف۔ لا۔ یہ بھی مخلوق۔ کیونکہ پانچ حرفوں
سے بنا اللہ۔ اللہ یہ لفظ ذات نہیں یہ لفظ جو بول رہے ہیں۔ اللہ ہو۔ اللہ ہو لا الہ الا اللہ

یہ لفظیں مخلوق ہیں۔ یہ پیدا کی ہوئی ہیں۔ یہ جب اول نور بنا۔ تو یہ حروف پیدا ہوئے حروف
کی ترکیب پیدا ہوئی حروف تہجی پیدا ہوئے اور یہ مل کر مرکبات اور لفظ بن کر ظہور
میں آئے اس ناطق اول میں۔ تو یہ جو پڑھ رہے ہو تم اس کا وجود بھی موقوف ہے اس ناطق
اول پر جب وہ پڑھنے لگا۔ حروف بنے تو آیتیں بنیں حروف نہ ہوتے تو جملے نہ ہوتے
اور جملے نہ ہوتے تو آیتیں نہ ہوتیں ان کے بولنے سے جملے بنے۔ حروف بنے آیتیں بنیں
(توجہ) آج قرآن ناطق کے معنی سمجھنا۔ کیا معنی ہیں قرآن ناطق کے حروف بنے۔ جملے
بنے۔ کیا معنی۔ یہ سب مخلوق۔ ایک ایک حرف مخلوق اشارہ بھی کر دوں۔ یہ مضمون جو
میں پڑھ رہا ہوں۔ یہ مضمون امام محمد تقی علیہ السلام کا ہے۔ (صلوٰۃ)
حضرت نے فرمایا ہے۔ ان اللہ خلق الاسماء و الصفات بالحروف والحروف
بالاصوات۔ اللہ نے پیدا کیا اسمار کو اور صفات کو حروف سے بنایا ہے۔
اور حروف کو بنایا نطق سے اور نطق کو پیدا کیا نور اول سے۔ جب وہ بولا یعنی اول
بولا تو الفاظ بنے جملے بنے آیتیں بنیں۔ آیتیں بنیں تو رکوع بنے۔ رکوع بنے تو سورے
بنے یہ پارسے بنے قرآن بنا۔ اگر وہ ناطق اول نہ ہوتا۔ پھر قرآن نہ ہوتا تو قرآن ناطق
وہ ہے۔ وہ جب زمین پر آیا نطق کرتا گیا۔ بولتا گیا۔ اصحاب کرام لکھتے گئے۔ (صلوٰۃ)
یہ بولتا گیا وہ لکھتے گئے جب یہ بولا۔ یعنی نور اول جب بولا سننے والوں نے سنا اور
لکھا تو بولنے کے بعد سننے میں اور لکھنے میں آیا۔ کیونکہ خدا نے ان کے اجزا میں دیدیا
تھا۔ تو چونکہ قرآن۔ قرآت کے معنی بولنا۔ قاری بولنے والا۔ جب انہوں نے قرآت
کی (کیونکہ قرآن کہہ رہا ہے) ان کی قرآت کرنے سے قرآن بنا۔ اور وہ کہاں سے بولے
جو قرآتِ قرآن کی وہ کہاں سے کی؟ اب بشیر بول رہا ہے۔ آپ کو سنا رہا ہے علوم

اہلبیت۔ یہ کہاں سے؟ زبان پر تو ہے۔ لیکن یہ آیا کہاں سے؟ ماننا پڑے گا کہ بشیر کے
سینے میں کچھ ہے کہ جو اس کے اندر تھے باہر آرہا ہے۔ تو جب حضور نے قرات کی اور قرآن
بنا! مگر یہ قرآن کہاں سے آرہا ہے؟ ان کے سینے میں ہے۔ اور اگر سینے میں نہ ہو تو بولیں
کہاں سے۔ (صلوٰۃ)

تو جو حاضرین۔ جب یہ بولے تو قرآن اور جو ان کے سینے کے اندر ہے اسکو قرآن
بتاتا ہے انه لقرآن کریم یقیناً یہ جو حضور بول رہے تھے۔ قرآن کریم ہے۔ حضور جو
بول رہے ہیں۔ قرآن کریم ہے۔ فی کتاب مکنون۔ یہ قرآن چھپی ہوئی پوشیدہ کتاب
نہیں یہ قرآن کریم چھپی ہوئی پوشیدہ کتاب مکنون میں ہے جہاں سے یہ پڑھ رہے ہیں
لا یمسه الا المطہرون۔ اس کتاب کو کوئی چھو نہیں سکتا وہ کسی سے مس ہو
نہیں سکتی سوائے ان کے جن کو خدا نے مطہر کیا ہے آیت تطہیر آئی ہے جن کے لئے
ان کے سوا اس کتاب مکنون کو کوئی چھو نہیں سکتا۔ کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ تو اب
کتاب مکنون سینہ محمد عربی ہے (صلوٰۃ) اور جو آپ نے ارشاد فرمایا یا تلاوت کیا وہ
ہے قرآن۔ حاضرین! یہ ان کے اجزاء میں شامل ہے۔ نطق بھی، علم بھی، معرفت بھی
اور جب ان کے اجزاء طینت میں ان کے اجزاء تخلیق میں خالق نے ودیعت کر دیا۔ کہ
یہ پیدا ہی ہوئے عالم، یہ پیدا ہی ہوئے ناطق۔ تو جو ان کے اجزاء بدن ہیں بشری شکل
میں آپ چاہے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ان کے جسم کو کاٹ ڈالیں۔ قرآن جدا نہ ہو
گا۔ نطق جدا نہ ہوگا۔ وہ ان کی روح و نور کو ملا ہے۔ یہ بطن مادر میں بھی کلام کرتے ہیں۔
اور بشری شکل میں پیدا ہوتے ہی کلام کرتے ہیں۔ ان سے قرآن جدا نہیں ہوگا۔ وہ تو
ان کی تخلیق میں ہے۔ ان کے اجزاء تخلیقیہ میں ہے۔ اگر ٹکڑا ٹکڑا جدا ہوگا، سر جدا ہوگا،

قرآن پڑھے گا۔ جسم ادھر کربلا میں پڑھے گا۔ ٹکڑا ٹکڑا قرآن پڑھے گا۔ وہ کٹی ہوئی
انگلی جو انگشتری کے لئے کاٹی گئی وہ الگ قرآن پڑھ رہی ہے اور وہ گرم گرم خون جو
حسین کی رگوں سے خنجر چلنے سے جو رگوں سے گرم گرم خون زمین پر گرا وہ آیتیں لکھ
رہا تھا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ان کے اجزاء تخلیق میں ہے علم
ان کے اجزاء تخلیق میں ہے حکمت و معرفت سب خزانہ ہائے خدا۔ جو کچھ ظہور ہوا۔ جو
کچھ ہیں وہ یہ ہیں نمونہ۔ جو اللہ نے بغیر کسی نمونہ کے بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اجزاء میں
صغیرنا و کبیرنا سواء ہمارے چھوٹے بڑے برابر ہیں ان کے چھوٹے سے چھوٹا
دیکھ لیں۔ بچے سے بچہ دیکھ لیں۔ اس کے اجزاء علم و معرفت ہیں۔ میں آج آپ کو کربلا ہی
کے واقعہ شہادت کے بعد کا ایک مختصر سا واقعہ پیش نظر کر دوں۔ لاشوں پر بی بیاں وداع
کر رہی ہیں۔ یہ مت سمجھئے کہ حسین شہید ہو گئے تو آپ کا ماہ عزا ختم ہو گیا نہیں
عزاداری باقی ہے۔ اب جو بہت زیادہ تکلیف میں ہیں ان کی عزاداری ہے۔ جب تک
حسین تھے۔ بچے بھی آتے تھے پانی مانگنے ان میں سے کوئی بچہ کہتا تھا بابا پانی کوئی کہتا تھا
چچا پانی، کوئی کہتا تھا ماموں پانی، کوئی کہتا تھا مولا پانی۔ جس وقت بچوں نے سن لیا
کہ قُتِلَ الْحُسَیْن آگاہ ہو حسین قتل ہو گئے۔ جب یہ سن لیا تو پھر کسی بچے نے پانی
نہیں مانگا۔ کوئی بچہ پانی مانگنے نہیں آیا۔ جب یہ بی بیاں اتریں تو انہوں نے اپنے وہی
اجزاء علوم ظاہر کئے جو خلقت میں ودیعت ہوئے تھے۔ حضرت بی بی زینب۔ یہ نہ
سمجھنا کہ ان کو پڑھایا گیا۔ نص معصوم نص معصوم اور وہ کون۔ امام زین العابدین کی نص
معصوم کی نص۔ ہمارا امام کہہ رہا ہے۔ انت عالمۃ غیر معلمۃ وفہمۃ غیر مفہمۃ
تم بغیر پڑھائے عالمہ بغیر سمجھائے ہوئے فہمیدہ۔ تمہیں تعلیم دے کر عالمہ نہیں بنایا گیا

تم انہیں اجزا میں ہو۔ کہ جن کی فطرت میں علم دیا گیا۔ یہ امام نے نص کی۔ یہ تو ہے علم کی نص۔ رہ گئی عبادت تو وہ بھی امام نے نص فرمائی۔ جب ہمارے مولا سیدالشہداء رخصت ہو کر جانے لگے۔ اور بی بیوں کو سلام کیا۔ ایک ایک کا نام لے کر۔ دروازے پر خیمے کے تشریف لائے صرف ایک بی بی زینب ساتھ ساتھ۔ باقی جتنی بی بیوں کو سلام کیا تھا۔ وہ صف باندھ کر کھڑی ہوئی ہیں کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہٹی۔ ایک ایک کا نام لیکر اے سکینہ سلام، اے رقیہ سلام، اے ام لیلیٰ میرا سلام، اے رباب میرا سلام سب کو سلام اور آخر میں کیا کہا۔ جو بالکل آخر میں کھڑی تھی ایک بوڑھی عورت . . . .

یَا فِضۃ عَلیکِ السلام فضہ میرا سلام تم پر فضہ میرا سلام۔ سلام کر کے چلے صرف ایک بی بی زینب ساتھ ساتھ۔ جب آئیں حد خیمہ پر اب دونوں بہن بھائی کھڑے ہو گئے۔ صف اندر کھڑی۔ صرف یہ دروازے پر دونوں بھائی بہن۔ اس وقت بہن کہتی ہے بھیا اب مجھے یقین ہے کہ یہ تمہاری جو رخصت ہے یہ آخری ہے۔ میری ماں کا ایک حکم تھا مجھے کہ جب حسین آخری رخصت ہو تو میری نیابت میں میری طرف سے حسین کا گلا چوم لینا بھیا ذرا اپنا گلا کھولو۔ بھیا اپنا گلا کھولدو۔ حسین نے بند قبا کھولے۔ بی بی نے بوسے دیئے لپٹ گئیں۔ حسین نے کہا مجھے بھی حکم تھا۔ کہ جب تم آخری رخصت ہو کر جانے لگو تو میری بیٹی زینب کے بازو پر میری طرف سے بوسے دینا۔ تم بازو کھولو ہیں تمہارے بازو چوم لوں، میں تمہارے بازو چوم لوں۔ حسین نے بہن کے بازو چومے بہن نے حسین کا گلا چوما۔ دونوں بہن بھائی خوب گلے مل کر روئے۔ ایک دوسرے سے لپٹ کر خوب روئے، کبھی نانا یاد آئے کبھی ماں یاد آئیں کبھی بابا یاد آئے۔ کبھی حسن یاد آئے۔ دونوں روئے۔ یہ جو لفظ میں نے کہا نص امام۔ بس اسی پر ختم کردوں گا جب

آخر رو رو کر ہلکان ہوئے تو حسین نے کہا بہن تمہارے رونے کا زمانہ بڑا طویل ہے مجھے اجازت دو۔ مجھے اجازت دو میں جا رہا ہوں۔ جس وقت الگ ہوئے بہن بھائی۔ اور حسین نے ایک قدم آگے کیا ہے تو زینب کا بازو پکڑ کر ایک درخواست کی ہے۔ اب میں وہ پڑھتا ہوں۔ بازو پکڑ کر اپنی بہن زینب سے یہ درخواست کی ہے۔

یا اختاہ۔ یا اختاہ۔ اے میری بہن یا اختاہ لا تنسینی فی نافلۃ اللیل۔ اے میری پیاری بہن تہجد کی نمازوں میں مجھے نہ بھول جانا۔ مجھے ضرور یاد رکھنا۔ ہائے میری بہن۔ اے میری پیاری بہن مجھے تہجد کی نمازوں میں نہ بھولنا تہجد کی دعاؤں میں مجھے یاد رکھنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَ اَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَـنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيَقۡتُلُوۡنَ وَ يُقۡتَلُوۡنَ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا فِى التَّوۡرٰٮةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ وَالۡقُرۡاٰنِ ؕ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَذٰ لِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ۝

کل میں نے یہ آیت پیش کی تھی۔ اسی کو عنوان کلام قرار دیا ہے۔ کیونکہ میرا موضوع بیان عظمت شہادت ہے اور اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ شہادت کی عظمت! آیت کے آخری الفاظ اس مطلب کو بالکل واضح کر دیتے ہیں! و ذالک ھو الفوز العظیم اتنی عظمت والی چیز ہے کہ جس کو خود خدائے عظیم، عظیم فرما رہا ہے۔ تو میں اس پر بحث پیش کروں گا۔ کل میں نے بنیاد رکھی تھی اس عظمت شہادت کو سمجھانے کیلئے کہ مالک الملوک نے ہم سے ہماری جانوں اور ہمارے مالوں کا سودا کیا ہے۔ خرید لیا ہے اللہ نے ان اللہ اشتریٰ یہ صیغہ ہے ماضی کا یعنی خرید چکا۔ اب آپ اس کو سمجھیے۔ ان اللہ اشتریٰ تحقیق کہ اللہ خرید چکا۔ یعنی یہ فیصلہ اب نہیں ہوا۔ یہ ہو چکا۔ روز میثاق ہو چکا۔ خلقت ارواح میں ہو چکا۔ یہ نیا فیصلہ نہیں ہے وہ تو خرید چکا جب عالم میثاق میں تھے۔ تمام دنیا اور یہ تمام حالات اس کے علم میں تھے۔ قیامت تک کے حالات اس کے علم میں تھے۔ ہم سے پوشیدہ تھے اس سے پوشیدہ نہ تھے۔ تو اس نے اس وقت خرید لیا۔ اور

جن روحوں نے لبیک کہی ان کا تعارف کرایا۔ (صلوٰۃ)

ان اللہ اشتریٰ تحقیق کہ اللہ نے خرید لیا وہ خرید چکا۔ من المومنین۔ مومنین سے خریدا ہے۔ غیر مومنین نہیں آسکتے۔ یہ جو اشتریٰ ہے، یہ جو اللہ تعالیٰ نے سودا کیا ہے مومنین سے کیا ہے۔ اس میں غیر مومن شامل نہیں۔ مومن کی بھی تعریف اور اس کی خصوصیات اور شرائط ہیں۔ کن شرطوں پر یہ بیع ہوئی؟ جنت دی جا رہی ہے بیعنامہ کر کے دی جا رہی ہے! جنت کا بیعنامہ کر دیا۔ پہلے ہی کر دیا۔ ابھی جنت بنی ہی نہ تھی وہ فرماتا ہے۔ یقیناً اللہ سودا کر چکا۔ خرید چکا زمانہ ماضی ہیں۔ اب نہیں مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جو مومنین ہیں ان سے خرید چکا انفسھم واموالھم ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید چکا مومنین سے ان کے نفوس کو اور ان کے اموال کو۔ دونوں کو خرید لیا۔ بدلے میں قیمت کیا دی؟ وہ تو مبیع ہے، عربی میں مبیع کہتے ہیں اس چیز کو جو چیز فروخت ہوئی۔ ایک بائع، ایک مشتری، ایک مبیع۔ بیچنے والا یعنی بائع، خریدنے والا مشتری، اور مبیع یعنی جس کو خریدا جائے۔ بیچنے والا جس کو بیچتا ہے اور خریدنے والا جس خریدتا ہے اس کو مبیع کہتے ہیں۔ اور جو اس کے بدلے میں دی جائے اس کو ثمن یعنی قیمت چار چیزیں ہوتی ہیں۔ بیع وشراء میں، اس آیت میں خدا ہے مشتری یعنی خریدنے والا۔ مومنین ہیں بائع یعنی بیچنے والے۔ سودا ہو رہا ہے مومنین کی جان و مال کا یہ بک رہا ہے یہ ہے مبیع اور خریدار اس کی قیمت میں جنت دے رہا ہے یہ قیمت ہے ثمن۔ یہ چاروں چیزیں قدرت نے اس آیت میں بتا دی ہیں کہ روز میثاق یہ ہو چکا ہے۔ فیصلہ ہمارا ہے۔

اب بتلاتا ہے اس کے شرائط۔ کن مومنین سے؟ وہ کل مومنین کون سے ہیں جن سے ہم نے یہ سودا کیا ہے؟ فرماتا ہے یقاتلون فی سبیل اللہ۔ جو قتال

کرتے ہیں فی سبیل اللہ۔ آپ اس کا ترجمہ راہ خدا کر دیں گے لیکن وہ راہ خدا قطعاً غلط ہو گا۔ سبیل کو سمجھئے۔ ایک آیت پڑھ دوں لما لا تقاتلون فی سبیل اللہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ میں پانچ دنوں میں پورا نہ کر سکوں گا۔ اس لئے میں جلد جلد وہ چیزیں آپ کے سامنے لیتا آؤں اور پیش کر دوں۔ اور آپ سمجھتے رہیں۔ سبیل کا ترجمہ یہ نہ کیجئے گا کہ راہ خدا ہیں۔ آپ نے سبیل کے معنی لغت میں دیکھ لئے اور کہہ دیا کہ راہ خدا نہیں! اب دونوں چیزیں الگ بتاتا ہوں۔ سبیل کے معنی یہ نہیں ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

مَا لکُم لَا تقاتلون فی سبیل اللّٰہ والمستضعفین من الرجال و النساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا (سورہ نساء)

لما لا تقاتلون فی سبیل اللہ تم کیوں نہیں قتال کرتے؟ تم کیوں نہیں لڑتے؟ فی سبیل اللہ ایک تو فی سبیل اللہ لڑنا اور دوسرا جملہ و المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان اور ان کمزوروں کے لئے۔ کہ جو مرد بھی عورتیں بھی بچے بھی ہیں اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ ہمیں ان ظالموں کے پنجے سے چھڑا۔ اُن کے لئے کیوں نہیں لڑتے؟ اور سبیل اللہ میں کیوں نہیں لڑتے؟ جو سبیل اللہ لڑتا ہے وہ چیز اور ہے۔ اس کو الگ کر دیا تم سبیل اللہ میں کیوں نہیں لڑتے۔ اور و المستضعفین کو الگ کر دیا یعنی جو کمزور کر دیئے گئے ان کے لئے کیوں نہیں لڑتے کہ جو کافروں کے پنجے میں گرفتار ہیں؟ مرد عورت اور بچے اور وہ یہ کہہ رہے ہیں اے ہمارے پالنے والے اخرجنا ہمیں نکال مِن ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ اس آبادی سے (قریہ کے معنی آبادی۔ قریہ کے معنی گاؤں نہ کہئے گا۔ آبادی کہئے) ہمیں اس آبادی سے نکال کہ جنہوں نے ہم پر ظلم کر رکھا ہے۔ اخرجنا۔ ہمیں یہاں سے نکال۔ کیا معنی؟ کہ وہ اپنے وطن میں نہیں ہیں۔ اگر

وطن میں ہوتے تو یہ نہ کہتے کہ ہمیں یہاں سے نکال۔ یہ کہتے کہ ہمارے وطن میں ہماری حفاظت کر، ہماری مدد کر۔ یہ ایسے ہیں کہ ان کا وطن اور ہے مگر قید ہو گئے ہیں کسی دوسری جگہ۔ اور وہاں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں یہاں سے نکال۔ اس آبادی سے کہ ظالم ہیں یہ لوگ ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور ان میں بچے، مرد، عورتیں، سب ہیں۔ تو اب دو معنی ہیں۔ انشاء اللہ سبیل کے معنی تیسری یا چوتھی مجلس میں پیش کروں گا۔

آج تو یہ بتانا ہے کہ پروردگار عالم نے یہ جو بیع و شراء کی ہے جان و مال کی۔ مالک ہوتے ہوئے پھر وہ ہم سے سودا کرے! وہ تو مالک ہے۔ ہماری جانوں کا اور مال کا سودا کیسا! فرماتا ہے کہ ہم سے تم جنّت لے لو۔ اور اس کے بدلے اپنی جان و مال ہمیں دے دو۔ یہ سودا کیا ہے؟ حالانکہ جان بھی اس کے قبضہ میں ہے مال بھی اس کے قبضے میں ہے۔ جو چاہے کرے۔ لیکن سودا کیا اور یہ سودا، سودا نہیں کہلاتا ہے (توجہ) معاملہ نہیں کہلایا جا سکتا۔ بیع و شراء نہیں کہلاتی جا سکتی جب تک کہ بائع و مشتری مختار نہ ہوں۔ اُنہیں اختیار نہ ہو۔ اگر اختیار نہیں یا لجبر لیا اس کو بیع و شراء نہیں۔ بلکہ وہ غصب کہا جائیگا یا لوٹ مار کر آپ نے لوٹ مار کر لی۔ تو یہ سودا کب کہلائے گا۔ کہ جب تک بایع اور مشتری یعنی بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں اس سودے پر اختیار نہ رکھتے ہوں۔ اور اگر جبراً ہے تو سودا نہیں۔ غصب ہے۔ آپ نے چھین لیا۔ بلا معاوضہ لیکر چلے گئے وہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کو بیع و شراء تو نہیں کہہ سکتے۔ بیع و شراء جو قرآن مجید نے بتایا۔ اس کو پڑھیں گے تو آپ کو احساس ہو گا کہ بایع بھی اختیار رکھتا ہے کہ بیچے یا نہ بیچے۔ اتنی قیمت لے یا نہ لے اسے اختیار اور مشتری کو بھی اختیار ہے کہ وہ اتنی قیمت دے یا نہ دے۔ اس کو بھی اختیار اور بایع کو بھی اختیار یعنی دونوں کو

جب تک اختیار نہ ہوگا۔ بیع و شراء نہیں ہوسکتی۔ یہ اہم چیز ہے۔ آپ حضرات کے لئے بھی یہ آیت نہایت ہی تفکر کی محتاج ہے۔ اگر اللہ نے پہلے ہی سے طے کر دیا اور اس نے اپنی قدرتِ قاہرہ اور قوتِ جابرہ سے مجبور کر دیا کہ جاؤ اور مر جاؤ۔ اور وہ مرتا نہیں خدا تو کہتا ہے کہ جاؤ اور مر جاؤ۔ وہ اپنے حبیب سے کہتا ہے کہ ان سے کہو کہ اس جنگ میں جائیں اور مر جائیں۔ مگر وہ نہیں مرنا چاہتا وہ میدان چھوڑ کر چلا جاتا ہے، نہیں مرتا، وہ اپنا بچاؤ کرتا ہے وہ اس جگہ جان دینا نہیں چاہتا، مال دینا نہیں چاہتا تو پھر اس سے تو سودا نہیں ہوا۔ (صلوات)

پھر یہ جنت کا سودا اس سے نہیں ہوا۔ یہ تو اُن سے ہوگا جو "یقاتلون" قتال بھی کریں، جب جنگ ہو، مقابلہ ہو اس میں قتل بھی کریں مخالف کو۔ کس کا مخالف؟ سبیل اللہ کا اس کے مخالف کو قتل بھی کریں کیونکہ یہ جنگ سبیل اللہ کے لئے ہے اور قتل بھی ہو جائیں۔ اور جب وہ قتل بھی ہو جائیں تو دو صفتیں اس سے ثابت ہوئیں۔ قتال میں لڑیں، قتل بھی کریں مخالفین کو اور تحفظ سبیل میں خود قتل بھی ہو جائیں۔ تحفظ سبیل میں قتل ہو جائیں، اپنے بچاؤ میں نہیں، اپنے جان و مال کے تحفظ میں نہیں۔ سبیل کے تحفظ قتل ہوں جو سبیل کے لئے جنگ ہو رہی ہے اس کے بچانے میں قتل ہوں۔ اور جان و مال دے دیں وہ فرماتا ہے۔ بان لھم الجنۃ یقیناً ان کے لئے جنت ہے۔ جنت ملکیت ہو جائے گی اس کی جس نے جان و مال دے کر خریدی ہے۔ اب جنت کا مالک وہ ہے جس نے جان بیچی۔ غیر نہیں آسکتا اس کی بغیر اجازت۔

وہ مالک ہے جس نے جان و مال دے کر جنت لے لی۔ اب مالک کو اختیار۔ پہلے مالک تھا جان و مال کا۔ اس وقت اسے اختیار تھا کہ وہ اسے بیچے یا نہ بیچے اور جب وہ

بیچ چکا تو اُسے جان و مال کے بدلے قیمت میں جنت ملی۔ تو سب سے پہلے آپ کو یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ ہمیں با اختیار بائع اور اپنے کو با اختیار مشتری قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ جبر ہو جائے گا۔ اور کوئی فائدہ اس کا نہ رہے گا۔ نہ بیع کا اور نہ شراء کا۔ لکھ دیا خدا نے ایسا ہو گا۔ تو ہو گیا۔ پھر اختیار نہ رہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کربلا کا واقعہ تو ہونا ہی تھا۔ ہو گیا۔ یہ تو لکھ دیا گیا تھا اور جب لکھ دیا گیا تو اس کے معنی جبر ہوا۔ جب لکھ دیا اور آپ کہتے ہیں کہ ہونا ہی تھا تو چاہے وہ کربلا والے چاہتے یا نہ چاہتے وہ تو ہوتا ہی۔ اگر ایسا ہے تو اس آیت کے معنی بتاؤ کہ یہ بیع و شراء کیا ہے؟ پھر تو یہ جبر ہے۔ بیع و شراء نہیں ہے۔ ایک بات قبول کرو کہو کہ نہیں لکھا گیا بلکہ اختیار دیا گیا۔ کہ چاہے جاؤ کربلا یا نہ جاؤ۔ جبر نہیں۔ سمجھ لیجئے اس کو کہ جبر نہیں کیا گیا۔ اگر اس کی طرف سے کسی امر میں جبر ہو تو وہ مستحق مدح و ذم نہیں ہو سکتا۔ مجبور نہ مستحق مدح ہے نہ مستحق ذم۔ با اختیار کی مدح یا ذم کی جاتی ہے۔ مجبور کی نہیں اگر کسی کو بالجبر شراب پلائی جائے۔ اور آپ اسکو مذموم سمجھیں اور اسکی ہجو، برائی کریں تو یہ غلط ہو گا کیونکہ اسکو گرا کر مضبوط پکڑ کر اس کے منہ میں جبراً شراب ڈالی گئی تو وہ مجرم نہیں ہو گا مجرم وہ ہو گا جس نے جبر کیا۔ پھر سمجھئے۔ (صلوات)

یہ جرم اس کا ہو گا جس نے جبراً اسکو شراب پلائی اسی طرح اگر کسی کو آپ نے پکڑ کر جبراً سجدہ میں گرا دیا اور آپ اس کے سر پر بیٹھ گئے اور اُسے آپ دبائے ہوئے ہیں تو اس سجدہ کا ثواب نہیں ہو گا یہ فعل ہی اس کا نہیں وہ تو جابر کا فعل ہے اس کا جس نے جبر کیا ہے۔ تو جبر سے نہ اطاعت قابلِ قبول اور نہ گناہ قابلِ مذمت۔ تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنی عبادت اور اپنی نافرمانی میں، ہمیں مجبور نہیں کیا۔ اگر مجبور کر دے تو اطاعت کا ثواب وہ لے ہم کیوں لیں۔ اور گناہ کا بار اس پر ہو جو جبر کرے۔

آپ خدا کے لئے کہیں کہ اگر خدا نے جبر کیا تو جتنے گناہ جبراً کرائے گئے اس کا بار اس پر جس نے گناہ کرائے۔ اور اگر کربلا کی شہادت عظمٰی جبراً نہیں تو اس سے بہتر شہادت کہیں نظر ہی نہیں آئے گی۔ با لجبر نہ خدا اطاعت کراتا ہے نہ بالجبر خدا معصیت کراتا ہے۔

ایک شخص نے کشاف الحقائق امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا مولا! ہم کن چیزوں میں مجبور ہیں؟ کن کن چیزوں میں ہم با اختیار ہیں۔ انہیں الگ الگ سمجھا دیں اتنا مشکل مسئلہ۔ الگ الگ ہمیں بتائیں کہ کون کون سی چیزوں میں ہم مجبور ہیں کیونکہ جبراً وہ وقوع میں آئیں اور کون سی چیزوں میں ہم با اختیار ہیں کہ ہم چاہیے کریں یا نہ کریں وہ آپ ہمیں بتلا دیجئے آپ نے فرمایا۔ دو لفظوں میں فرماتے ہیں۔ جن چیزوں کا قیامت میں خدا حساب و کتاب لے گا۔ اس میں تم با اختیار۔ اور جس کا حساب و کتاب نہ لے گا اس میں تم مجبور (صلوات) تم سے خدا یہ نہیں پوچھے گا کہ تیرا قد اتنا چھوٹا کیوں، تیری آنکھ ایسی کیوں، تیرا رنگ کالا کیوں؟ یہ نہیں پوچھے گا۔ معلوم ہوا تم اسمیں مجبور ہو مگر یہ پوچھے گا کہ نماز کیوں نہیں پڑھی، ہم نے جہاد کا حکم دیا تم میدان چھوڑ کر بھاگ گے کیوں؟ یہ پوچھے گا۔ معلوم ہوا جن چیزوں میں انسان با اختیار ہے۔ انہیں چیزوں کا حساب و کتاب ہوتا ہے۔ تو مجھے بتایئے کہ یہ بیع و شراء یہ جو خرید و فروخت ہو رہی ہے جان و مال کی اس میں اختیار ہے یا نہیں؟ دیکھئے یہ مسئلہ ایک ایسی مشکل کو جو لوگوں کے دماغوں میں پیچیدہ ہو چکی ہے (مشکل شرعی) سب کو حل کر رہا ہے۔ یہ آیت حل کر رہی ہے۔ یہ جو لوگ کہتے چلے آرہے ہیں کہ یہ تو ہونا ہی تھا۔ یہ تو قتل ہونا تھا حسین کو۔ یہ تو لکھا ہی تھا وہ ہو گیا۔ اور اسی طرح انہیں پیاسا و بھوکا رہنا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ بالجبر ہوا اور اگر بالجبر ہوا تو پھر یہ بیع و شراء غلط۔ پھر یہ بیع و شراء نہیں ہوئی بلکہ یہ تو غضب و نہب ہوا حکماً جبراً یہ کرا دیا گیا۔ تو پھر ابتدائے خلق سے لیکر اب

تک جتنے نبی قتل ہوئے، جتنے پیغمبروں کو قتل کیا گیا، تکلیفیں دی گئیں، یہ بھی تو لکھا ہوا ہوگا۔ حضرت یحیٰی کے ساتھ جو ہوا، یہ بھی تو لکھا ہوا ہوگا تو جب سبھی لکھا ہوا اور بالجبر قدرت نے کرایا تو آپ ان کو ظالم کیوں کہتے ہیں کہ جنہوں نے حضرت یحیٰی کو قتل کیا پیغمبروں کے قاتلوں کو آپ نفرین کیوں کرتے ہیں؟ اور خدا کیوں کہتا ہے؟ لعنت اللہ علی الظالمین ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ اگر ان کے اختیار ہی میں نہیں اور ان کا کوئی اختیار نہیں۔ انہوں نے کوئی ظلم نہیں کیا تو ظالم کا وجود ہی نہیں۔ تو پھر جو لکھا ہوا ہے وہی ہو رہا ہے۔ خوب سمجھ گئے الحمد للہ۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ جس کو اس آیت نے واضح کیا ہے۔ خرید و فروخت کا لفظ کہہ کر مسئلہ جبر و اختیار کو واضح کر دیا۔ (صلوات)

اب فرماتا ہے کہ وہ قتال کرتے ہیں۔ فی سبیل اللہ۔ سبیل خدا۔ جو سبیل اللہ ہے۔ اس کے متعلق ان کا قتال ہوتا ہے۔ قتال ہوتا ہے سبیل سے متعلق یہ تشریح آئیگی انشاء اللہ۔ آج تو یہ بتانا ہے کہ عظمت اس میں کیا ہے۔ شہادت میں عظمت کیونکر ہے آج یہ بتانا ہے یہ دوسری بنیاد آپ نے سمجھ لی۔ یہ بیع و شراء جو ہوئی جس کا قدرت نے سودا کیا۔ یہ با اختیار سودا ہے اس میں جبر نہیں ہے۔

جنہوں نے جانیں دی ہیں وہ مجبور ہو کر جانیں نہیں دیں۔ وہ نکل سکتے تھے، وہ سب کچھ اپنی جان بچانے کے لئے کر سکتے تھے۔ جب روکنے والے مدینے میں روک رہے تھے عبد اللہ ابن عباس وغیرہ کہ نہ جاؤ اور وہ فرما رہے تھے کہ ہم ضرور جائیں گے اپنے ساتھیوں سے ضرور کہا کہ تم چلے جاؤ کیونکہ ہم تو جا رہے ہیں سبیل اللہ کے لئے اور راستے میں آیتیں پڑھتے جا رہے ہیں ان للہ وانا الیہ راجعون۔ رضاً بقضائہ وتسلیماً لامرہ جب یہ آیتیں پڑھتے ہیں اور بہن سن لیتی ہے تو علی اکبر

کو بھیجتی ہیں کہ بیٹا تم سے زیادہ کوئی پیارا حسین کو نہیں ہے۔ تم بہترین شیریں گفتار ہو تمہاری باتیں نانا کی باتوں سے ملتی جلتی ہیں تم اُسی انداز میں کلام کرتے ہو۔ تم جاؤ اور یہ پوچھو کہ یہ آیتیں کیوں پڑھ رہے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون علی اکبر نے پوچھا بابا! آپ یہ آیت بار بار کیوں پڑھ رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا! یہ ہمارا قافلہ آگے آگے جا رہا ہے موت ہمارے پیچھے پیچھے ساتھ آ رہی ہے۔ جب یہ لفظ کہا تو فوراً علی اکبر کہتے ہیں۔ یا ابتاہ السنا علی الحق۔ بابا! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بیٹا نحن واللہ علی الحق بیٹا! بیشک ہم حق پر ہیں۔ یہ سنتے ہی علی اکبر کے یہ لفظ تھے۔ فالموت احلیٰ من العسل بابا! پھر موت تو ہمیں شہد سے بھی زیادہ شیریں معلوم ہو رہی ہے۔ دیکھئے یہ جا رہے ہیں اسی لئے اور با اختیار ہیں چونکہ لوگوں کو علم نہیں وہ اسی نظریہ پر ابھی تک ہیں کہ یہ لکھا ہوا تھا لوگ اُنہیں مجبور سمجھ کر کہتے ہیں اُنہیں اس کا احساس نہیں کہ حسین با اختیار جا رہے ہیں۔

اب میں دو جملے کہتا ہوں۔ کہ حسین اگر اس طرح نہ جاتے تو خدا نہ لکھتا۔ یہ گئے تو لکھا گیا۔ اس رخ کو آپ سمجھئے کہ علم تابع معلوم ہوتا ہے۔ معلوم تابع علم نہیں ہوتا۔ اگر آپ کو علم ہے کسی چیز کا تو علم علت نہیں بنے گا کسی چیز کی۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص بندوق لئے ہوئے جا رہا ہے اور سامنے اس کا دشمن ہے وہ قتل کر رہا ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس نے ٹریگر دبایا اور مار دیا آپ دیکھ رہے ہیں تو کیا آپ کا یہ علم اس کے قتل کا سبب ہے یا اس کی ذاتی دشمنی سبب قتل ہے۔ علم کبھی سبب نہیں بنتا۔ اللہ کو کائنات کا علم پہلے ہی سے ہے۔ جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے۔ اس کا بھی علم ہے کیا یہ سب کچھ اس کے علم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ یا جیسا ہو رہا ہے اس کا اُسے علم ہے (صلوٰۃ)

سمجھئے اس مسئلہ کو اللہ نے جبر نہیں کیا وہ اپنے ارادے سے جا رہے ہیں اور خدا با اختیار سودا

کر رہا ہے یہ بائع و مشتری دونوں با اختیار ہیں وہ جا رہے ہیں اور اس کی عظمت کو جانتے ہیں عظمت کی شان میں، میں دو آئیتیں پڑھوں گا۔ تقاتلون فی سبیل اللہ یہ قتال کے لئے جا رہے ہیں۔ سبیل اللہ میں قتل کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (پہلی آیت قتال کے بارے میں کہ جو سبیل اللہ میں جنگ کرے جہاد کرے۔ اس کے بارے میں فرماتا ہے) فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ (سورہ نساء) خدا نے فضیلت دی ہے افضل قرار دیا ہے مجاہدوں کو قاعدوں سے ان قاعدین سے جو بیٹھے ہیں (قعود کے معنی ہیں بیٹھے رہنا جو بیٹھے ہیں) تو خدا فرماتا ہے فضل اللہ المجاھدین ہم نے مجاہدوں کا درجہ قاعدوں سے (جو جنگ میں نہیں لڑ رہے ہیں) فضیلت والا درجہ بنایا ہے۔ ہم نے ان کا درجہ بلند قرار دیا ہے۔ اب دوسری آیت ان سے بھی بلند درجہ ظاہر کرتی ہے۔ الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون (سورہ توبہ) فرماتا ہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور انہوں نے جہاد کیا فی سبیل اللہ۔ سبیل اللہ کے لئے جہاد کیا ہے تو ان کے لئے خدا کہتا ہے۔ اعظم درجۃً عند اللہ خدا کے دربار میں ان کا درجہ اعظم ہے۔ عظیم بھی نہیں بلکہ اعظم۔ اب عظمت کو سمجھئے۔ عظیم سے بھی بلند اعظم۔ اعظم ہیں یہ۔ کتنا بڑا لفظ کہا ہے خدا نے۔ نبوت کے لئے نہیں کہا ہے۔ پڑھ جائیں آپ قرآن۔ یہ لفظ امامت کے لئے نہیں پڑھ جائیں قرآن۔ ولایت کیلئے نہیں کہا ہے پڑھ جائیں قرآن۔ لفظ اعظم شہید کے لئے آیا ہے اور کسی کے لئے نہیں آیا ہے۔ نبی اعظم نہیں، رسول اعظم نہیں ولی اعظم نہیں امام اعظم نہیں ہے مگر شہید کے لئے ہے اعظم۔ (صلوٰۃ)

اب آپ اس سے عظمت شہادت کا اندازہ لگائیے۔ اور اس کے بعد فرماتا ہے۔

واولئک ھم الفائزون ۔ اور یہی ہیں کامیاب وہاں آیت بیع و شراء میں بھی یہی کہا ہے
ذالک ھو الفوز العظیم ان کو بہت بڑی کامیابی ہے جو اللہ کی راہ میں جان دیدیں
دیکھئے! ان کے سوا اور ہے کیا ہمارے پاس ۔ مال آنے جانے والی چیز ۔ یہ جان اللہ نے
ہمیں دیدی ۔ اور ہمارے سپرد کر دی کہ تم اس کا تحفظ کرو ، اس کو بچاؤ ۔ حکم ہے قرآن میں
کہ اپنی جان کو بچاؤ ۔ خودکشی نہ کرو ۔ تہلکہ میں نہ ڈالو ۔ ہم پر فرض کر دیا ۔ لاتلقوا بایدیکم
الی التھلکۃ دیکھو! یہ جان جو میں نے تم کو دی ہے میں ہدایت کرتا ہوں کہ اس کو ہلاکت
میں نہ ڈالنا ۔ دیکھو! اس کو خود سے تم ختم نہ کرنا ۔ خودکشی نہ کرنا ۔ اور سب سے پیاری
چیز جو ہر انسان کو فطری طور پر ہے وہ جان ہے ۔ جان فطری طور پر مال سے زیادہ پیاری
مال قربان ہو جاتا ہے جان پر ۔ عزت سے زیادہ پیاری ۔ عزت دے دیتا ہے انسان
اور کیا کچھ کرتا ہے اس جان کو بچانے کیلئے لیکن اللہ کا جو ایک معینہ قانون ہے وہ ان
سب کے خلاف ، بالکل خلاف ہے وہ کچھ اور ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ اگر جان بیچتے ہو میں
اجازت دیتا ہوں ۔ تم بیچو یا نہ بیچو ۔ میں نے تو مومنین سے خریدنی ہے ۔ میرا تو فیصلہ
ہے کہ میں مومنین سے خریدوں گا ۔ اگر تم بیچنا چاہتے ہو تو آؤ بن جاؤ مومن انکار تو نہیں
ہے ۔ آؤ بنو مومن ۔ مگر یوں مومن نہیں بنو گے ۔ جان و مال کا سودا کرو ۔ اور جب ہم سے سودا
کر لیا تو اس جان کو اپنی نہ سمجھنا ۔ یہ تو ہماری ہے اور جب ہماری ہے تو ہمارا پیغمبر جدھر
چاہے تمہیں لے جائے انکار نہ کرنا ۔ نہ سردی کا نہ گرمی کا ۔ (صلوٰۃ)

تمہیں کیا حق ہے جو کہتے ہو کہ سردی ہے یا رسول اللہ بڑی سردی ہے حضور
گرمی بہت سخت ہو گئی ہے ۔ تم یہ عذر نہیں کر سکتے ہو حضرت امیرالمومنین علیہ السلام
کا ایک کلام یاد آ گیا ہے واذ کنتم تفرون من الحر والقر فی اللہ انتم من السیف

افر یا اشباہ الرجال ولا رجال ۔ (ترجمہ) جب تم سردی سے ڈر کے بھاگتے
ہو ۔ گرمی سے ڈر کے بھاگتے ہو تو یقیناً تم تلوار سے ڈر کر ضرور بھاگو گے ۔ اے مردوں کی شکل والو تم مرد نہیں
ہو ۔ (صلوٰۃ) یہ میرے مولا کا کلام ہے ۔ تو اب معلوم ہوا کہ ہمیں با اختیار جان دینا ہے یا لجبر نہیں یہ سودا اختیاری
ہے مومنین سے وہ سودا کر رہا ہے کہ میں تمہیں جان اور مال کے بدلے جنت دونگا ۔ اور جنت کے سوا مقام
راحت ممکن ہی نہیں ۔ دنیا میں راحت ممکن ہی نہیں جنت مقام راحت اور وہ میں تمہیں دیدونگا ۔ اور دیکھو! یہ
وعدہ تورات ، انجیل ، قرآن میں کہا جا چکا ہے موت سے نہ ڈرو جب جنگ میں آؤ تو
ہم سے سودا کر کے اور اس سودے پر قائم رہو ۔ جو سودا کر لو وہ سودا اب توڑنا نہیں ۔ اس پر
قائم رہنا ۔ اس طرح آؤ ۔ میرے مولا امیرالمومنین نے بتایا ہے کہ کیسے جاؤ ۔ سودا جب ہو تو
کس طرح ہو ۔ نمونے تو آپ کو محمد و آل محمد کے یہاں ہی ملیں گے ۔ اور انہیں سے دنیا سیکھے گی
کیونکہ وہ اول نمونہ قدرت ہیں ۔ ان سے پہلے کوئی نمونہ ہی نہیں ۔ اُن کو نمونہ بنانا پڑے گا ۔
تو وہ کیا فرماتے ہیں ۔ ارشاد فرماتے ہیں اپنے بیٹے سے ۔ بیٹا کون محمدؑ ۔ جناب محمد ابن حنفیہ
حنفیہ کے بیٹے ۔ علی کے یہ بیٹے حنفیہ سے ان کو علم دیا ہے ۔ جنگ جمل کے موقع پر بلایا ہے
کہ بیٹا اِدھر آؤ ۔ مقابلہ کے لئے چلو تیاری کرو ۔ یا بُنَیَّ خُذْ ھٰذِہِ الرّایۃَ لو اس
علم کو ہاتھ میں لو ۔ اور علم جب لے چکے علی کے بیٹے محمدؑ ۔ تو آپ فرماتے ہیں یا بُنَیَّ
تزول الجبال و لا تزل (ترجمہ) اے بیٹا! اگر پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں
تو ہٹ جائیں تیرا قدم نہ ہٹے ۔ (صلوٰۃ) اے بیٹے! تو قتال فی سبیل اللہ سمجھ کر
جہاد میں آیا ہے ۔ کسی مالِ غنیمت کے لالچ میں نہیں ۔ سبیل اللہ کے لئے آیا ہے ۔ تو اب
کیا کر ۔ تزول الجبال و لا تزل ۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو ہٹ جائیں ، لیکن تیرے
قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹنے پائیں تِدْ فِی الارضِ قَدَمَکَ اپنے قدم کو زمین کی میخ بنا

ہلنے نہ پائے۔ اور اس کے بعد کہا کہ وَ اَرِمْ بِبَصَرِكَ اَقْصَى الْقَوْم
اور جب حملہ کرنے کیلئے بڑھے تو دیکھ بیٹا! یہ جو تیرے سامنے لشکر کی صفیں ہیں۔
اُن کو دیکھ کر جب تو حملہ کرنے جائے تو کیا کر۔ تیری نگاہ آخری صف پر ہو کر وہاں
جاکر مارنا ہے۔ اگلی صف پر نہیں۔ دل میں یہ لیکر جاکہ آخری صف کو مارنا ہے۔ اور کیا کر
سبحان اللہ۔ جس لفظ کیلئے میں نے حدیث پڑھی ہے مولاکی۔ وَاَعِرِ اللّٰہَ جُمْجُمَتَكَ
اپنے سر کی کھوپڑی کو (جسکو عربی میں جمجمہ کہتے ہیں) پہلے خدا کو دیدے پھر لڑنے جا
سر خدا کو دے دے۔ اپنا نہ سمجھ۔ اور پھر لڑنے جا۔ کیوں؟ کیونکہ اگر خدا کو تو نے نہیں دیا
اور لڑنے گیا تو اپنا سمجھ کر بچا جائے گا۔ (صلواۃ) یہ فرماکر۔ آخر میں ارشاد فرماتے
ہیں (سبحان اللہ) والنصر من اللہ العزیز اور بیٹا! یہ بھی ایمان رکھ کر دل
میں جاناکہ نصرت اور فتح اللہ ہی کی طرف سے ہے وہی سب پر غالب ہے۔ فتح وہ
دے گا۔ کبھی میری باتوں سے یہ سمجھو کہ اب میں فتح پاکر آؤں گا۔ بابا نے تو مجھے داؤ پیچ بتا
ہی دیئے ہیں۔ یہ خیال بھی نہ رکھنا۔ نصرت اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ خیال بھی نہ رکھنا۔ اپنی
طاقت پر بھروسہ نہ کرنا۔ (صلواۃ) سبحان اللہ۔ اپنی طاقتوں پر اپنے دوستوں پر کبھی
بھروسہ نہ کرنا۔ والنصر من اللہ اللہ سے لو لگائے رکھنا کہ فتح و نصرت اسی کی طرف
سے ہوگی۔ یہ کہا اور فرمایا۔ تقدم۔ قدم بڑھا! قدم بڑھا دیئے۔ محمد بن حنفیہ چلے
اُدھر ساٹھ صفیں۔ ہزار ہزار کی ایک ایک صف۔ وہ سامنے ہے۔ پہلی صف میں تین ہزار
تیر انداز۔ ایک ایک صف ہزار ہزار آدمی کی جب اِدھر سے محمد بن حنفیہ چلے تو اُدھر سے
انہوں نے تیر کمانوں کو جوڑا۔ اور جوڑ کر ذرا سے یہ بڑھے تو تیر چلے۔ جب تیر آئے تو
رک گئے اور رک کے کہا یا ابتاہ اماتری ان السھام کشآبیب المطر بابا آگے کیسے

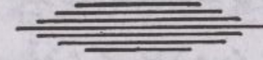
بڑھوں۔ تیر تو بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ہزار ہا ہزار تیر آرہے ہیں۔ آپ آگے
بڑھے اور آگے بڑھ کر کیا کیا اَخذ الرایۃ من یدہ اس کے ہاتھ سے علم لے لیا
ووکزعلی صدرہ۔ اور آپ نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا۔ اور کہا یا بنی
ھذا من عرقك۔ بیٹا! تیروں کی شکایت۔ یہ ماں کے دودھ کا اثر ہے یعنی اگر
فاطمہ کا بیٹا ہوتا تو تیروں کی شکایت نہ کرتا تلوار کی شکایت نہ کرتا۔

جس وقت یہ لفظ کہے۔ محمد بن حنفیہ کو جوش آگیا۔ اور کہا بابا! اب ایسا لڑوں گا
کہ دنیا دیکھے گی کہ علی کا بیٹا کس طرح لڑا۔ تو آپ نے فرمایا بیٹا! اے بیٹا محمد!
اَنتَ اِبنِی تو میرا بیٹا ہے اس لئے میں تجھے بار بار بھیجتا ہوں وھما ابنا رسول اللہ
اور یہ دونوں حسن و حسین رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔ بہر حال اب جو خالص ہاشمی ہوں
وہ اللہ کی اس بیع و شراء کو اپنے دلوں میں ایمان بنالیں۔ ان کی جنگ میں اور ہماری جنگ
میں بڑا فرق ہے وہ ایمان کو لئے ہوئے جنگ کرتے ہیں۔ یعنی وہ خود خواہش کرتے ہیں۔
بھیجنے والا کسی کو حکم نہیں دیتا۔ کہ تم جاؤ بلکہ وہ خود آتا ہے۔ پہلے ہمیں بھیجو۔ چاہے بچے ہوں
چاہیئے بوڑھے ہوں۔ چاہے جوان ہوں۔ کبھی حبیب ابن مظاہر کمر باندھے ہوئے کہتے ہیں
کہ مولا پہلے مجھے اجازت دیجئے کبھی مسلم بن عوسجہ کمر باندھے ہوئے اپنی بھوؤں کو اٹھائے
ہوئے (اتنے بوڑھے کہ بھویں لٹک گئیں اسکو اٹھاکر دیکھتے تھے دشمنوں کو) اور کمر باندھ
کر کھڑے ہوئے کہ مولا پہلے مجھے۔ ایسے ایسے بوڑھے حسین کے سپاہی دیکھے وہاں قد نہیں ناپے
گئے۔ سینے کی پیمائش نہیں ہوئی ان کی عمر نہیں دیکھی گئی۔ ان کا ایمان دیکھا گیا۔ اتنے چھوٹے
بچے حسین کے سپاہی تھے۔ کہ جو گھوڑوں پر آپ نہ بیٹھ سکتے تھے۔ حسین نے گودیوں میں لے
لے کر انہیں گھوڑوں پر بٹھایا۔ آیئے! سیکھئے عظمتِ شہادت کو۔ سمجھیئے کہ شوق شہادت

کو کس طرح میرے آقا اور آپ کے اصحاب و رفقاء نے ہم کو نمایاں کر کے دکھایا۔ اس پر عمل کیجئے اور نمونہ بنائیے۔ یہ تو مردوں کا بچوں کا اور بوڑھوں کا حال بتایا۔ لیکن ذرا خیموں کے اندر جو بی بیاں تھیں انکا حال بھی سن لیجئے وہ کیا کر رہی تھیں۔ اپنے اپنے بچے کو سنوار کر پوشاک پہنا کر آنکھوں میں سرمہ لگا کر بالوں میں کنگھی کر کے کمر باندھ کر کھڑی ہوئی ہیں دروازے پر ادھر حسین آئے وہ عرض کرتی ہیں تقبل منی هذ القربان مولا مجھ مسافرہ کی قربانی قبول کر لیجئے یہ ہے ایمان اور یہ ہے جہاد۔ اور اس میں مرنا ہے شہادت۔ ہر ایک اپنی اپنی قربانی تیار کر رہی ہیں۔ حسین نے خود ملاحظہ کیا۔ ان بی بیوں کے جذبات کو یہ کس طرح قربانیوں کے لئے تیار ہیں۔ عزادارو! مسلمانو! حسین سے محبت رکھنے والو! تمہیں بتا رہا ہوں چاروں طرف گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں۔ یزید کا لشکر راتوں کو آرہا ہے اضافہ ہو رہا ہے اور گھیرے میں آچکے ہیں اہلبیت اور سب بچے۔ اس وقت حسین نے اپنے ایک صحابی سے کہا اے نافع بن ہلال ذرا میں دیکھوں خیموں میں بی بیوں کا کیا حال ہے کیونکہ عورتوں کے دل نازک ہوتے ہیں۔ لشکر نے چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا ہے۔ شام کا لشکر پے در پے آرہا ہے ٹڈی دل کی طرح گھیرا ڈال لیا ہے۔ ذرا دیکھوں تو سہی کیونکہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں بی بیاں سن رہی ہیں۔ ان کے دل پر کیا اثر ہے۔ تو حسین چلے۔ سب سے پہلے اپنی بہن کے خیمے میں گئے۔ جب بہن کے خیمے میں پہنچے تو کیا دیکھا؟ بی بی زینب خاک پر بیٹھی ہے ایک شمع جل رہی ہے۔ دونوں بچے عون محمد سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بی بی کہہ رہی ہیں میرے بچو! میرے پیارے بچو! کل قربانی کا دن ہوگا۔ اے میرے پیارے بچو! عون و محمد ہمارا بھی خون تم میں فاطمہ کے دودھ کا اثر بھی تم میں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تم خوب لڑنا۔ تو وہ دونوں بچے ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کہتے ہیں کہ پھر آپ کیا چاہتی ہیں؟ حکم دیجئے بی بی

فرماتی ہیں۔ میرے بچو! میں یہ چاہتی ہوں کہ جب تم لڑتے لڑتے فرات کے دریا پر قبضہ کر لو تو پانی نہ پینا۔ کوئی دنیا میں ایسی ماں دکھاؤ گے۔ تین دن کے پیارے بچوں سے کہہ رہی ہے کہ میرے بچو! پانی نہ پینا۔ حسین کے بچے پیاسے ہوں اور زینب کے بچے پانی پی لیں۔ مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ وہ بچے کہتے ہیں کہ امی جان آپ کل دیکھئے گا جو حکم ہے اسی پر عمل کریں گے۔ ایسی قربانیاں دے کر بی بی زینب اور پھر ایسے شجاع، بہادر اور شہادت کے شوق کے دھنی جو شہید ہوئے اور قبضہ بھی دریا پر کیا، پانی بھی نہ پیا، ایسے بچوں کی دو لاشیں الگ پڑی ہیں۔ بی بیاں وداع کر رہی ہیں۔ اب یہ قیدی جا رہے ہیں۔ کربلا سے کوفہ و شام اور جانے کہاں لے جائے جائیں گے۔ یہ جا رہے ہیں۔ اجازت مل گئی ہے کہ یہ بی بیاں جو قید ہو گئیں ہیں رسیوں میں بندھ چکی ہیں انہیں اجازت دی جائے کہ اپنے اپنے شہید کے لاشے سے وداع کر لیں۔ کیونکہ بی بی نے یہ کہلا کے بھیجا تھا کہ اب تو ہم تمہارے قبضے میں ہیں رسیوں میں بندھے ہوئے ہیں ہم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ اتنی اجازت دو کہ ہم اپنے اپنے شہید کی لاش وداع کر لیں۔ اجازت ملی۔ بی بی فوراً حسین کی لاش پر پہنچ گئیں۔ ام لیلیٰ علی اکبر کی لاش پر آگئیں۔ بی بی ام فروہ قاسم کی لاش پر آگئیں جناب رباب علی اصغر کی لاش پر بیٹھ گئیں۔ اور ایک بی بی۔ ایک بی بی اکیلی۔ تنہا فرات کے کنارے جا رہی ہے۔ آواز دے رہی ہے عباس! میرا بھائی عباس! میرا بھائی عباس! وہ حسین کی چھوٹی بہن ام کلثوم ہے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے (آؤ عظمت شہادت کو سمجھو) کہ میں نے دیکھا کہ تمام لاشے نزدیک نزدیک ہیں۔ اور بی بیاں پاس ہی پاس بیٹھی رو رہی ہیں۔ مگر دو بچوں کی لاشیں الگ پڑی ہیں۔ ان پر کوئی رونے والی بی بی نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ ان لاشوں کو دیکھ کر میرے دل پر چوٹ لگی۔

اور میں جو کچھ لکھنا چاہتا تھا چھوڑ دیا اور میں سیدھا پہنچا ان کی سردار علیؑ کی بیٹی حضرت زینب کے پاس اور وہ ملیں مجھے حسینؑ کی لاش کے پاس۔ میں نے ان سے پوچھا بی بی! یہ دو بچے کس کے ہیں کیا ان کی ماں مر گئی۔ ان کی ماں کوئی نہیں کیا ان کی بہن بھی کوئی نہیں ان کا وداع کرنے والا کوئی نہیں۔ تو بی بی زینب نے فرمایا۔ یا ایہا الشیخ ا بھمالی اے شیخ یہ میرے دو بچے ہیں۔ عون و محمد۔ میں ہاشمی خاندان کی علی کی بیٹی ہوں ہمارا دستور ہے کہ جب ہم کچھ صدقہ دیتے ہیں تو اس کو دیکھا نہیں کرتے۔ عون و محمد بھائی کا صدقہ ہیں۔ میں نے بھائی پر صدقہ کر دیا۔ اے بی بی تم نہیں روئیں مگر یہ رونے والے عون و محمد کو یاد کر کے روتے ہیں اور قیامت تک تمہارے بچوں کو یاد کریں گے ہائے عون و محمد ہائے عون و محمد۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○

بے شک تحقیق اللہ نے اس طرح خرید لیا۔ ان اللہ اشتریٰ تحقیق اللہ نے خرید لیا مومنین سے۔ انفسھم ان کے نفوس کو ان کی جانوں کو۔ اموالھم۔ اور ان کے مالوں کو بان لھم الجنۃ۔ بدلے میں اس کے ان کو یقینی جنت دے دی اس بدلے میں لے لیا۔ ان مومنین کی شان کیا ہے۔ جن سے یہ معاملہ ہوا؟ یقاتلون فی سبیل اللہ یہ مومنین ہیں۔ جو سبیل خدا میں قتال کرتے ہیں (لفظ جہاد نہیں) فیقتلون و یقتلون۔ یہ مقابل والوں کو قتل بھی کرتے ہیں۔ اور پھر قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ اُن کے لئے جو قتال کرتے ہیں جنگ کی حالت میں خود دشمنوں کو قتل بھی کرتے ہیں۔ اور خود قتل بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ وعدہ ہے اللہ کا ہے اور وعدہ حق وعدا علیہ حقا یہ وعدہ حق ہے۔ خود اس کی ذات پر لازم ہے۔ اس نے وعدہ حق کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اللہ

اظہار کر دیا ہے اس وعدہ حق کے وجوب کا کہ یہ مجھ پر واجب ہے۔ اس کا ذکر کہاں کہاں کر دیا "فی التوراۃ" توراۃ میں کہ ہم اپنے وعدہ کو وفا کرتے ہیں اور جنت اس کے بدلے میں دیں گے پھر "فی الانجیل" انجیل میں بھی اس کا تذکرہ ہے اور اس کے بعد "فی القرآن" قرآن میں بھی اس وعدہ کا تذکرہ ہے۔ سودا پہلے کیا جا چکا ہے اب نہیں یہ توراۃ میں بھی لکھ دیا گیا ہے۔ انجیل میں مذکور ہے قرآن میں ذکر ہے ومن اوفی۔ یہ فخر یہ۔ اور اسے زیبا ہے فخر۔ وہ جو فخر کرے اس کے لئے زیبا ہے بعھدہ من اللہ اور کون خدا سے بڑھ کر وعدہ وفا ہو سکتا ہے پھر اس کے بعد فرماتا ہے فاستبشروا۔ پس تم خوش ہو جاؤ بشارت حاصل کر لو بشارت لے لو ببیعکم الذی بایعتم بہ اس بیع کی جو تم نے بیچا تھا بیع کیا تھا اس بیع کے ذریعہ اب تم بشارت حاصل کر لو۔ اس کے بعد فرماتا ہے ذلک ھو الفوز العظیم یہ جو نہیں مل گیا ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔ یہ وہ کہہ رہا ہے کہ جو خود بڑا ہے کہ یہ تمہاری بڑی کامیابی ہے۔ (صلوٰۃ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتال فی سبیل اللہ کا تذکرہ کیا ہے اور قتال ایک قسم ہے جہاد کی۔ ہر جہاد قتال نہیں۔ جہاد کا لفظ۔ ج کو زیر کرنا۔ اس کے معنی لغت میں سعی کرنا۔ عام یہی لکھتے ہیں، لیکن ہمارے آئمہ کے علوم کی روشنی میں جہاد کے لغوی معنی۔ (لغوی بتا رہا ہوں ابھی شرعی نہیں) تحمل اور مشقت۔ مشقت کو برداشت کرنا۔ یہ لغت کے معنی ہیں۔ عربی زبان میں معنی اس کے تحمل، مشقت، مشقت اٹھانا اصطلاح میں کیا ہے۔ جس طرح صلوٰۃ کے معنی لغت میں ہیں دعا۔ جو مانگ لو اس کو صلوٰۃ کہیں گے۔ یا اللہ رحم کر۔ یہ صلوٰۃ ہے لغت میں کوئی دعا ہو۔ لیکن صلوٰۃ کے

اصطلاحی معنی دعائے مخصوص۔ بطریق مخصوص۔ وہ نماز بن جاتی ہے۔ اسی طرح ہے لفظ جہاد۔ تحمل مشقت۔ مگر تحمل و مشقت عام ہے یہ لغوی معنی ہیں۔ لیکن اسکو اصطلاح شریعت میں کیا کہتے ہیں؟ جہاد کے معنی اصطلاح شریعت میں جو ہمارے اسلام نے ہمیں بتایا اور قرآن میں جس کا تذکرہ ہے وہ ہے بذل النفس و المال لاعلاء کلمۃ الاسلام۔ اب آپ معنی سمجھئے جہاد کے ہر چیز کو جہاد نہ کہئے جس طرح ہر ایک دعا کو نماز نہ سمجھئے۔ جہاد ہے اپنی جان اور اپنا مال بذل کر دینا یعنی خرچ کر دینا، دے دینا۔ قربان کر دینا۔ جان اور مال کو خرچ کر دینا۔ مثال کے طور پر اسلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ حالانکہ عربی میں کلمہ کہتے ہیں بات کو تو اسلام کی بات کو بلند و اقامت شعائر الایمان۔ ایمان کی جو شناختیں ہیں، ایمان کی جو علامتیں ہیں، ان کو قائم رکھنے کے لئے جان و مال دے دینا اور ان نشانیوں کو نہ مٹنے دینا۔ خود مٹ جانا مگر ایمان کی نشانیوں کو نہ مٹنے دینا۔ یہ ہے اصطلاح۔

قرآن مجید میں اس اصطلاحی معنی میں بھی لفظ جہاد آیا ہے اور لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ لغت کے معنی اور ہیں اصطلاح کے اور ہیں۔ لغت میں تو تحمل المشقت۔ مشقت یعنی تکلیف برداشت کرنا اس کو جہاد کہتے ہیں۔ اللہ نے کئی جگہ اسکو استعمال کیا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (سورہ عنکبوت) جو کوشش کریں گے ہمارے متعلق، سعی کریں گے کہ خدا تک پہنچیں اس کوشش میں لگے رہیں گے تو ہم انہیں راستے دکھا دیں گے۔ کیا معنی ہوئے۔ کیا جنگ کریں گے؟ نہیں۔ وہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم تک پہنچ جائیں۔ جب ہم دیکھیں گے کہ وہ ہم تک پہنچنے کیلئے مشقت برداشت کر رہے ہیں تو ہم انہیں راستے دکھا دیں گے۔ کہ

اس راستے چلے جاؤ۔ یہاں وہ معنی جہاد کے نہیں، جو اصطلاح میں ہیں۔ دوسری آیت فرماتا ہے وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ جو حق ہے جہاد کا یعنی کوشش کرنے کا جو حق ہے۔ وہ ہمارے متعلق ادا کر دو۔ یعنی پوری پوری کوشش کرو۔ اس میں کوئی کمی نہ کرنا تاکہ ہم تک پہنچ جاؤ۔ یہ جہاد بمعنی لغت۔ یہ میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ قرآن میں لفظ جہاد بلحاظ لغت بھی آیا اور اسمیں اصطلاح شرعی بھی ہے۔ آپ اصطلاح کے معنی الگ رکھیں اور لغت کے معنی الگ رکھیں۔ کہیں دھوکہ نہ کھا جائیں۔ کیوں؟

مسلم کے معنی لوگ مسلمان سمجھتے ہیں حالانکہ لغت میں مسلم کے یہ معنی نہیں۔ مسلمان کے معنی تو یہ ہیں کہ جو دین اسلام قبول کرلے۔ اُسے مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل کی دعا میں یہ لفظ ہیں ربنا واجعلنا مسلمین لک کعبہ کی مرمت کرتے کے بعد، دیواریں بلند کرنے کے بعد دونوں باپ بیٹے ابراہیم واسماعیل عرض کر رہے ہیں ربنا واجعلنا مسلمین۔ اے خدا تو ہم دونوں کو کیا بنا؟ عربی میں مسلمین ہے۔ تو کیا آپ اس کا ترجمہ یہی کریں گے۔ کہ ہم دونوں کو مسلمان بنا۔ نبی بن چکے مگر ابھی مسلمان بننا باقی ہے (صلوات) تو دیکھئے ہر جگہ آپ اصطلاح کو دخل نہ دیں۔ یہ کلام عربی ہے۔ قرآناً عربیاً۔ لہذا بڑے غور و فکر سے سمجھنے کی کوشش کیا کیجئے۔ اب میں آپ کے سامنے لفظ جہاد کی تشریح اور اصطلاح میں جو کچھ مجھے مل سکا۔ قرآن وعلوم اہلبیت سے، علوم اہلبیت سے حضور اور حضور کی آل سے (جن پر درود و اسلام بھیجا جا رہا ہے) میں نے اُنہیں کے علوم سے لیا۔ آپ بھی بھیجتے ہیں، میں بھی بھیجتا ہوں۔ فرشتے بھی بھیجتے ہیں اور

خود خدا بھی بھیجتا ہے کیا؟ (صلوٰۃ)

پہلے سرکار دو جہاں کا ارشاد۔ حضور نے کیا فرمایا؟ آیت پڑھی حضور نے اور آیت پڑھ کر سرکار نے اس کی شرح کی۔ آیت ہے سورۂ فرقان میں، میں نے اس کو الگ اس لئے بیان نہیں کیا کیونکہ حضور سرکار رسالت نے خود اس آیت کی شرح کی ہے۔ اس لئے میں پڑھ رہا ہوں ورنہ ترجمہ کر دیتا۔ آیت ہے جاہدھم بہ جہاداً کبیرا۔ اے ہمارے حبیب! اے ہمارے رسول! جاہدھم تو لوگوں سے جہاد کر بہ کا مرجع قرآن کے متعلق ہے۔ قرآن کو سامنے رکھ کر جہاداً کبیرا یہ جہاد کبیر ہے۔ جہاد کبیر۔ یعنی دلائل کے ذریعہ، ثبوت اور برہان کے ذریعہ، تو اپنے قرآن کے ذریعہ، اپنے مقصد کو واضح کر۔ یہ جہادِ کبیر ہے، اب حدیث پڑھتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ہم جنگ سے واپس آرہے ہیں، ہم چھوٹا جہاد کر کے اب بڑے جہاد کی طرف آرہے ہیں۔ یعنی جنگ جہاد اصغر۔ ہم جنگ کر کے آرہے ہیں۔ وہ جہاد اصغر ہے۔ لیکن قرآن کے ذریعہ، دلائل اور حجت و برہان کے ذریعہ، اللہ کے مقصد کو منوایا۔ یہ جہادِ اکبر ہے۔ نیز اسی لغوی معنی میں قرآن میں آیا ہے یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین۔ اے ہمارے نبی تم کافروں سے بھی جہاد کرو اور منافقوں سے بھی۔ کیا معنی ہوئے منافقوں سے جہاد کے معنی سمجھاؤ کوشش کرو۔ اب میں قرآن مجید کی آیتوں کو پیش کروں گا۔ جو بزرگوں نے اس کی شرح کی ہے۔ وہ آپکے سامنے لاؤں گا حضور کا ارشاد ہے المومن مجاھد بالسیف واللسان مومن مجاہد ہے جہاد کرتا ہے تلوار سے بھی اور زبان سے بھی اس کی شرح

ہیں ہے الجہاد کما یکون بالسیف والسنان یکون بالحجۃ والبرھان والقلم واللسان (ترجمہ) جہاد جس طرح تلوار اور نیزے سے ہوتا ہے۔ اُسی طرح جہاد ثبوت وبرہان یعنی دلیل سے ہوتا ہے والقلم واللسان اور قلم سے بھی جہاد ہوتا ہے اور زبان سے بھی جہاد ہوتا ہے۔ (صلوات)

اصل کیا ہے۔ اب میں اصل بتادوں تاکہ آپ کی حیرت رفع ہو جائے۔ اصل ہے مقصود خدا کا تحفظ۔ یعنی اس نے اپنی سبیل دی۔ جو کچھ بھیجا وہ غرض کائنات ہے جس مقصد کیلئے اس نے قانون بھیجا اس مقصد کا تحفظ چاہتا ہے تحفظ کبھی تلوار سے اور سنان سے ہوتا ہے۔ کبھی حجت اور برہان سے اور کبھی قلم اور زبان سے (صلوات) وہ جو بالسیف والسنان ہے وہ آخری منزل ہے اسکی اجازت ہر وقت نہیں۔ حجت و برہان کا مقابلہ سیف وسنان نہیں کر سکتے۔ اور اسی لئے خدا نے قرآن کریم میں فتح مکہ کے متعلق کیا فرمایا؟ انا فتحنا لک فتحا مبینا ہم نے تمہیں فتح مبین عطا کی۔ مکہ فتح ہوا تو خدا نے اس کو فتح مبین کہا۔ اور باقی جنگوں میں بھی تو فتح ہوئی۔ خیبر فتح ہوا بدر واحد فتح ہوئے۔ مگر اس کو اللہ نے فتح مبین نہیں کہا۔ کیوں؟ کیونکہ وہاں خون بہا۔ کچھ نہ کچھ لڑائی ہوئی۔ اور یہاں ایک قطرہ بھی خون کا نہ بہا سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ (صلوات)

تو آپ اسلام کے رخ دیکھئے۔ اس پر ناجائز حملہ نہ کیجئے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ قطعاً غلط ہے۔ اسلام اپنا رخ بتا رہا ہے کہ ہمارا مقصد کیا ہے۔ یہ خون کب بہایا جاتا ہے؟ جب کتنی مجبوریاں ہو جائیں۔ میں آپ کو وہ قسمیں بتاؤں گا۔ اور اس سے آپ کو اندازہ ہو گا۔ پہلے آپ یہ سمجھ لیجئے کہ جہاد ہے

لغت کے اعتبار سے مقصد کا تحفظ اور اس میں سعیٔ و مشقت۔ شعراء جو شاعری میں اظہارِ حق کر گئے وہ بھی جہاد ہے۔ لسان سے یا قلم سے تحفظ مقصد خدا کے لئے جو کچھ کر گئے جہاد ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے اس کے مقصد کو محفوظ کرنے کے لئے آپ جتنی کوشش کریں گے وہ جہاد کہلائے گی۔ اور اسی لئے حضور نے فرمایا ہے! المومن مجاھد بالسیف واللسان مومن مجاہد ہے خواہ تلوار سے جہاد کرے خواہ زبان سے۔ یہ جتنے طلباء علوم دین حاصل کر رہے ہیں اور جتنے علماء دین کو بیان کر رہے ہیں اسکی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں اسکی حقانیت کو بیان کر رہے ہیں۔ اور دلائل دے رہے ہیں یہ سب انہیں کی طرح مجاہد ہیں جو جہاد کر رہے ہیں میدان جنگ میں (صلوات) ان لڑنے والوں کا بھی مقصد خدا کے دین کی حفاظت۔ اور مقصد خدا کا تحفظ ان کا بھی مقصد۔ تو دونوں کا مقصد واحد ہے۔ ان کے لئے محل بتائے گئے ہیں اب میں محل بتاتا ہوں۔ ہر وقت محل نہیں کہ سنان و سیف لیکر کھڑے ہو جاؤ اور تلواریں چلنے لگیں۔ نہیں اس کے مقامات بتائے ہیں کہ کب ایسا کر سکتے ہو۔ وہ چھ مقام ہیں جو میں پیش کر رہا ہوں۔ (صلوات)

حاضرین۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگیوں کی حفاظت کے بھی قوانین بنائے ہیں کہ آپس میں ہم مسلمان کس طرح رہیں سہیں۔ اجی ابھی کفر و اسلام کو چھوڑ دیئے! سوال یہ ہے کہ ہم خود کیونکر زندہ ہیں؟ تو حضور سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الخیر کل الخیر فی السیف و تحت ظل السیف و لا یقیم الناس الا السیف والسیوف مقالید الجنۃ و النار سرکار فرماتے ہیں اے مسلمانو! کلمہ گو! سنو۔ الخیر کل کی کل نیکی تلوار میں ہے۔ الخیر کل الخیر۔

کل کی کل نیکی۔ کل خیر تلوار میں ہے و تحت ظل السیف اور تلوار کی چھاؤں میں ہے کل نیکی تلوار میں ہے اور تلوار کی چھاؤں میں ہے۔ ولا یقیم الناس الا السیف اور لوگوں کو کوئی چیز سیدھا نہیں کر سکتی مگر تلوار یعنی ان کی کجی ان میں جو غلطیاں ہیں جو خرابیاں ہیں ان کو کوئی چیز نکال نہیں سکتی سوائے تلوار۔ اسکے بعد فرماتے ہیں والسیوف مقالید الجنۃ والنار یہ تلواریں ہی کنجیاں ہیں جنت اور دوزخ کی۔ اسکی شرح جو علماء نے کی ہے اللہ اکبر! میں کہاں تک بتاؤں بس اتنا سمجھ لیجئے کہ کل کی کل خیر تلوار میں ہے یا اس کے سایہ میں ہے۔ آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا؟ اسکی شرح سُن لیجئے۔ یہ کافروں کے حملے سے اور کافروں کی ایذارسانی سے بچاتی ہے اور مسلمانوں میں جو فاسق و فاجر ہیں وہ اسی سے سیدھے کئے جاتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جو اختلافات ہیں ان کو عدل پر لانے کیلئے بھی یہی تلوار ذریعہ ہے۔ تاکہ معاملات میں عدل رہے۔ اگر یہ نہ ہوتی تو عدل کہاں سے آتا؟ (کیا کہنا۔ خبریں ہیں پیشنگوئیاں ہیں سرکار دوجہاں کی) جو لوگ کہ ظلم و ستم سے ڈرتے رہے ہیں ظلم لیکر تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ ڈر ڈر کر زندگی گذارتے ہیں۔ تو اُن کے خوف کو دُور کرنے والی اور ظالموں سے بچانے والی یہی تلوار ہے۔ (صلواۃ) کب تک غریبوں پر ظلم ہو گا۔ کب تک بے چارہ لوگوں پر ستم ڈھاؤ گے۔ یہ تلوار ہی ہے بقول حضور جو سیدھا کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو کبھی ظلم ختم نہ ہوگا۔ اور امن نہیں آئے گا۔ مگر ابھی ابھی ذہن میں ایک بات آگئی۔ یہ تلواریں کہیں کہیں امن قائم کردیں گی۔ مگر امنِ عالم ذوالفقار لائے گی۔ اور کل عالم میں امن قائم کردے گی۔

ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت میں یہ جو دو جملے ہیں ان دونوں میں ربط کیا ہے؟ آپ نے کہا کونسے۔ اس نے کہا کہ پہلے تو یہ ہے کہ اِنّا انزلنا معھم الکتاب یعنی ان کے ساتھ ہم نے کتاب کو نازل کیا اور اس کے فوراً بعد بلا فاصلہ و انزلنا الحدید۔ یعنی ہم نے لوہے کو نازل کیا دونوں آئتیں سورۂ حدید کی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ہیں۔ تو وہ پوچھتا ہے یا ابن رسولِ اللہ! اللہ نے کتاب کو اتارا۔ اور لوہے کو اتارا۔ ان دونوں میں کیا رابطہ ہے۔ کیا تعلق ہے کتاب اور لوہے میں۔ تو حضرت نے فرمایا تم نہیں سمجھے کہ یہ جو اوپر کا لوہا ہے۔ اسکو کیوں اتارا۔ خدا چاہتا ہے کتاب کو منوانا۔ اگر کوئی نہ مانے گا تو لوہا منوالے گا (صلواۃ) تو جناب اسکی ضرورت اب بھی ہے۔ اس کو حضور بتا رہے ہیں۔ اور اب ہمیں بھی احساس ہونے لگا ہے۔ اور دنیا کو احساس ہوگیا ہے کہ اس کے بغیر امن نہیں ہوگا۔ ظلم ختم نہیں ہوگا۔ بغیر اس کے کچھ نہیں ہوگا۔ یاد رکھیئے کہ مقصد خدا کے تحفظ میں اگر یہ اٹھائی جائے تو شہادت اور اپنے مقصد کیلئے ہو تو ضلالت و گمراہی (صلواۃ) یہ اٹھائی تو جائیگی۔ مگر یہ دیکھ لیں کہ اللہ کے مقصد کیلئے اٹھائی گئی ہے یا اپنے مقصد کے لئے یہ فرق بڑا ہی مشکل ہے۔ یہی مشکل فرق کو دیکھنا ہے جو اسلام بتانے آیا ہے۔ حضور سرکارِ دوجہاں نے صلح حدیبیہ کیوں کی؟ صلح حدیبیہ پڑھی ہے آپ نے؟ مکہ جب فتح ہوا ہے اس سے پہلے صلح ہوئی۔ مکہ فتح ہونے سے پہلے۔ اور جب حضور جا رہے تھے حج کرنے۔ تمام آپ کے اصحاب کرام آپ کے ساتھ تھے۔ وہ کل کے کل رضی اللہ عنہ سب کے سب ساتھ۔ اور ان میں جوش کہ اب ہم اپنے گھروں کو جا رہے ہیں۔ کہ ہم وہاں سے نکالے گئے تھے۔ ہمیں کافروں نے نکالا تھا۔ اب جا رہے ہیں گھر اپنے زیارت بھی کرینگے بزرگوں کی قبروں کو بھی دیکھیں گے اور اللہ کے گھر کا طواف بھی کرینگے

حج جیسی عبادت کریں گے۔ بڑے جوش و خروش میں تھے۔ وہ بدر فتح کر چکے تھے ’خندق
میں کامیاب ہو چکے تھے۔ بڑے بڑے غزوے جیت لئے تھے۔ اس گمان میں کہ
ابھی جا کر مکہ فتح کریں گے۔ مگر راستے میں ایک جگہ پہنچے جس کا نام حدیبیہ ہے۔ وہاں
پانی کے سرد چشمے ہیں۔ تو کیا دیکھا کہ وہاں مشرکین آ گئے اور انہوں نے حضور کا راستہ
روک لیا کہ ہم تو آپ کے لشکر کو نہیں گذرنے دیں گے۔ حضور رک گئے۔ حضور نے کہا
کہ میں صلح کروں گا۔ تو حضور کے لشکر میں بڑے جوشیلے بھی تھے۔ قسم قسم کے لوگ
تھے۔ ہر ایک کی الگ الگ طبیعت ہوتی ہے۔ ہر ایک کا ایک الگ ولولہ ہوتا ہے ولولہ
تو ہے نا۔ جذبات بھی ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور صلح !! اگر ہم صلح کر لیں اور
واپس چلے جائیں تو منہ کیا دکھائیں گے ؟ لوگ کہیں گے کہ گئے تھے عبادت کرنے !
کر آئے ؟ ہم یوں ہی واپس جائیں۔ نہیں ہم تو حج کر کے جائیں گے۔ اب تو مکہ جا کر ہی
واپس ہوں گے۔ حضور نے کہا نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ صلح کرنی ہے۔ اب صلح کی بات
ہونے لگی۔ لوگوں میں جوش ہے۔ کتنی شکستیں کافروں کو دیدیں۔ صنادید قریش
کتنے ہمارے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ ہر گھر میں قریش کے شجاع مقتول کا ماتم ہو رہا ہے
کوئی گھر اس سے بچا نہیں۔ لم یبق بیت من بیوت المشرکین الا قد دخله الوهن
(ترجمہ) کوئی گھر مشرکوں کا ایسا نہ تھا۔ جس میں کمزوری نہ پہنچ گئی ہو۔ جب یہ حالت ہے تو
ہم صلح نہیں کریں گے۔ حضور نے صلح کرنے والوں کو بلا لیا۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ پہلے تو اس
میں لکھا گیا محمد رسول اللہ۔ انہوں نے کہا کہ کاٹ دو رسول اللہ کا لفظ۔ محمد بن عبد اللہ
لکھو۔ اگر محمد رسول اللہ ہم مان لیں تو صلح کیسی۔ پھر جھگڑا کیسا۔ ہمارا تو جھگڑا ہی یہ ہے
کاٹ دیا گیا۔ اب صلح کی شرطیں لکھو۔ اگر کوئی کافر ہمارا مکہ سے مدینے آ جائے تو تم

فوراً واپس کر دو گے۔ اور اگر کوئی مسلمان تمہارا مکہ میں آ جائے گا تو ہم واپس نہیں کریں گے
حضور نے مان لی شرط۔ شرط مان لی اور تسلیم کر کے دستخط بھی کر دیئے۔ لوگوں کو زیادہ
جوش آیا۔ اتنی دب کر شرط۔ کہ ان کا آدمی آ جائے تو ہم فوراً واپس کریں اور ہمارا
چلا جائے تو کافر نہیں واپس نہ دیں۔ اتنی دب کر صلح۔ اتنی پست۔ توہین آمیز۔ لوگوں
میں جوش پھیل گیا۔ حضور نے ان سب کو جمع کر کے فرمایا۔ واللہ انی رسول اللہ
اللہ کی قسم میں بے شک اللہ کا رسول ہوں۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ کیا معنی۔ میں اپنی
طرف سے کچھ نہیں کر رہا ہوں‘ میں تو اس کا رسول ہوں۔ جو اس کا حکم ہے کر رہا ہوں۔
لوگوں کو صبر نہیں آیا اور رہے غصے میں۔ حتیٰ کہ صلح ہو گئی اور حضور واپس مدینے تشریف
لے آئے۔ تو واقعی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ کہ اتنی تیاریاں کر کے گئے تھے اور حج کر
کے نہ آ سکے۔ عبادت نہ کر سکے۔ طواف خانہ کعبہ نہ کر سکے۔ حضور نے لوگوں کو سمجھایا۔ تو
پھر اس وقت یہ بات کھلی۔ کیا ؟ توجہ ! حکومتیں سیکھ لیں۔ سیرت النبی سے ! سیرت
اہلبیت سے سبق !!

حضور نے فرمایا۔ سنو ! میں نے کیوں کہا۔ کہ اگر ان کا کوئی کافر مکہ سے مدینہ
میں میرے قبضے میں آئے گا۔ تو میں فوراً واپس کروں گا۔ کیوں ؟ کیونکہ میں جانتا ہوں
کہ وہ میرے حالات کی جاسوسی کرے گا۔ جب تک رہے گا۔ وہ میرے راشن
میرے اسلحہ میری قوم اور میرے جتنے حالات ہیں ان کا پتہ لگاتا رہے گا۔ اور خبریں
دیتا رہے گا۔ جاسوسی کرے گا۔ اس لئے میں نے فوراً ہی یہ شرط مان لی کہ آتے ہی
نکال دوں گا۔ اب رہا میرا مسلمان۔ تو جب تک کافروں میں رہے گا۔ میرے قرآن کی تلاوتیں
کرے گا۔ میری سیرت بتائے گا۔ (صلوات)۔ چنانچہ اس صلح کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر جنگ

کئے بغیر ایک قطرہ خون گرے مکہ فتح ہو گیا۔ اور کل کے کل مشرکین قریش مسلمان ہو گئے۔ یہ صلح کا نتیجہ تھا اور اگر کہیں جنگ ہو جاتی تو آج تک لڑائی رہتی۔ (صلوات)

لہٰذا جوش اور دلولے میں نہ آؤ۔ سیکھو اور سمجھو کہ قرآن کیا چاہتا ہے اور کیا حضور نے سمجھایا۔ تو جیرا ابھی ابھی ایک لفظ ذہن میں آگیا۔ حضور نے یہ جواب دیا تھا و اللہ انی رسول اللہ۔ خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں۔ کیا معنی کہ مجھے وحی ہوئی۔ حالات تو بتاتے تھے جیسا کہ عوام کے دلوں میں اور تم لوگوں کے دلوں میں یہ دلولہ تھا۔ اور ہمیں بھی حالات یہی بتاتے تھے کہ چلو اور ان سے لڑ کر حج ادا کرو۔ حالات یہ بتا رہے تھے۔ مگر قدرت یہ چاہتی تھی کہ صلح کر دو۔ اور دب کر صلح کر دو۔ یہ کس طرح معلوم ہوا۔ وحی کے ذریعے۔ تو اب صلح و جنگ کا فیصلہ یا وحی سے ہوگا یا الہام سے ہوگا۔ (صلوات)

عظمت شہادت پر حضور کی دوسری حدیث فوق کل بر بر فاذا قتل الرجل فی سبیل اللہ فلیس فوقہ بر۔ حضور فرماتے ہیں کہ ہر نیکی پر دوسری نیکی ہے ایک نیکی پر ہر نیکی سے بلند کوئی نہ کوئی نیکی ہے ایک نیکی آئی اس سے بلند کوئی نہ کوئی نیکی ہے اور اس سے بھی بلند کوئی نہ کوئی نیکی ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ جب کوئی دشمن اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے۔ تو پھر اس کے اوپر کوئی نیکی نہیں ہے۔ سبحان اللہ (صلوات)

یعنی آخری نیکی انتہائی نیکی۔ اس کے بعد نیکی کا تصور ہی ختم۔ لیس فوقہ بر اب اس کے بعد کوئی نیکی نہیں۔ یہ حضور کی حدیث ہے۔ اس سے آپ عظمت شہادت کو سمجھئے۔ جب اس سے بڑھ کر کوئی درجہ ممکن ہی نہیں یہ فیصلہ قرآن نے کیا۔ حضور نے بتایا کہ کوئی اعظم درجہ نہیں مگر قتل ہونی سبیل اللہ۔ فی سبیل اللہ کا ذکر کل

یا پرسوں پیش ہوگا۔ میں سمجھاؤں گا کہ فی سبیل اللہ کیا ہے۔ ابھی تو جہاد کا لفظ بتا رہا ہوں کہ جہاد کیا چیز ہے۔ اب قسمیں جہاد کی آپ کچھ سن لیجئے۔ اب وقت نہیں ہے۔ نمازِ مغرب کی اذان سے پیشتر ہی مجلس کو ختم کرنا ہے۔ اچھا دو اہم باتیں سن لیجئے۔ کل انشاءاللہ آئیتیں ہی آئیتیں ہوں گی۔

ابودجانہ صحابی رسول تھے انہوں نے جنگ کی خوب خوب لڑے، زخمی بھی ہوئے۔ اور اپنے مدمقابل کو قتل بھی کیا۔ حضور کے سامنے آئے۔ جب آنے لگے تو انہوں نے عمامے باندھے، زرہ بھی صاف کر کے لگائی، ہاتھ میں تلوار لی، اور ٹہلتے ہوئے ذرا اکڑتے ہوئے آئے۔ کیونکہ مدمقابل کو قتل کر کے آ رہے تھے۔ سرکارِ دوجہاں نے دیکھا خوش ہوئے مسکرانے لگے۔ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا اور کہا یا رسول اللہ یہ کس طرح چل رہا ہے فخر کے ساتھ یہ متکبرانہ رفتار ہے۔ اس طرح اسے نہیں چلنا چاہیئے۔ تو حضور فرماتے ہیں۔ و اللہ ذی مشیۃ یبغضہا اللہ الا فی ھذا المقام۔ یہ اکڑنا خدا کو ناپسند ہے مگر جب قتال میں فتح کر کے آئے اور اس رفتار سے آئے تو خدا کو یہی پسند ہے۔ اب یہ شیروہ دو لفظ پڑھتا ہے کہ جب میرا مولا حضرت امیرالمومنین ایک ہاتھ میں ذوالفقار اور ایک ہاتھ میں عمرو بن عبدوُد کا سر (وُد بولا کریں۔ یہ وُد نام ہے ایک بت کا۔ قرآن میں اس کا نام موجود ہے) لیکر حضور کی طرف چلے۔ کس طرح؟ یہ لفظ ہیں یمشی مشیۃ اللیث تحت القطقط علی اس طرح جھومتے ہوئے چل رہے تھے جیسے شیر ہلکی ہلکی بارش میں شکار کر کے جھومتا ہے۔ (صلوات) میرے مولا اس رفتار سے چل رہے تھے۔ جب آئے حضور کے پاس اور عمرو بن عبدوُد کے سر کو قدموں میں پھینکا اور کہا کہ حضور یہ ہے وہ

سر جو کل کفر تھا۔ جس کے مقابلہ میں مجھے بھیجا تھا تو حضور نے فرمایا۔ ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین الی یوم القیامة علی کی ضرب جو آج خندق کی جنگ میں عمرو کے سر پر لگی ہے عبادت ثقلین جن و انس ساکنان ارض و سما کی قیامت تک عبادت سے افضل ہے۔ میرے مولا نے جو رفتار پیش کی اس وقت بھی یہی لفظ بعض حضرات نے کہے۔ کہ یا رسول اللہ دیکھتے ہیں کہ علی کس طرح اکڑ اکڑ کے آ رہے ہیں۔ تو اس وقت بھی حضور نے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس رفتار کو اسی جگہ کے لئے مقرر کر چکا ہے۔ (صلواة) اسی حالت میں کر سکتا ہے ایسا۔ تو آپ عظمت شہادت کا مقابلہ کیجئے۔ وہ تکبر کا کتنا مخالف ہے۔ غرور و نخوت پر اسلام کتنی لعنت کرتا ہے۔ لیکن جو رن میں جائے اور میدان شہادت میں جا کر غالب آ جائے تو قدرت چاہتی ہے۔ کہ میری زمین پر اکڑ اکڑ کے چلے (صلواة)

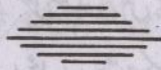
بس آخری بات کہہ رہا ہوں کہ جس طرح علی نے دکھایا سر بلند کر کے اسی طرح میرے مولا سید سجاد امام چہارم چھوٹے علی۔ زین العابدین۔ آپ نے سر بلند کر کے بات کی۔ میرے مولا رسیوں میں بندھے کھڑے ہیں۔ زنجیریں پڑی ہوئی ہیں۔ طوق بھی ہے۔ بیڑیاں بھی ہیں سامنے کھڑے ہیں۔ یزید پوچھتا ہے۔ من انت۔ نام تمہارا کیا ہے؟ آپ نے کہا علی بن الحسین۔ حسین کا بیٹا ہوں نام میرا علی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں تو خبر ملی ہے کہ حسین کا بیٹا علی تو قتل ہو گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اے یزید وہ میرا بھائی علی اکبر تھا وہ قتل ہو گیا۔ اس پر یزید نے ایک لفظ کہہ دیا۔ جس پر مولا خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔

تحفظ مقصد کے لئے گئے تھے۔ آپ نے سر بلند کیا اور اس کا جواب دیا۔ میں جواب پڑھ رہا ہوں۔ یزید نے جو لفظ کہا وہ میں اپنی زبان پر لا نہیں سکتا۔ میرے مولا نے کہا۔ اے یزید! ذلیل وہ ہوتے ہیں جو ظالم بنیں، مظلوم ذلیل نہیں ہوتے جب اس نے یہ لفظ سنے تو کہتا ہے تم ہمارے قیدی ہو کر ہمارے دربار میں ہماری سلطنت میں ہمارے سامنے، ہماری بات کا جواب دیتے ہو۔ بلاؤ جلاد کو اور ابھی سر کاٹ دو۔ اُدھر جلاد کو بلایا گیا۔ اِدھر آپ نے پھر سر بلند کر کے فرمایا۔ اے یزید! اتخوفنی بالموت۔ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ الموت لنا عادة وکرامتنا شہادة۔ موت تو ہماری عادت اور شہادت ہماری کرامت ہے تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ اتنے میں جلاد آ گیا قتل کرنے کے لئے۔ اور میرے مولا نے ایک شرط سامنے کر دی۔ بے شک موت سے نہیں ڈرتا مگر ایک بات مان لے میری اس نے کہا کہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی ہاشمی خاندان کا مرد بلا دے۔ اس نے پوچھا کیا کرو گے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو بی بیاں بیٹھی ہیں، یہ قیدی بی بیاں، یہ بچے، رسول کی اولاد میں اس کے حوالے کر دوں، تاکہ نانا کے روضے پر پہنچا دے، کوئی مرد بلا دے۔ کوئی مرد بلا دے میں اس کے حوالے کر دوں گا۔ کہ یہ اہلبیت رسول ہیں۔ یہ بیوہ ہیں، یتیم ہیں، لاوارث ہیں، ان کو نانا کے روضے پر پہنچا دو۔ جب یہ گفتگو ہو چکی تو عورتوں کے حلقے کے بیچ میں بی بی زینب بیٹھی تھیں۔ جب انہوں نے سب گفتگو سن لی تو سمجھ گئیں کہ اب قتل کا وقت آ گیا ہے بیٹا قتل ہو جائے گا حلقے کو توڑ کر اٹھیں سیدھی یزید کے سامنے آئیں۔ اور کہا۔ اے یزید! ان تقتله فاقتلنی معه۔ اگر تو اس کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی

مجھے بھی قتل کر دے۔ جب یہ کہا تو یزید پوچھتا ہے شمر سے کہ اے شمر یہ بی بی کون ہے۔ جب یہ غلط کہے کہ یہ بی بی کون ہے۔ اب آپ ذرا تصور کیجئے گا کہ دربار بھرا ہوا ہے۔ اہلبیت رسول رسیوں میں بندھے ہوئے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ زینب باتیں کر رہی ہیں یزید سے اور دربار سن رہا ہے۔ اس وقت بی بی زینب نے کیا کہا۔ توجہ! فرماتی ہیں۔ اے یزید! اگر تو زین العابدین کو قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کر دے۔ میں اس کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتی وہ پوچھتا ہے اے شمر یہ کون ہے؟ تو شمر کہتا ہے اے یزید تجھے نہیں معلوم ہے یہی تو علی کی بیٹی زینب ہے اسی کا بھائی حسین تھا۔ یہ سن کر یزید کہتا ہے۔ اے شمر اتنی محبت بھائی کی اولاد سے تو شمر نے کہا کہ تو نے کیا دیکھا جو ہم نے دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ یہ اپنے بھائی کی لاش سے لپٹ کر روتی رہی اور اپنے بچوں سے مل کر نہیں آئی اس کو بڑی محبت ہے۔ جب یہ لفظ سنے تو یزید نے کہا ایک لفظ کہہ دیا۔ بس دو جملے

یزید نے کہا کہ اس بی بی کو ہٹا دو لے جاؤ قتل کر دو زین العابدین کو ان کو ہٹاؤ۔ جدا کرو زین العابدین سے۔ اس نے توہین کی ہے میرے دربار میں میرا قیدی ہو کر اس نے میری تذلیل کی ہے۔ اس بی بی کو ہٹا دو اسی حلقے میں سے جو قیدی بیٹھے تھے۔ ایک بی بی اور اٹھی۔ سفید سر کے بال کمر جھکی ہوئی۔ اور وہ آگر کہتی ہے یزید کس کی مجال میری شہزادی کو کوئی ہاتھ لگائے جب یہ کہا تو یزید پوچھتا ہے کہ اے شمر یہ بڑھیا کون ہے۔ اس نے کہا نام فضہ ہے یہ ان کے گھر کی کنیز ہے۔ کہا کہ آج یہ میرا مقابلہ کرتی ہے بلاؤ جلاد کو پہلے اس کو قتل کرے۔ پھر زین العابدین کو۔ جب اُس نے یہ کہا تو فضہ نے نظر ڈالی اس دربار کے کرسی نشینوں

پر جو یزید کی پشت پر غلام کھڑے تھے۔ ان کو جو اُن کی قوم کے تھے۔ حبش کے رہنے والے سردار تھے اس دربار میں بیٹھے تھے۔ سردار بنے ہوئے اس نے دیکھا اور کہا اے میری قوم والو! اے ملک حبش کے رہنے والو! انا فضۃ امانتی بیتہ الحبش۔ میں فضہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وہ فضہ جو شہزادی تھی ہماری اس نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تمہارے قوم کی ایک عورت کو یہ سردار قتل کرے۔ یہ سننا تھا کہ چار سو تلواریں نکل آئیں۔ اور یزید سے کہا۔ کہ روک دے جلاد کو فضہ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی ان چار سو سرداروں کا تلواریں نکال کر یہ کہنا تھا کہ یزید نے جلاد کو روک دیا۔ ہٹ جا۔ اس بی بی بوڑھی عورت کو کچھ نہ کہہ۔ جب اس واقعہ کو بی بی زینب نے دیکھا تو مدینے کی طرف منہ کر کے کہا نانا ہمارا کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ ہر قبیلہ کے بچانے والے ہمدرد ہیں۔ ہمارے قبیلہ کا کوئی ہمدرد نہیں ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىۃِ وَ الْاِنْجِیْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○

اِس آیت میں مسئلۂ جہاد کے رخ بتائے ہیں۔ مسئلۂ جہاد کو کسی ایک مفہوم اور کسی ایک معنی میں محدود نہ کرو۔ چھ قسمیں جہاد کی ہیں۔ جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔ جہاد صرف ایک ہی مفہوم نہیں۔ اس کی قسمیں، محل اور مقام کے لحاظ سے اور نبی یا امام کے لحاظ سے بدلی ہیں۔ میں آئیتیں پڑھ پڑھ کر ایک ایک مسئلہ کو واضح کردوں گا۔ یہ آیت جس جہاد کو بتاتی ہے وہ اور قسم ہے اور باقی آئیتوں میں جو جہاد کا تعلق ہے۔ وہ اقسام جہاد جداگانہ ہیں۔ پہلے یوں آپ کی خدمت میں عرض کر دوں کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اللہ کا حکم ہے۔ اور اس سبیل کو ملحوظ رکھ کر جو قتال کیا جاتا ہے۔ اس میں سبیل کے ماننے والوں کا کیا تعلق ہے۔ اک تو خود لفظ سبیل اور دوسرے سبیل سے تعلق رکھنے والے۔ ان سب کے لئے جداگانہ قرآن مجید نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ اب میں آئیتیں

پڑھتا جاؤں گا۔ یوں وضاحت ہونا مشکل ہے۔ آئیتوں کی روشنی میں آسانی سے آپ ان قسموں کو سمجھ سکیں گے۔ (صلوات)

یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور یہ اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ بہت اہم ہے۔ ہم شیعوں کے عقیدے میں، غیبت امام میں جہاد ممنوع ہے۔ ہمارے عقیدہ ہے اور قرآن کی روشنی میں عقیدہ ہے۔ قرآن نے جو کچھ کہا ہے ہم وہی کہتے ہیں یہ عقیدہ ہمارا عموماً لوگوں کو اشتباہ میں ڈال دیتا ہے کہ شیعہ تو جہاد کر ہی نہیں سکتے کیونکہ ان کا امام جب تک نہ ہو۔ اور وہ دعوت الی الجہاد نہ دے۔ اس وقت تک شیعوں کے لئے جائز ہی نہیں جہاد کرنا۔ یہ جہاد کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ یہ عموماً ہم پر ایک اعتراض ہوتا ہے۔ کیونکہ داعی الی اللہ جو اللہ کی طرف سے معین ہو دعوت دینے کے لئے خدا نے جس کو مقرر کیا ہو، اس کے حکم کے بغیر ہم جہاد نہیں کرسکتے یقیناً اور وہ جہاد صرف ایک قسم ہے۔ باقی پانچ قسمیں ہیں کہ جسمیں ہمیں ہر وقت اجازت ہے۔ یہ میں آپ کو آج واضح کر کے بتاتا ہوں کہ صرف ایک قسم جہاد کی جو مخصوص خدا نے نبی وقت یا امامِ وقت، رسول وقت کے ساتھ خاص کی ہے۔ اور کسی کو حق نہیں دیا گیا، وہ کیا ہے۔ میں آیت پڑھتا ہوں۔ فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم و خذوھم و احصروھم و اقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا و اقاموا الصلوۃ و اٰتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم ان اللہ غفور رحیم ○ (ترجمہ) اے ہمارے حبیب جب یہ چار مہینے حرمت والے گذر جائیں تو پھر تم قتال کرو مشرکوں سے۔ اور ہمارے اس دین کی دعوت دو تمہیں حق دیا جاتا ہے۔ اور جب رکاوٹیں پیدا ہوں تو تم ان سے جنگ کرو۔ قتال کرو۔ اب اس جہاد میں ابتدا کافروں کی

طرف سے نہیں۔ تو جہ دیکھئے گا۔ اس جہاد کا سبب کافر نہیں نہ وہ حملہ کرنے آئے نہ انہوں نے لوٹا آپ کو، نہ آپ پر انہوں نے کوئی زیادتی کی، ان کا کوئی تعلق نہیں اس جہاد سے۔ بلکہ اس کو دعوتِ اسلام کہیئے۔

داعی اسلام کو حق دیا جا رہا ہے کہ تمہیں حق ہے۔ کہ تم یہ دعوت لے کر جاؤ۔ اور ان کو دعوت اسلام دو۔ مقابلہ کریں تو تمہیں حق دیا جا رہا ہے کہ تم قتال کرو۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو جائے کہ ہم صلح کا حکم دیں دیں۔ تو صلح کر لینا۔ یعنی یہ وہ جہاد ہے۔ کہ جو منشاءِ خداوندی کے ماتحت ہے۔ مشروط ہے خدا کے منشار کے ساتھ کہ اب لڑو اب صلح کرو۔ اب اس کا پتہ کہ خدا کا منشار کیا ہے ؟ صلح چاہتا ہے یا جنگ چاہتا ہے یہ وحی سے معلوم ہوگا یا الہام سے اور وحی آئے گی نبی پر۔ اور الہام ہوگا امام پر۔ اور ایسا جہاد ممنوع ہے بغیر نبی یا امام کیونکہ ابتدار داعیِ اسلام کی طرف سے ہے۔ یہ انہیں کو حق دیا گیا ہے اور وہ مصالح خداوندی کے ماتحت چلیں گے۔ کیوں ؟ کیونکہ وہ کہہ چکا ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ دین میں جبر نہ کرنا اگر جبراً دین منوایا تو وہ دین نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر جبر سے منوانا ہوتا تو تمہیں کیوں بھیجتا۔ افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین اے میرے حبیب محمدؐ ! کیا تمہیں یہ حق دیا گیا ہے۔ کہ تم لوگوں پر جبر و تشدد کرو۔ حتیٰ یکونوا مومنین۔ تاکہ وہ مومن بن جائیں۔ اس کا حق تمہیں نہیں دیا گیا۔ من شاءَ فلیومن و من شاء فلیکفر۔ جس کا دل چاہے مومن بنے جس کا دل چاہے کافر بنے۔ کیونکہ ان اللہ غنی عن العالمین۔ وہ تمام جہانوں سے مستغنی ہے اسے کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اُدع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن دعوت دو تم سبیل خدا کی طرف حکمت و موعظہ حسنہ کے ساتھ اور

جدال کرو احسن طریقہ پر۔ تمہیں اللہ نے حق دیا ہے کہ دعوت اسلام کے خطوط بادشاہوں کو لکھو اتنا ہی کافی ہے لیکن جنگ کب کرو ؟ حتیٰ یکون الدین کلہ للہ اس وقت تک لڑتے رہو جب تک اللہ کا دین آزاد نہ ہو جائے۔ کیا معنیٰ آپ سمجھے۔ ان الفاظ سے کہ "اللہ کا دین آزاد نہ ہو جائے" یعنی جو اللہ کو مانتا ہے اور جس طرح اس کی عبادت کرنا چاہتا ہے۔ اس میں وہ آزاد ہو کوئی اُسے نہ روکے۔ کوئی اس میں رکاوٹ نہ ڈالے جس طرح وہ اللہ کی عبادت کرنا چاہتا ہے کرے کیونکہ کافر حضور کو عبادت نہیں کرنے دیتے تھے۔ آپ کے گلے میں رسی ڈال دیتے تھے کبھی چادر ڈالتے۔ کبھی اوپر کچھ پھینک دیتے تھے۔ تو اللہ نے حضور سے فرمایا کہ تم اپنے دین میں آزاد ہو جاؤ۔ تم پر کوئی جبر و تشدد نہ کرے۔ اس وقت تک تمہیں اختیار دیا گیا ہے لیکن جب تم پر کوئی جبر و تشدد نہیں تم اپنے دین میں آزاد ہو۔ تو بس وہ قتال بھی ختم۔ اب قتال نہیں۔ یہ آزادی دین ہے تمہارے دین میں۔ جب کوئی مداخلت کرے اور دین پر دین والوں کو عمل نہ کرنے دے تو اس وقت تم ایسا کرو۔ اسکو کہتے ہیں الجہاد ابتداءً

حاضرین ! اس جہاد میں توجہ فرما کر اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھ لیجیے۔ جب صرف اسلام اور اللہ کے دین کی تبلیغ مقصود ہو ابتداً۔ کہ حضور نے کچھ آدمی بھیجے۔ دعوتِ اسلام دیکر کافروں کے کسی ملک میں کہ جاؤ اسلام کی دعوت دو۔ انہوں نے ان کو دعوت اسلام سے روکا ان کو نقصان پہنچایا تو آیا حضور ان کو واپس بلا لیں یا لشکر اکٹھا کر کے اُن سے جنگ کریں۔ یہاں مسلمانوں کی حفاظت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں صرف مقصد اسلام کو پہنچانے کے لئے سعی کی جا رہی ہے۔ اللہ کی طرف سے حکم ہے۔ کفار مقابلہ کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ آیا حضور جنگ کریں یا نہ کریں کیونکہ ابتدا تو اپنی

طرف سے کی ہے۔ ان کی طرف سے ابتدا نہیں ہوئی۔ ابتدا ہماری طرف سے تو آیا حضور اس موقع پر جنگ کریں یا نہ کریں یا افواج کو واپس بلالیں۔ اس سلسلے میں اللہ کے امر کے محتاج رہیں گے۔ جیسا حکم ہوگا اس پر عمل ہوگا۔ اور ایسا جہاد بغیر وحی اور الہام کے نہیں ہوگا۔ (صلوٰۃ)

دوسری قسم۔ ارشاد ہوتا ہے۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ تم ان سے لڑو، اُنہیں قتل کرو، ان کا مقابلہ کرو، جو تمہیں قتل کرنے آئے تم اُنہیں قتل کرو۔ لیکن دیکھو حد سے نہ بڑھنا۔ جو حدود ہم بتائیں ان حدود میں رہ کر قتل کرنا۔ وہ حدیں یہ ہیں بتائیں۔ تفصیلات یہ ہیں۔ جب کافر یا مشرک مسلمانوں کو قتل کرنے آئیں یا مسلمانوں کی سرحدوں پر قبضہ کرنے کے لئے آئیں تو مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جہاد۔ یہ مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جہاد ہوگا۔ کیونکہ کافروں کی طرف سے ابتدا ہے۔ وہ حملہ کر رہے ہیں۔ تو مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے حملہ کرو۔ یہ دو[۲] آئتیں ہوگئیں۔

تیسری قسم۔ مسلمان اپنے گھروں میں ہیں مگر کافروں کا ان پر غلبہ ہوگیا۔ اور ان پر ظلم ہونے لگے۔ مسلمانوں کے مال ان کے قبضے میں آگئے۔ ان کی عزتیں کافروں کے قبضے میں پہنچ گئے۔ اکثر کو قید بھی کر لیا گیا۔ ان کے گھروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان کو تنگ کیا جانے لگا۔ لوٹ مار قتل و غارت شروع ہوگئی۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ اُنہیں اجازت دی جاتی ہے قتال کی جن پر ظلم کیا گیا ہے اور یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے تمہیں اجازت دی جاتی ہے جہاد کی۔ کب اجازت دی جاتی ہے؟ اس وقت جب تم پر کافر ظلم

کریں۔ تم اپنے گھروں میں ہو اور تم پر وہ آکر ظلم کرتے ہیں۔ تمہاری عزت کو برباد کرتے ہیں مال چھین لیتے ہیں یا تمہیں گھروں سے نکال دیتے ہیں۔ تو تم پر واجب ہے کہ تم جہاد کرو اور ان کافروں کو ہٹا کر مسلمانوں کی حفاظت کرو۔

چوتھی قسم۔ مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ فرماتا ہے کیوں نہیں جنگ کرتے کیوں نہیں جہاد کرتے کیوں نہیں لڑتے، ان کے لئے کہ جو ضعیف و کمزور ہونے کی وجہ سے قید میں ہیں کافروں کے قبضے میں ہے۔ ان کو قید سے نکالنے کے لئے کیوں نہیں جنگ کرتے۔ یہ ان کے لئے کہ جو اپنے گھروں میں نہیں بلکہ قید میں ہیں یا ظالموں اور کافروں کے گھروں میں قید ہیں۔ ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ یا اللہ ہمیں ان ظالموں کے پنجے سے نکال۔ اس آبادی سے نکال ہمیں وہ ایسی آبادی میں ہیں جس سے وہ نکلنا چاہتے ہیں۔ وہ ان کی آبادی نہیں۔ اُخرجوا من دیارھم دوسرے وہ جو اپنے گھروں میں ہیں اور کافر اُنہیں تنگ کرتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں اب ان کا فرق سمجھئے گا۔ ایک تو ہیں وہ مسلمان کہ جن کو قبضے میں کیا گیا اور وہ وہاں کے رہنے والے نہیں۔ وہاں کے باشندے نہیں وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں نکال اور اس جگہ کہ جہاں تھے ہمیں پہنچا۔ ہمیں ان ظالموں سے بچا۔ یہ تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ جن کا وہ وطن نہ ہو۔ وہ اپنے گھروں میں تھے جو ان کا وطن تھا۔ مگر ان کو نکالا گیا۔ انہیں تکلیفیں دی گئیں۔ اِن پر ظلم کیا گیا۔ ایک ان کے لئے جہاد۔ اگر آپ غور کریں تو دونوں چیزیں ایک ہیں۔ لفظ میں پڑھے دیتا ہوں "جہاد الاسیرین"

یہی حدیث کے لفظ ہیں کہ جو اسیر ہو جائیں دیار مشرکین میں۔ کافروں کے ملک میں جو قیدی بن جائیں ان کے چھڑانے کے لئے تم کیوں نہیں جہاد کرتے؟ یہ ایک آیت۔ اور دوسرے جو اپنے وطن میں ہیں اپنے گھروں میں ہیں اور ظالم کافر کسی دوسری جگہ سے آکر ان پر ظلم کر رہے ہیں۔ ان کی کیوں نہیں مدد کرتے؟ آپ کو معلوم ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ ہیں تو وہ مسلمان اور ان کا وطن ہے اور انکے وطن پر قبضہ کر لیا کافروں نے اور اُن پر کافر ظلم کر رہے ہیں۔ تو تم ان کے لئے کیوں نہیں جہاد کرتے (صلوٰۃ) یہ قسمیں ہوگئیں۔ یہ الگ الگ آئتیں معنی الگ الگ بتا رہی ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے مسلمان جن پر ظلم و ستم ہو رہا ہے وہ مظلوم ہیں وہ اپنے وطن کشمیر میں رہ رہے ہیں۔ باہر سے نہیں آئے۔ باہر سے آنے والے ظلم کر رہے ہیں۔ قرآن کی مدد اور جو دوسری جگہ ہیں ہیں۔ قبضہ میں آگئے ہیں ان کافروں کے کہ جنھوں نے ان پر ظلم کیا ان کو بچانے کے لئے چھڑانے کے لئے کیوں نہیں جنگ کرتے۔ یہ چل رہا ہے سلسلہ۔ لیکن کریں گے کب؟ یہ بھی قرآن بتاتا ہے۔ (صلوٰۃ)

پانچویں قسم! فرماتا ہے خدا الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدؤکم اول مرۃ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مومنین (سورہ توبہ) اے ایمان والوں تم کیوں نہیں جہاد کرتے کیوں نہیں جنگ کرتے اُن سے کہ جنھوں نے معاہدہ کیا اور توڑا۔ کیوں نہیں کرتے تم ان سے جنگ۔ اور یہی تو وہ ہیں کہ جنھوں نے رسول کو بھی گھر سے نکالا تھا۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ کیوں نہیں کرتے جنگ (اتخشونھم کیا تم ان سے ڈرتے ہو فاللہ احق ان تخشوہ تمہیں چاہیئے اللہ سے ڈرنا۔ ان سے

نہ ڈرو۔ اگر تم مومن ہو ان سے نہ ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔

ایک چیز آپ اِن آئیتوں میں دیکھ رہے ہیں جو میں نے پیش کی ہیں جس میں کہ مسلمانوں کے تحفظ، مظلوموں کے تحفظ، قیدیوں کے تحفظ کا ذکر ہے ان پانچوں قسموں میں جو میں نے بتائی ہیں ان میں اسلام خالص اسلام اور صرف سبیل اللہ ہی جہاد کا سبب نہیں ہے۔ بات میں نے کہہ دی۔ ابھی آپ اس تک نہیں پہنچے۔ صرف مسلمانوں کو بچانا، مظلوموں کو بچانا، مسلمان قیدیوں کو رہائی دلانا، مسلمانوں کا دفاع کرنا ظالموں سے، اس میں مسلمانوں کا تصور ہے۔ اور وہ جہاد کہ جو نبی یا امام کیلئے ہے اسمیں تصور ہے اسلام کا۔ ان دونوں کا فرق سمجھئے ایک حفاظتِ اسلام۔ دعوتِ اسلام۔ تحفظِ اسلام۔ (اسلام جو سبیل اللہ ہے کل بتاؤں گا۔) اسلام کا تحفظ اور چیز مسلمانوں کا تحفظ اور چیز۔ اسلام کا تحفظ وہ کرسکتا ہے جو اسلام کو جانتا ہے (صلوٰۃ) ایک دین کا تحفظ۔ ایک دین ماننے والوں کا تحفظ۔ فرق سمجھ لیجیئے۔ مسلمانوں کو بچانا مسلمانوں کے ملک کی سرحدوں کا تحفظ، مسلمانوں کی عزت کا تحفظ، سب میں تصور یہ ہے کہ اس سرحد کو بچانا ہے وہاں یہ نہیں ہے کہ دین کو بچانا ہے۔ سرحد کو بچانا ہے کیونکہ یہ ہماری ہے اس میں ہم شامل اور جہاں دین بچانا ہے وہاں صرف اللہ کا تصور ان کے قانون کا تصور (صلوٰۃ) وہاں غیر کا تصور نہیں۔ وہ جو شیعوں کا عقیدہ ہے وہ تصور صرف دین کا۔ صرف دین کا ہے اس میں کسی زمین، دین ماننے والے، کسی قوم، کسی زبان، کسی وطن کا ذکر نہیں۔ فلاں وطن والے اُن سے جہاد کرو فلاں زبان والے۔ کسی کا کوئی ذکر نہیں صرف دین کا تحفظ کرو۔ صرف دین کی دعوت اور دین کا تحفظ۔

چھٹی قسم ! ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم

ہم نے مومنین سے سودا کر لیا۔ یقیناً جان و مال ہم نے ان سے خرید لیا جنت کے بدلے۔ یقاتلون بس وہ سبیل اللہ میں قتال کرتے ہیں۔ کسی کے بچانے کے لئے نہیں کرتے (صلواۃ) کسی سے کوئی لڑائی جھگڑے کا سوال نہیں۔ کوئی انتقامی جذبہ نہیں۔ اور جب وہ اس دین کا تحفظ کرتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ وہ جنگ کرتے ہیں۔ قتال کرتے ہیں۔ اور وہ خود قتل ہو جاتے ہیں دین کے تحفظ میں تحفظ کرتے کرتے وہ قتل ہو جاتے ہیں۔ ان سے ہمارا سودا ہے۔ غازیوں سے وعدہ نہیں۔ غازیوں سے اور چیزیں متعلق ہیں یہ جو صرف ہمارے دین کی خاطر جنگ کرتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل ہو جاتے ہیں۔ قتل ہو جانا شرط ہے۔ (صلواۃ) یہ صرف ان کے لئے آیت ہے۔ ان کے لئے نہیں کہ جو قتل کر کے آ گئے۔ اور غازی بنکر آ گئے۔ نہیں بلکہ ان کے لئے ہے جو تحفظ دین کے لئے آئے۔ قتل بھی کیا مخالفین دین کو اور خود قتل بھی ہو گئے اسی دین کے تحفظ میں۔ ان سے سودا ہے ان سے وعدہ ہے۔ یہ وعدہ جواب بتایا جا رہا ہے۔ یہ اللہ نے۔ روز الست ہی کر لیا تھا۔ میثاق ہو گیا۔ اس کا تذکرہ ہم نے توراۃ میں بھی کر دیا انجیل میں بھی کر دیا اور قرآن میں بھی اس کا ذکر دیا۔ یہ تو وہ وعدہ ہے جو دین کے تحفظ کے لئے ان مومنین سے کیا گیا۔ جو صرف دین کے لئے لڑے۔ صرف دین بچانے کے لئے اور لڑے کس طرح؟ کہ وہ گئے لڑنے اور یہ سمجھ کر لڑنے گئے کہ ہمیں قتل ہونا ہے۔

دیکھئے وعدہ کا لفظ ہے۔ وعدہ یہ لیا گیا کہ تم لڑو گے، قتل بھی کرو گے، اور پھر قتل ہو جاؤ گے۔ ان سے خدا کہتا ہے۔ کہ ہمارا سودا ہو گیا۔ اور یہ ہیں شہید

اب قسمیں ہو گئیں شہداء کی۔ ان میں یہ جو شہید ہیں۔ ان کے لئے خدا فرماتا ہے لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون جو سبیل اللہ کے لئے اس کے تحفظ میں قتل ہو گئے انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں مگر اس کا ادراک نہیں کر سکتے ہو۔ یہ نہیں کہا کہ تحفظ مسلمین کے لئے یہ لفظ وہاں نہیں ہے۔ بلکہ صرف فی سبیل اللہ ہے جو صرف دین کی خاطر قتل ہو اور وہاں غیر دین کا کوئی تصور نہ ہو۔ اور جب قتل ہو جائے تو اس کو تم مردہ یا میت نہ کہنا۔ بل احیاء وہ تو زندہ ہیں۔ و لکن لا تشعرون تمہیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں۔ تمہاری عقلیں وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں کیونکہ وہ شہید ہیں۔ کیونکہ خدا کہہ چکا کہ ان اللہ علی کل شیٍٔ شہید اللہ نے شہید کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ ہر ایک چیز پر مطلع ہے اور ہر ایک شے اس کے سامنے ہے وہی لفظ شہادت کا شہید کے لئے استعمال کیا کہ اس کو زندہ سمجھنا۔ مردہ نہ سمجھنا جو ہمارے دین کی خاطر مرا اس کو مردہ نہ سمجھنا۔ کہ کس طرح زندہ ہے؟ بل احیاء اور جب زندہ ہے اور اسکو قدرت نے شہید کیا ہے تو زندگی کے کیا معنی؟ زندگی ہیں معاینہ۔ عربی میں اس کے معنی ہیں مشاہدہ۔ کسی چیز کو دیکھنا اس کو شہادت کہتے ہیں۔ مشاہدہ کہتے ہیں۔ تو اس شہید کا درجہ کیا ہو گا؟ اس کو مردہ نہ سمجھنا۔ یہ معاینہ کرتا ہے ہر چیز کو۔ یہ دیکھتا ہے ہر چیز کو۔ اور چونکہ یہ زندہ ہے تو جو اختیارات اسکو زندگی میں حاصل تھے وہی اختیارات اب بھی حاصل ہیں۔ (صلواۃ) دوسری جگہ فرمایا لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ٥

اور دیکھو تم ان کو جو سبیل اللہ میں قتل ہوئے۔ ان کو اموات نہ سمجھنا۔ پہلی آیت میں فرمایا مردہ نہ سمجھنا۔ مگر ممکن ہے کہ مسلمان کہتے تو نہیں۔ لیکن سمجھتے ہوں مردہ تو خدا نے کہہ دیا کہ ان کو مردہ نہ سمجھنا۔ یہ زندہ ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ جہنوں نے دین کا تحفظ کر کے اُسے قیامت کے لئے بچایا (صلواۃ)

ہم پر جہاد فرض پانچ قسم کے۔ اور کل مسلمانوں کی حفاظت ہم پر فرض۔ وہ بھی جہاد۔ مسلمانوں کو بچانا یہ بھی جہاد لیکن مسلمانوں کو بچانا اور ایک نبی کو بچانا اس میں فرق ہے۔ ایک تو مسلمانوں کو بچانا اور ایک نبی کو بچانا۔ مسلمانوں کو بچانے کے لئے۔ جو بچائے وہ بھی جہاد اور اس کے لئے بھی درجہ ہے۔ یہ شہادت ان کے لئے بھی اور فی سبیل اللہ کے لئے بھی مگر درجات میں فرق ہوگا۔ جو رسول اللہ کو بچائے۔ اس کا درجہ اس سے بھی بلند۔ وہ کیا ہوگا؟ فرماتا ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد، وہ کچھ ایسے ہیں کہ انہوں نے جو ہم سے سودا کیا تو جنت کا نہیں کیا۔ اپنی جان دے کر جنت کا سودا نہیں کیا۔ ابتغاء مرضات اللہ ہم سے تو ہماری رضا کا سودا کیا ہے۔ چاہے جان لے لے۔ یہاں جنت جان کے مقابلے میں قیمت نہ تھی۔ کیونکہ یہ نبی کو بچا رہا ہے اور جب نبی کو بچانے لگا تو سو گیا بستر پر (صلواۃ) وہ بستر پر سویا ہوا ہے اور حضور فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کا حکم ہے کہ میں مکہ چھوڑ کر چلا جاؤں، تاریخی حقیقت ہے۔ دار الندوہ میں کافروں نے مل کر بالکل فیصلہ کر لیا کہ شب کو آئیں گے اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ لے کر آئیں گے۔ آج رات کو ہر قبیلہ کا بہادر اس میں شامل ہوگا۔ کل قبیلے کے مل کر آئیں گے۔ تاکہ قتل کے بعد کسی ایک قبیلہ کو قاتل نہ کہا جائے۔

سارے قبائل عرب مل کر قتل کریں گے۔ یہ اللہ نے مجھے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ آج تم اپنے بستر پر نہ سو۔ ورنہ قتل ہو جاؤ گے۔ تو میں نے خدا سے پوچھا ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے تو اس نے حکم دیا ہے کہ جاؤ تم تو بستر چھوڑ کر چلے جاؤ اور اپنی جگہ علی کو سلاؤ۔ تم راتوں رات نکل جاؤ۔ تو عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! میں دریافت تو کر لوں علی سے کہ علی اس پر راضی ہیں یا نہیں کیونکہ بغیر رضامندی سودا نہیں ہوتا۔ (صلواۃ)

تو آئے حضور اور فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں چلا جاؤں۔ اور یہ بھی کہا ہے خدا نے کہ اپنی جگہ علی کو سلا دو۔ تو میں تم سے دریافت کرتا ہوں اے علی! تم اس پر راضی ہو یا نہیں؟ تو علی نے ایک سوال کیا۔ اور وہ آج تک تاریخی حقیقت ہے علی پوچھتے ہیں یا رسول اللہ اگر میں آپ کے بستر پر سو جاؤں تو کیا آپ کی جان بچ جائے گی۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں میری جان بچ جائے گی۔ تو آپ نے کہا سمعاً وطاعتاً یا رسول اللہ میں سر آنکھوں سے راضی یہ کیوں طے کرا لیا کہ بعد والے شبہ نہ کریں کہ اگر علی نہ سوتے تو پھر بھی بچ جاتے۔ علی نے صاف بیان دے دیا کہ اگر میں آپ کے بستر پر سو جاؤں تو میرے سونے سے کیا آپ کی جان بچ جائے گی۔ تو حضور نے فرمایا کہ ہاں یا علی! میری جان بچ جائے گی تو آپ کو ماننا پڑے گا۔ کہ آج شب علی نے اپنی جان کو رسول کی حفاظت کے لئے بستر پر پہنچا دیا اور سودا کر لیا اللہ سے۔ قرآن نے فوراً کہہ دیا۔ آیت اتری کیا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ اے محمد ایسے بھی ہیں کہ دیکھ لے اپنی جان تک بیچ دیتے ہیں میری مرضیاں لینے کے لئے۔ تو آپ اس انداز کو بھی دیکھئے کہ جب یہ

بیع و شراء ہوگئی کہ علی کے سونے سے بستر پر قربانی بن کر قتل کرنے والے ہزاروں آئیں گے۔ اور وہ محمدؐ کو قتل کریں گے آج ہی شب کو تو اپنے قتل کا یقین علی کو ہے کہ محمدؐ کے قتل کے لئے آئیں گے تو وہ یقیناً مجھے قتل کر دیں گے۔ مگر اسطرح نہ ہوں گے بچ جائیں گے۔ خدا نے اس کا تذکرہ کیا۔ کہ میں رضا تجھے دیتا ہوں، جان اپنی مجھے دیدے۔ تو اب علی کی جان جو نفس اللہ ہے۔ علی نے جب اپنا نفس بیچ دیا تو آپ یہ جان جان علی نہیں رہی اب یہ جان خدا کی جان اب یہ خدا کا نفس۔ نفس اللہ۔ اور اب اسکی رضا۔ بیع ہے سودا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی وفا کرنیوالا وعدہ کا نہیں ہے۔ اس نے وعدہ کیا رضا دیدی۔ تو اب جب رضا ان کو مل گئی تو اب یہ رضائے خدا کے مالک۔ وہ نفس علی کا مالک لوگ کہتے ہیں کہ علی ڈرتے ہی نہ تھے۔ میدان میں کود جاتے تھے۔ ایک باریک کرتہ پہنے ہوئے صفوں میں کھڑے ہیں کہیں خندق کہیں خیبر۔ کبھی ڈرتے ہی نہیں۔ ڈرے وہ کہ جس کو اپنی جان عزیز ہو۔ (صلواۃ) علی کیوں ڈریں جان کا سودا کر لیا ہے۔ وہ تو اللہ نے لے لی اور جب اس کے اختیار میں تو اپنی ملکیت سے نکل گئی پھر ڈر کیسا۔ جس کی جان ہے وہ آپ بچائے اُدھر رضا لے لی اور جب رضا اللہ کی علی کو مل گئی۔ نبی کو بچانے کے صلے میں تو اب علی رضائے خدا کے مالک اب آپ کو معیار معلوم ہوگیا۔ اب اگر کسی کو آپ چاہتے ہیں، کہ اللہ اس سے راضی ہو تو رضا اُدھر ملے گی۔ پہلے اسے راضی کریں تب اللہ راضی ہوگا۔ (صلواۃ)

ملکیت تو ادھر ہے۔ سودا ہو چکا۔ سودا برحق ہو چکا۔ یہ جب سو گئے۔ تو رات کو مشرکین آ گئے قتل کرنے حضور کو۔ چاروں طرف سے گھیرا ڈالا علی اندر ہیں سو رہے

ہیں۔ اور ایسے سوئے کہ ایسی نیند کبھی نہیں آئی۔ علی کہتے ہیں کہ مجھے ایسی نیند کبھی آئی ہی نہیں۔ کیوں نہیں آئی؟ کیونکہ پہلے میں اپنی خواہش سے سوتا تھا۔ آج خدا نے کہا سو جاؤ۔ آج رسول نے کہا سو جاؤ (صلواۃ)۔ آج تو اللہ کی فرمائشی نیند تھی۔ آج رسول کی فرمائشی نیند تھی۔ سوئے اور ایسا سوئے کہ کبھی ایسا نہ سوئے تھے تو جب رات ہوگئی اور کافر آ گئے قتل کرتے شور ہوا۔ تو ایک شخص ابولہب (رسول کا چچا) نکلا اور اس نے دیکھا کہ برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لئے ہیں اور اب گھر میں جانا چاہتے ہیں۔ تاکہ محمد کو قتل کر دیں۔ اُس نے کہا۔ قفوا مکانکم ٹھہر جاؤ اسی جگہ۔ آگے قدم نہ بڑھانا۔ اُنہوں نے کہا اَصَبوتَ الی دین محمدؐ کیا تم دین محمد کی طرف مائل ہوگئے ہو اس نے کہا نہیں ہم محمد کو قتل کریں گے مگر میری غیرت اس بات کو قبول نہیں کرتی۔ انہوں نے کہا ہمیں صاف بتاؤ۔ وہ کہتا ہے سنو رات کا وقت ہے تم اگر اندر جاؤ گے۔ تو گھر میں بچے بھی ہوں گے۔ عورتیں بھی ہوں گی نازک بی بیاں بھی ہوں گی۔ جب تم داخل ہوگے بچے ڈر جائیں گے۔ بی بیاں دہل جائیں گی۔ میں نہیں چاہتا کہ رات کے وقت تم محمد کے گھر میں جا کر انہیں قتل کرو۔ محمد سے دشمنی ہے ان کے بچے سے نہیں ان کی عورتوں سے نہیں ہم عورتوں بچوں کو ڈرانا نہیں چاہتے۔ ہم بچوں کو دہلانا نہیں چاہتے کافر ہوں مگر غیرت ہے حمیت ہے۔ اندر نہیں جانے دوں گا۔ بی بیاں موجود ہیں سو رہی ہوں گی۔ بچے بھی آرام کر رہے ہوں گے۔ وہ تمہارے داخل ہوتے ہی گھبرا گھبرا کے اٹھیں گے۔

حاضرین! ابھی تک اتنی غیرت تھی عرب میں۔ رات کو اندر داخل نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ چلے گئے واپس۔ صبح کو آئے مگر کربلا میں خیموں میں داخل بھی ہوئے

آگ بھی لگائی۔ بچوں کو لوٹا بھی۔ کدھر گئی عرب کی غیرت؟ کدھر گئی یہ حمیت؟ جب لوٹ رہے تھے بچوں کو پکڑ پکڑ کے جو بچہ نکلتا تھا اس کے کان میں اگر گوشوارے ہیں پکڑ کر چھین لیتے تھے اور بچوں کے کانوں سے خون بہتا تھا۔ کوئی بی بی نظر آئی چادر اتار لی۔ حتیٰ کہ حضرت امام زین العابدین کا بیان ہے کہ میری پھوپھی میرے پاس آئیں۔ جبکہ میں خاک پر ایک چٹائی پر پڑا تھا اور میری پھوپھی نے کہا اے زین العابدین سب خیمے جل گئے ہیں۔ ایک خیمہ باقی رہا ہے۔ شعلے بھڑک رہے ہیں۔ تم ہمارے امام وقت ہو۔ ہمیں بتاؤ کہ جل کے مر جائیں یا باہر نکل جائیں۔ اس وقت امام زین العابدین فرماتے ہیں۔ کہ پھوپھی جان نانا کی شریعت کا حکم ہے باہر نکل جاؤ۔ جس وقت وہ بی بیاں باہر نکلی ہیں بچوں کو گودیوں میں لئے ہوئے۔ جو کبھی نہ نکلی تھیں آج وہ باہر نکلیں۔ بچے گودیوں میں لئے ہوئے۔ کوئی کسی ٹیلے کی آڑ میں بیٹھ گئی کوئی کسی جھاڑی کو تلاش کر کے اسکی اوٹ میں بیٹھ گئی۔ ایک ایک بی بی اِدھر اُدھر دوڑتی تھی اس وقت حمید بن مسلم کہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بچہ دوڑ رہا ہے اور اس کے کرتے میں آگ لگی تھی۔ جتنا وہ زیادہ دوڑتا تھا۔ اتنی آگ تیز ہوتی تھی شعلے بھڑکتے تھے وہ کہتا ہے مجھے اس بچے پر رحم آیا اس کے کانوں سے خون بہہ رہا تھا۔ کسی نے اس کے دُر اتار لیئے تھے اور وہ روتا ہوا جا رہا تھا۔ جب میں نزدیک پہنچا تو وہ ڈر سے تیز بھاگا۔ وہ سمجھا کہ مجھے مارنے آ رہا ہے تو میں نے آواز دی شہزادے! ڈرو نہیں۔ میں تمہیں مارنے نہیں آ رہا ہوں۔ تم کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہاری آگ بجھاؤں گا۔ جب یہ نزدیک گیا اور اس نے دیکھا کہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے جلدی جلدی دامن کو پکڑا۔ جلتے ہوئے دامن کی آگ بجھائی اور بجھا کر اس بچے سے کہا

کہ بچے! یہ تمہارے کانوں سے خون کیوں بہہ رہا ہے۔ اس بچے نے کہا میرے دو گوشوارے تھے۔ جو ظالموں نے کھینچ کر نکال لیئے۔ اس کے بعد وہ بچہ کیا کہتا ہے؟ آخری لفظ وہ بچہ کہتا ہے۔ اے شیخ! تو نے مجھ پر بڑا رحم کیا۔ تو نے میری آگ بجھائی۔ تو نے مہربانی کی۔ اب ایک مہربانی اور کر تھوڑا رحم مجھ پر اور کر۔ اس نے کہا کیا چاہتے ہو؟ تو وہ بچہ کہتا ہے مجھے نجف کا راستہ بتادے۔ جب یہ کہا تو حمید بن مسلم رو دیا اور رُو رُو کر اسے غش آنے لگا۔ پوچھتا ہے اچھا بچے میں نجف کا راستہ تجھے بتائے دیتا ہوں۔ گھبراؤ نہیں۔ جانتا تھا وہ۔ خاندان سے واقف تھا۔ مگر پوچھتا ہے وہ کہ تم اس کمسنی میں نجف جا کر کیا کرو گے۔ تو وہ بچہ کہتا ہے کہ نجف میں میرا دادا رہتا ہے۔ میں فریاد کروں گا دادا! ہمارے خیمے جل گئے ہمارے کانوں کو دیکھ لیجیے۔ بیبیاں بے پردہ ہو گئیں۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و
اموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ
فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ و
الانجیل والقران ومن اوفی بعھدہ من اللہ فاستبشروا
ببیعکم الذی بایعتم بہ و ذلک ھو الفوز العظیم ○

تم نے جو بیع و شراء کیا ہے سودا کیا ہے۔ اس کی بشارت تم حاصل کرو۔ یعنی تم خوش رہو اور خوشی مناؤ۔ کہ یہ سودا مکمل ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ تم خوش رہو۔ بشارت حاصل کرو و ذلک ھو الفوز العظیم۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ جو تمہیں حاصل ہو چکی۔ وہ "تم" کون ہے کہ جن سے سودا ہوا۔ عام مومنین نہیں۔ بلکہ وہ مومنین ہی سے ہیں۔ وہ مخاطب کئے گئے۔ کہ تم سے ہم نے سودا کیا اور وہ سودا بڑا کامیاب سودا ہوا اور ہم نے جو فیصلہ کیا ہے۔ یہ وعدہ حق ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ جنت تمہاری ہوگی۔ اور تمہارے جان و مال ہمارے ہو گئے۔ اب اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ نہ تم سے کوئی جنت لے سکتا ہے۔ یہ تو تمہیں مل چکی کیونکہ ہم نے سودا کر لیا ہے اب جو آئینگے وہ مالک بن کر نہیں طفیل میں آئیں گے۔

مالک تو وہ ہے جس سے سودا ہوا۔ کیونکہ تم سے بیع و شراء ہوئی ہے خرید و فروخت ہوئی ہے۔ مالک تم ہو اور جو بھی آئے۔ چاہے آدم آجائیں، رہیں، کھائیں، پیئیں، قرآن خود ہی کہتا ہے۔ یاآدم اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ اے آدم تم آؤ اور سکونت کرو۔ تم بھی اور تمہاری زوجہ بھی جنت میں۔ دونوں آؤ۔ زن و شوہر۔ آؤ، رہو اور کھاؤ۔ و کلا من حیث شئتما رغدا۔ جو چاہو۔ جو پسند آئے کھاؤ پیو۔ یہ حضرت آدم کے لئے خدا نے کہا۔ جس وقت حکم دیا فاھبطوا الی الارض اب تم اترو زمین پر جاؤ۔ وہ جانے لگے تو حکم آتا ہے۔ کہ اے آدم و حوا! اترو۔ مگر اپنا لباس اور پوشاک اتار دو۔ یہ باہر نہیں لے جا سکتے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان کی پوشاک اتار لی گئی۔ اور بدن چھپانے کے لئے صرف کچھ پتے درخت کے دیئے گئے کہ اس طرح پردہ پوشی کر کے چلے جاؤ۔ آپ توجہ فرمایئے کہ جنت کی پوشاک ان کو استعمال کے لئے دی گئی تھی نہ کہ ان کی ملکیت تھی۔ تو جتنی دنیا آئے گی اور جو جنت کے قابل ہوگی وہ لباس استعمال کر سکتی ہے۔ لیکن مالک نہیں ہو سکتی۔ اور جن کو قدرت نے روز میثاق مالک بنایا جن سے سودا ہو چکا وہ جب چاہیں جنت سے منگوالیں۔ اور جہاں چاہیں منگوالیں۔ نئی نئی پوشاکیں سلوا کے منگوالیں۔ میوے منگوالیں۔ کیونکہ یہ جنت کے مالک ہیں۔ خدا نے ملکیت کا فیصلہ کر دیا ہے

ایک مرتبہ مجھے پاکستان بننے کے بعد خیال آیا کہ جنت میں آدم گئے اور حکم ملا کہ رہو تو کیا عمل کیا تھا کہ جنت میں رہو؟ اس کی ابتداء پر غور کیا۔ خدا نے کہا ا سے ملائیکہ! میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے کہا ہمیں بنا دے۔ یہاں خلیفہ کے معنی کچھ ایسے تھے کہ جس کو فرشتے سمجھتے تھے۔ اور وہ نہ سمجھتے تو تمنا

کیوں کی اور خدا نے ان سے کہا کیوں؟ کیونکہ جو خلیفہ کے معنی نہ جانتے ہوں ان سے خدا کا کہنا کہ میں خلیفہ بنا رہا ہوں بے معنی لفظ ہے خدا کبھی بے محل و بے معنی کلام نہیں کرتا چنانچہ انہوں نے اپنی خواہش پیش کی تو خداوند عالم نے فرمایا۔ کہ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو۔ اور آدم کو کچھ اسماء بتا دیئے۔ اسماء بتائے صرف اسماء۔ اور فرشتوں کو بھی پہلے سے اسماء معلوم تھے۔ کیونکہ قرآن یہ بتاتا ہے۔ کہ جب خدا نے فرشتوں سے یہ کہا کہ ان کے نام بتاؤ ایک ہے نام اور ایک ہیں وہ جیسے ہیں نام۔ دونوں باتوں میں فرق ہے۔ عَلَّمَ ادم الاسماء ادم کو خدا نے کچھ نام اسماء بتا دیئے۔ اس کے بعد کیا کیا خدا نے؟ ثم عرضھم علی الملائکۃ پھر ھُم کو یعنی کچھ ہستیوں کو ان کے سامنے کر دیا۔ ھُوَ ا ایک ہستی ھُمَا دو ہستیاں ھُم کئی ہستیاں زیادہ ہستیاں تھیں اس لئے صیغہ جمع۔ ان کو سامنے کیا اور فرمایا۔ انبئونی باسماء ھولاء۔ اے فرشتو! تم ان ہستیوں کے نام بتاؤ۔ یعنی اب نام نہیں پوچھے گئے کہ نام یاد ہیں یا نہیں۔ بلکہ پوچھے گئے ان ہستیوں کے نام۔ معلوم ہوا کہ اسم اور مُسمّیٰ ان دونوں کی مطابقت کا سوال ہوا کہ نام تو معلوم ہیں مگر ان ہستیوں کو مطابق کر کے بتاؤ کہ یہ نام کس کا ہے۔ یہ نام کس کا ہے۔ تو فرشتوں نے جواب دیا۔ لا علم لنا الا ما علمتنا۔

ہمیں تو اتنا یاد ہے جتنا تو نے ہمیں پڑھا دیا ہے۔ اس سے آگے نہیں جانتے تو پڑھایا کیا تھا؟ اسماء۔ نام ان کو بھی بتائے اور آدم کو بھی بتائے اور سوال وامتحان ناموں کی یادداشت کا نہیں ہے کہ نام یاد ہیں کہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان ناموں کو دیکھو اور یہ ہستیاں موجود ہیں۔ جن کے یہ نام ہیں تم مطابق کر کے بتاؤ۔ تم

ان ہستیوں کے نام مطابق کر کے بتاؤ کہ یہ کن کے نام ہیں۔ ایک ایک کا نام فرشتے نہ بتا سکے۔ خدا تعالیٰ نے آدم سے کہا۔ آدم نے بتا دیئے۔ پھر خدا نے کہا کہ اے آدم! تم اب ان فرشتوں کے نام بتاؤ۔ ان کے نام بتا دو یہ نہیں کہ نام یاد کر لو۔ بلکہ یہ نام والے ہیں ان کے نام بتا دو۔ آدم نے ان کے بتا دیئے۔ اس کے بعد اب اللہ نے فرمایا۔ یا ملائکتی اسجدوا لادم۔ اے ملائکہ اب تم آدم کے سامنے جھک جاؤ بس اتنی بات ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں۔ نہ روزہ کا ذکر ہے۔ نہ نمازوں کا تذکرہ آیا ہے۔ نہ جہاد کا ذکر آیا ہے نہ خمس و زکاۃ کا کوئی تذکرہ صرف اتنا ہی ہے کہ آدم نے ان ہستیوں کے نام فرشتوں کو بتائے۔ تو پروردگار عالم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کے سامنے جھک جاؤ۔ کیوں جھک گئے؟ کہ تم کو آدم نے نام بتائے جس نے تعارف کرایا ان ناموں کا تم اس کے سامنے جھکو۔ یہ اتنے بلند نام ہیں کہ جو تعارف کرادے اس کے سامنے فرشتوں کو جھکنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ہی نہیں۔ پڑھ لیں آپ قرآن پاک۔ ایک ایک لفظ پڑھ لیجئے۔

تو جب معرفت کرا دی آدم نے ان ہستیوں کی اور نام بتا دیئے گن گن کر پہنچان کرادی تو خدا نے فرشتوں سے کہا کہ تم ان کے سامنے جھک جاؤ۔ اور چونکہ فرشتوں کو معرفت کرائی تھی یہ مسجود بن گئے ملائکہ نے سجدہ کیا اور جھک گئے۔ اور خود ان کو کیا ملا؟ فرشتوں سے کہا کہ تم جھک جاؤ آدم کے سامنے اور آدم سے کیا کہا؟ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ اے آدم آؤ چلو جنت میں۔ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں آجائیں کونسا کام کیا آدم نے کیا تھا۔ مجھے بتاؤ روزے رکھے؟ نمازیں پڑھیں؟ کیا کیا تھا؟ (صلواۃ) جہاد کیا؟ کوئی خمس و زکاۃ دیا؟ وہاں تو ابھی کچھ نہیں ہے۔ آدم نے

ان ہستیوں کی معرفت کا تعارف کیا ہے۔ اس معرفت کرانے کے صلے میں جنت ملی معلوم ہوا کہ وہ ایسی ہستیاں ہیں کہ جو ان کو پہچان لے اسے جنت مل جاتی ہے (صلواۃ) آج خدا نے جنت کو مشروط کر کے بتایا کہ جنت میں جانا مشروط ہے۔ ان ہستیوں کی معرفت پر۔ جب تک ان کی معرفت نہیں ہوگی جنت میں نہیں جا سکتے۔ کیونکہ جنت میں جاؤ گے خدا کے احکام پر عمل کر کے۔ اور خدا کے احکام تمہیں مل سکتے ہی نہیں۔ وہ احکام تم کو کیسے ملیں گے ؟ وہ اللہ سے براہ راست کیسے ملیں گے ؟ خود یہی ہوں گے۔ اُنہیں کو دیکھ کر حکم معلوم ہوگا۔ اللہ کے تمام امر و نہی۔ اُنہیں سے معلوم ہوں گے تو اللہ نے سبیل کو یوں واضح کیا ہے

سودا تو اللہ کر چکا سبیل کے ذریعے۔ کہ وہ سبیل میں جان و مال دونوں کو قربان کر دے وہ سبیل کیا ہے ؟ جس کا خدا نے اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے تو اب میں سبیل پیش کر رہا ہوں یہ حق ہے صرف اللہ کا۔ لفظ سبیل اور سبیل کا بتانا اللہ نے صرف اپنا حق بنایا ہے واللہ یھدی الی سواء السبیل پہلے خدا ہی دعوت دیتا ہے اور اس کے سوا کوئی دعوت نہیں دیتا یہ جو میں پڑھنے لگا ہوں یہ تفصیل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کی ہے۔ اسی آیت کی تفصیل لوگوں نے پوچھی تھی کہ مولا یہ بتایئے کہ یہ جو قتال اور جہاد ہے اور یہ جو آیت ہے کہ جو سبیل خدا میں قتل ہو تو وہ سبیل کیا ہے ؟ کیا یہ آیت ہر ایک مسلمان کے لئے ہے جو اللہ و رسول پر ایمان لایا۔ کیا اُسے حق ہے کہ وہ جہاد کے لئے اور سبیل کے لئے دعوت دے کہ آؤ ؟ آپ نے فرمایا کہ نانا سے بھی یہی سوال ہوا تھا۔ اور قدرت نے میرے معنی کو تخصص کر کے بتا دیئے کہ ہر ایک کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ داعی الی اللہ بن جائے۔ دعوت سبیل اللہ دے۔ یا دعوت یا لجہاد

دے۔ کہ آؤ اور جہاد کرو۔ یہ کسی کو حق نہیں۔ اللہ نے پہلے اپنا حق رکھا اور اس کا اظہار حضور کے ذریعے کیا۔ فرمایا۔ ادع الی سبیل ربک۔ اے حبیب ہمارے تم دعوت دو۔ ہر ایک کو قطعی اختیار نہیں دیا کہ عام لوگ دعوت دیں بلکہ تم دعوت دو۔ ہماری طرف سے تم مقرر ہو کر دعوت سبیل دو۔ اپنے رب کی سبیل بتاؤ۔ بتاؤ کہ اللہ کی سبیل کیا ہے اور کیا کرو اور کیا نہ کرو ؟ کس طرح دعوت دو ؟ طریقہ بھی بتایا۔ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ حکمت کے ساتھ۔ طریقہ حکمت کیا ہے ؟ وہ کسی کو نہیں معلوم۔ حضور کو بتایا جا رہا ہے بالحکمت۔ حکمت کے ساتھ۔ والموعظۃ الحسنۃ اور موعظہ کرو مگر حسن کے ساتھ۔ پیارا پیارا وعظ۔ ڈرا کے نہیں کہ کہیں گھبرا نہ جائیں یہ موعظہ حسنہ ہو کبھی ان کو اتنا گھبرا دو کہ یہ تمہارے پاس سے ہی اٹھ جائیں۔ وعظ کرو مگر پیارے لفظوں میں۔ سمجھا سمجھا کے اور اس کے بعد وجادلھم جدال بھی کرو۔ بالتی ھی احسن جو دلائل ہم نے تمہیں دے دیئے ہیں قرآن میں اُنہیں دلائل کے ذریعہ ان سے مقابلہ کرو۔ ان سے جدال کرو۔ یہ تمہیں حق ہے اے محمدؐ۔ یہ حضور کے متعلق چھٹے امام بتا رہے ہیں کہ اللہ نے یہ اُنہیں حق دیا۔ اس کے بعد یہ حق آگے بڑھایا۔ پہلے حق خدا کا۔ دوسرا حضور کا حق۔ پھر اللہ نے اس کو بڑھایا اور کہا۔ قل ھذہ سبیلی ادعو الی اللہ اے رسول کہہ دو۔ قُل۔ کہہ دو۔ ھذہ سبیلی۔ کہہ دو یہ ہے سبیل میری۔ جو اللہ کی طرف سے لایا ہوں یہ ہے وہ سبیل۔ میں دعوت دیتا ہوں اس سبیل کی طرف تمہیں لے جاتا ہوں علی بصیرۃ انا و من اتبعنی میں دلائل پر ہوں۔ حجت رکھتا ہوں کہ میں داعی الی اللہ ہوں۔ میں سبیل خدا بتانے کے لئے آیا ہوں۔ اسکے ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں دعوت دیتا ہوں۔ ادعوا الی اللہ

سبیل خدا کی میں دعوت دیتا ہوں و من اتبعنی اُسے حق مل چکا جس نے اتباع کرلیا۔ اسے حق دیتا ہوں۔ (صلوٰۃ)

اب ہر ایک کو حق نہیں کہ میری نافرمانی بھی کرے اور وہ دعوت سبیل بھی دے۔ اور دعوت الی الجہاد دے اسکو حق نہیں۔ یہ حق مجھے خدا نے عطا کیا ہوا ہے۔ کہ میں خدا کی سبیل کی طرف دعوت دوں۔ اور ایک وہ ہستی کونسی؟ جس نے میرا اتباع کرلیا ہے جو میرے نقشِ قدم پر ہے۔ ایک سکنڈ کے لئے مخالف نہیں کی۔ کبھی نافرمانی نہیں کی بس وہ ہے جو سبیل کی رہنمائی کرے گا۔ تیسری آیت جسمیں خدا نے رہنمائی کی ہے۔ حسبک اللہ و من تبعک من المؤمنین۔ اے محمدؐ ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے ایک اللہ تیرے لئے کافی ہے اور ایک جس نے تیری مکمل پیروی کرلی ہے تیرا اتباع کرلیا ہے۔ ایک یہ کافی ہے۔ پھر بتاتا ہے کہ اتباع کس نے کرلیا ہے؟ ان کی شان کیا ہے؟ تو سرکارِ دوجہاں نے جو فرمایا ہے۔ ہمارے چھٹے امام اب بتاتے ہیں۔ کہ اللہ نے ان کی شرح کردی۔ کہ وہ کون ہیں۔ ایک اکیلے ہیں یا زیادہ ہیں حضرت نے فرمایا وہ ایک جماعت ہے کہ جس کو سبیل کا مکمل حق دیا گیا ہے۔ اور وہ جماعت ہے کہ جس کے لئے ابراہیم و اسماعیل نے دعا کی تھی۔ کہ جب کعبہ کی بنیادوں کو بلند کیا اور بلند ہو چکیں اور کعبہ کی خدمت انجام دے چکے تو کہا۔ ربنا و اجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک پالنے والے! ہماری اس خدمت کو منظور فرما۔ اور تو ہمارے دلوں سے بھی واقف اور تو ہماری آواز کو بھی سنتا اور قبول کرتا ہے۔ کہ ہم کس طرح عرض کر رہے ہیں۔ تو جانتا ہے کہ ہماری نیت کیا ہے؟ اور جب وہ خدمت قبول ہو گئی (کعبے کو بنایا تھیں ابراہیم و اسماعیل

نے۔ کعبہ تو تھا صرف دیواروں کو بلند کیا) تو شوق پیدا ہوا کہ اب انعام مانگ لیں۔ ربنا و اجعلنا مسلمین لک۔ اے خدا اب تو ہم دونوں کو مسلمین لک بنا۔ صرف اپنا فرمانبردار بنا۔ یہ ترجمہ کبھی نہ کرنا کہ ہم دونوں کو مسلمان بنا دے۔ نبیؑ ہیں، رسول ہیں، خلیل ہیں، مسلمان تو ہیں ہی۔ مسلمان بنا دے کیا معنی! یہ ترجمہ غلط ہے صرف اپنا مسلمان، اپنا مسلم کیا معنی؟ کہ فرمانبردار۔ صرف اپنا فرمانبردار بنا دے۔ تیرے سوا ہم پر کوئی حاکم نہ ہو۔ کہ جس کی ہم فرمانبرداری کریں۔ تو ہمارا حاکم ہو۔ اور ہم صرف تیرے فرمانبردار ہوں اور کوئی نہ ہو۔ و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک اور ہم دنوں کی ذریت (اسحاق شامل نہیں) ابراہیم و اسماعیل کی ذریت میں ایک جماعت پیدا کر جو ہو مسلمین لک۔ کہ وہ بھی تیری ہی فرمانبرداری کرتی رہے۔ اور کسی کی فرمانبردار نہ ہو۔ صرف تیری ہی فرمانبردار ہو۔ کوئی اس پر حکومت کا حق نہ رکھے کوئی اس سے بیعت طلب نہ کرے (صلوٰۃ) صرف تیری ہی فرمانبردار اور ہم دونوں بھی تیرے ہی فرمانبردار وابعث فیھم رسولا منھم اسی جماعت میں سے تو رسول بنا۔ ہم دونوں کی ذریت میں سے رسول ہو اور جو اطاعت گزار فرمانبردار بھی ہم دونوں کی طرح ہماری دونوں کی اولاد میں ہو اور کسی کا فرمانبردار نہ ہو۔ صرف تیرا۔ اور کسی کے سامنے جھکنے والا نہ ہو۔ صرف تیری طرف ہو۔

اب ایک جماعت ایسی ماننا پڑے گی۔ کہ اللہ کے سوا جو کسی کے سامنے نہ جھکی ہو کسی وقت اس سے شرک نہ ہوا ہو۔ اور اسی میں رسول ہوا ہو اور پھر رسول مبعوث ہو تو اسی جماعت میں آئے۔ تو حضور کو جس وقت تم مبعوث بر سالت مانو کہ حضور نے جب اعلان رسالت کیا اور جب رسول بھیجے گئے ظاہر کئے گئے۔ تو اس کے ساتھ ایک جماعت کو

بھی مانو۔ جن میں مبعوث ہوئے اور خود بھی ان ہی میں سے ہیں۔ اور وہ کون تھے کہ جنہوں نے اللہ کے سوا کسی غیر کے سامنے سر جھکایا ہی نہیں۔ اب ایسی جماعت تلاش کرنا پڑے گی۔ اب اگر سب ہی کافر تھے نہ رسول کے باپ نہ ماں نہ چچا وغیرہ تو اب وہ جماعت کونسی ہے جس میں سے ایک رسول مبعوث ہوئے اسی جماعت میں اور یہ رسول اور جماعت دونوں۔ اللہ کے سوا کسی کے فرمانبردار نہیں ہیں۔ کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ تلاش کرو۔ ان کے نام ڈھونڈھنے پڑھیں گے۔ تو وہ ڈھونڈھ کر بتاؤ کہ وہ کونسی ذریت مسلمہ ہے اور ابراہیم کی ذریت بھی ہے اور اس نے کبھی شرک بھی نہیں کیا۔ اور اللہ کے سوا ان پر کوئی کبھی حاکم بھی نہیں ہو سکتا تو بتایئے کہ وہ کونسی جماعت ہے ہم نے تلاش کر لیا ہے اور تلاش کر کے بتا بھی دیا ہے کہ انہیں میں سے رسول۔ جس وقت یہ جماعت بن چکی اور حضور مبعوث ہو چکے۔ اور سرکار کو اللہ نے اعلان رسالت کا انعام دے دیا۔ اس سے پہلے حضور کیا کرتے رہے۔ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ تجارت کرتے رہے۔ تجارت میں جاتے رہے۔ اللہ کے سوا حضور نے کسی کے سامنے سر جھکایا ہی نہیں تو جیسے حضور ویسے ہی آپ کو ایک جماعت ماننی پڑے گی کہ اس نے بھی سر نہیں جھکایا کیونکہ انہیں میں سے رسول ہیں۔ ویسا ہی ماننے پڑے گا جیسے رسول۔ تو جس وقت کافروں سے گفتگو ہوئی اور انہوں نے نور رسالت دیکھا تو سمجھ گئے کہ وہ جو پیشنگوئی ہے کہ ایک رسول آئے گا تو وہ یہی رسول ہے۔ اسکو ختم کر دو۔ یہودیوں نے بھی کوشش کی کہ یہ قریش میں نہ آنے پائے۔ قتل کر دو۔ کوششیں ہونے لگیں کہ اسکو قتل کر دو۔

حضرت ابوطالب بہت بڑے تاجر تھے۔ ان کو یہ نہ سمجھنا کہ معمولی تاجر تھے۔ بہت بڑے

تاجر تھے سیکڑوں ایکڑ زمین خریدی۔ ان کی تجارت اونٹوں یا گھوڑوں کی نہ تھی۔ بلکہ اونٹ۔ جواہرات، ریشم۔ اور بیر قیمتی میں تجارت کرتے تھے۔ جہاں بی بی زینب کا اب روضہ ہے یہ انہیں کی خرید کردہ زمین ہے۔ یہ بی بی اپنے نانا کی زمین پر ہے۔ یہ اس کے گھر کی زمین ہے۔ جس وقت کافر آتے تھے۔ حضرت سے گفتگو کرتے تھے۔ تو حضرت فرماتے تھے کہ میں فلاں فلاں تاریخ کو شام جاؤں گا۔ فلاں جگہ جاؤں گا۔ میرے پاس فلاں فلاں سامان ہے ان کو دیکر کچھ سامان لاؤں گا۔ شام کو یہ گفتگو کر کے کافر چلے جاتے۔ روزانہ یہی معاملہ ہوتا ہے ابوطالب کے یہاں منظر یہ تھا کہ رات کو علی سو رہے ہیں۔ وہیں حضور بھی سو رہے ہیں۔ ابوطالب یہ کرتے کہ ہر رات حضور اور علی کی سونے کی جگہ بدل دیا کرتے تھے۔ گھر والوں نے پوچھا کہ یہ روز آپ کیا کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم۔ یہ جو میرا بھتیجہ ہے محمدؐ۔ اس کا نور نبوت ظاہر ہو چکا ہے۔ لوگ اس کے قتل کے در پے ہیں۔ میں جب تک بیٹھا رہتا ہوں اور وہ دیکھتے رہتے ہیں کہ محمدؐ کہاں سو رہا ہے اور علی کہاں سو رہا ہے تو جب وہ چلے جاتے ہیں تو میں جگہ بدل دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ آئیں قتل کرنے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ علی قتل ہو جائیں محمدؐ بچ جائیں۔ میں یہ کرتا ہوں یہ روز کا دستور۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ہجرت کی رات جو محمدؐ کے بستر پر سوئے یہ پرانی عادت تھی کہ جو باپ ڈلوا گیا تھا کہ تم یوں سویا کرو ان کے لئے کیا مشکل تھا سونا۔ (صلواۃ)

تو اب پروردگار عالم نے امت مسلمہ ذریت ابراہیم کو داعی الی اللہ بنایا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ جب یہ گفتگو اللہ نے میرے نانا سے کی تو کیا سارے اصحاب سارے مہاجر، اور انصار اس آیت کے مصداق ہیں کہ اللہ نے ان سے ان کے جان

دمال کا سودا کر لیا اور اس کے عوض دے دی جنت تو حضور نے فرمایا کہ نہیں۔
جن سے یہ معاملہ ہوا۔ یہ معاملہ ہو چکا۔ جن سے سودا ہوا کیا وہ عام لوگ ہیں۔ تو آپ
نے کہا نہیں بلکہ خدا نے بتایا ہے کہ وہ کون ہیں کہ جن سے ہم نے جنت کا سودا کیا ہے
التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون
الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود
اللہ و بشر المؤمنین (سورہ توبہ) آپ نے فرمایا کہ اس آیت کو پڑھا کرو۔ اور
اس آیت کو پڑھ کر سمجھا کرو کہ سودا کن سے ہوا۔ تو کیا خدا نے عام لوگوں کے متعلق کہا
کہ ان سے سودا ہوا جنت کے خرید کا۔ خدا نے یہ آیت بھیج دی کہ جن سے معاہدہ ہوا
وہ کون ہیں۔ کہ جو اپنی اطاعتوں کو اسکی عظمت کے سامنے کم سمجھ کر توبہ کرتے ہیں۔ اور
وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ انہوں نے کبھی شرک نہیں کیا وہ مشرک سے اسلام میں
نہیں آئے۔ خواہ وہ اسلام میں ہوں تب بھی خواہ تکلیف میں ہوں تب بھی اللہ کی حمد
کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ روزے رکھتے ہیں اللہ کے۔ فاقے
سے رہا کرتے ہیں۔ وہ شکم سیر ہو کر نہیں رہتے۔ اور وہ ہمیشہ رکوع و سجود میں رہتے
ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ رکوع و سجود کیا ہے کبھی غفلت یا کسی وجہ سے ترک نہیں کیا اور
اس کے بعد ایک لفظ آتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے امر بالمعروف کرتے ہیں۔ نیکیوں کا
حکم دیتے ہیں اور عیب سے روکتے ہیں۔ جب وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر
حکم دیتے ہیں کہ ہم نے اس پر عمل کیا ہے تم بھی کرو۔ یہ نہیں کہ تمہیں حکم دیتے ہوں
اور خود اس پر عمل نہ کرتے ہوں۔ اور وہ روکتے ہیں تمہیں برائیوں سے پہلے کر کے دیکھو ہم
نے کبھی برائی نہیں کی تم بھی نہ کرو۔ کیونکہ وہ ہر برائی سے پاک، طیب و طاہر ہیں۔ انہوں

نے کبھی کوئی برائی نہ کی۔ ہمیشہ اطاعتِ خدا کی ہے اور وہ اللہ کی حدود کے محافظ
ہیں (صلوات)

جن سے سودا ہوا ہے وہ اللہ کی حدود کے محافظ جتنی اللہ نے حدیں قائم کی ہیں
زندگی کے شعبوں میں جو حدیں بتائی ہیں چاہے انفرادی زندگی میں اجتماعی زندگی میں
تمام امر و نہی کی جو حدیں اس نے مقرر کی ہیں ان کے یہی تو محافظ ہیں۔ یعنی محافظ
حدود خدا ہیں۔ ان کو اللہ نے جنت دیدی۔ اور ان کے جان و مال کے ساتھ سودا
ہو چکا ہے۔ اب یہ جنت کے مالک ہیں۔ تو اب معلوم ہوا کہ جو سبیل خدا کی ہدایت کے
لئے مقرر ہے وہ وہی ہو سکتا ہے کہ جو سبیل خدا کو جانتا ہو اور اس کی مخالفت
کبھی نہ کی ہو (صلوات) پھر حضرت فرماتے ہیں کہ جب یہ بیع و شراء قدرت
نے روز میثاق کی اور یہ سودا کر چکا چونکہ اس کے علم میں یہ سب حالات تھے اس
لئے اس نے یہ سودا کر لیا۔ اور وہ اس کو ظاہر کرتے ہیں۔ مختلف مقامات پر۔ کہاں
کہاں بتاتے رہے کہ یہ سودا ہم نے کر لیا ہے۔ جب ان کے سامنے یہ ذکر ہوتا تھا
اور اپنے سودے کا تذکرہ کرتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم تو یہ جان دے چکے۔ ہماری
ہے ہی نہیں ہم نے کبھی اپنی سمجھی ہی نہیں۔ چاہے اُن کا چھوٹا ہو یا بڑا۔ کبھی اس نے
اپنی جان کو اپنا نہیں کہا۔ اپنے مال کو اپنا مال نہیں کہا۔ کیونکہ وہ تو سودا کر چکے تھے۔
ایک لفظ بھی ان بزرگوں کی زبان سے نہیں نکلا کبھی نہ کہا۔ نہ کوئی دکھلا سکتا ہے کہ
ہم کسی چیز کے بھی مالک ہیں۔ انہوں نے یہی کہا کہ ہماری ہر ایک چیز کا مالک خدا۔ کیوں؟
کیوں کہ ہم سودا کر چکے اب ہمارا نہیں سب اس کا۔ اور پھر امام حسین نے بھی یہی الفاظ
الفاظ استعمال کئے تھے۔ ترکت الخلق طرا فی ھواک۔ اے میرے مالک۔ میں نے

تمام خلق جو کچھ بھی ہے سب تیری محبت میں تیرے حوالے کر دیا۔ میرے پاس تو کچھ نہیں ہے تو جو چاہے لے۔ کیونکہ یہ سب کچھ تیرا ہے۔ وطن چھوڑا، ماں کی قبر چھوڑی، نانا کی تربت چھوڑی، اور اب بیٹے۔ بھائی وغیرہ یہ بھی سب چھوڑ دیئے۔ کیونکہ میرا تو کچھ نہیں ہے یہ سب تو تیرا ہے۔ میرا تو سودا ہو چکا ہے اور سب سے بڑی چیز ایک اور بتاتا ہوں کہ یہ اُن سے بیع وشراء ہوئی ہے کہ جو سبیلِ خدا کے بچانے کے لئے لڑے بھی اور قتل بھی ہو گئے۔ ان کے لئے نہیں کہ جو قتل نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے لئے کہ جو قتل ہو گئے۔ جب اس سودے کا تذکرہ حضرت امیرالمومنین کے سامنے آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہم ہیں کا ہر ایک بچہ اللہ سے سودا کر کے آیا ہے۔ ہم سودا کر کے آئے ہیں اللہ سے۔

تو جس وقت قدرت نے شبِ ہجرت کا ذکر کیا ہے تو علی نے سودے کا ذکر کیا ہے اور پوچھا رسول اللہ سے کہ اگر میں جان دوں تو آپ کی جان بچ جائے گی تو حضور نے کہا کہ بیشک تم سو جاؤ میری جان بچ جائے گی۔ علی نے کہا۔ "سمعاً و طاعتاً" یا رسول اللہ۔ علی نے کہا یا رسول اللہ بسر و چشم۔ سر اور آنکھوں سے حاضر ہوں سو گئے۔ ان کے سونے سے رسول کی جان بچی۔ اور رسول کی دی گئی سبیل رب۔ سبیل رب جو بچی۔ یعنی وہ قوانین کے لئے۔ دین کے لئے، شریعت کے لئے، حدود خدا کے لئے، جو اللہ نے بنائے تھے کائنات کیلئے وہ سبیل رب تھی جو حضور کو دی۔ ادع الی سبیل ربک۔ اے محمدؐ تم سبیلِ رب کی طرف بلاؤ۔ تو سبیل کا تعلق رسول سے تھا۔ اور رسول کی جان خطرے میں۔ تو معلوم ہوا کہ سرکارِ دو جہاں کی جان بچانا علی کے سونے پر موقوف کہ یہ سوئیں ان کی جگہ اسی بستر پر تو جان بچے گی۔ اور اگر نہ سوئیں تو نہیں بچے گی۔ تو آج علی نے رسول ہی کی جان کو نہیں سبیل رب کو بچایا۔ سبیل رب کی وجہ سے جان دی۔ یہ سمجھ کر نہیں کہ یہ میرے رشتے دار ہیں یا ابن عم ہیں۔ یا ایک نسل کے ہیں۔ بلکہ یہ پوچھا کہ اگر میں سو جاؤں تو آپ کی جان بچ جائے گی۔ کیونکہ آپ کی جان کے ساتھ وابستہ ہے۔ سبیل رب۔ ادع الی سبیل ربک۔ تو سبیل رب بچانا جن کا حق ہو۔ وہ جہاد کی اجازت بھی دے سکتے ہیں اور ان کے بغیر اجازت جہاد نہیں ہو سکتا ہے۔ کون سا جہاد؟ گھبرا نہ جائیں۔ سبیل والا جہاد۔ مسلمانوں کو بچانے والا جہاد نہیں۔ مسلمانوں کی زمین یا سرحدیں بچانا نہیں۔ مسلمانوں کے اسیروں کو بچانا وہ تو سب پر فرض ہے اور فرض کفایہ ہے۔ یعنی ہم پر فرض ہے اور اگر مشرک زیادہ تعداد میں ہوں تو ہمارے پڑوس میں جو مسلمان ہیں ان پر فرض۔ اور اگر ان سے بھی زیادہ ہوں تو ان سے جو زیادہ اور قریب مسلمان ہوں ان پر بھی فرض۔ یعنی ہم تمام پاکستانیوں پر جہاد فرض ہے تاکہ ہم تمام مسلمانوں کی حفاظت کریں۔ ان کی عزتوں کو بچائیں۔ سرحدوں کو بچائیں۔ یہ ہم سب پر فرض ہے۔ مگر فرض کفایہ۔ کیا معنی اگر ایک مسلمان اس کو ادا کر دے تو دوسرے پر سے ساقط ہے۔ نماز جنازہ سب پر فرض۔ لیکن اگر ایک جماعت نے پڑھ لی نماز تو دوسرے پر سے ساقط۔ فرض سب پر۔ مگر فرض کفایہ۔ تو جو جنگ کر رہے ہیں ان پر فرض ہے وہ فرض ادا کر رہے ہیں۔ مگر جو نہیں لڑ رہے ہیں ان پر سے ساقط ہے۔ مگر جب زیادہ ہو جائیں کافر۔ کثرت میں ہوں تو سب پر فرض اور اگر پورا ملک مقابلہ نہ کر سکے تو جو مسلمان ملک ان کے قریب ہوں ان پر فرض۔ اور اگر وہ مل کر بھی پورا نہ کر سکیں تو جو آگے ملک ہے اس پر بھی فرض۔ حتیٰ کہ ایک ایک مسلمان پر فرض۔ ہم اگر مقابلہ نہ کر سکیں مشرکوں کا تو افغانستان پر فرض۔ اس پر فرض ہے فرض کفایہ کہ ہماری مدد کرے۔ ہماری کیا۔ اللہ کے حکم کی تعمیل کرے۔ خدا

کا حکم ہے اس کی تعمیل کرے اور افغانستان اور ہم دونوں مل کر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں دشمن کا مشرکین کا تو اس سے متصل ایران کو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ مل جائے اور مل کر ہم مقابلہ کریں۔ اس پر بھی کمی رہے تو ترکی پر بھی فرض عائد ہوتا ہے۔ مکہ مدینے کے رہنے والے مسلمانو تم پر بھی فرض۔ یہ ہے حکم خدا و رسول کا۔ فرض کفایہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ مل کر مشرکوں سے مقابلہ کریں۔ اس کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ تو علی ابن ابیطالب نے جان بچائی حضور کی یہ ہے سبیل کا تحفظ۔ جس سبیل سے اللہ نے حدود بھیجے یا ہماری زندگی کے لئے حدیں مقرر کیں ان کا تحفظ ہی سبیل ہے۔ اس کو دین کہئے اسکو اسلام کہئے۔ لیکن اس میں شرکت کسی مفہوم کی نہ آئے صرف اسلام۔ صرف سبیل۔ صرف دین اس میں اور کوئی مفہوم آنے نہ پائے صرف سبیل کو بچانا ہے صرف دین کو بچانا ہے اور خیال اس میں یہ نہ ہو۔ کہ ہماری ان سے پہلے کی لڑائی ہے، ہم ان کے پہلے سے دشمن چلے آرہے ہیں۔ اور یہ ہمارے دشمن ہیں۔ یہ خیال نہ آئے بلکہ اپنی عورتوں اور بچوں کا بھی خیال نہ آئے۔ کہ اگر ہم نے بچایا اور ہم قتل ہو گئے تو بی بیاں قیدی بن جائیں گی؟ بچے اسیر ہو جائیں گے یہ خیال بھی نہ آئے۔ تو خیر فرمایئے۔ کہ میرے مولا نے کیا قیمت ادا کر کے یہ جنت خریدی ہے۔ اس کے بعد علی نے خریدی ہے۔ سوائے محمد و آل محمد کے اور کوئی جنت کو خرید نہ سکا۔ ان کی ملکیت ہے۔

تو میں بتا رہا تھا کہ جس وقت سبیل کو بچایا اور میرے مولا چادر سبز اوڑھ کر سوئے تو سودا ہو گیا۔ لوگ سودا بازار میں لاتے ہیں اور آراستہ کر کے روشنیاں کر کے سودے کو دکھاتے ہیں کہ گاہک آئیں اور لے جائیں اور یہ سودا چادر

اوڑھ کر بیچ رہا ہے اوپر سے چادر اوڑھ لی ہے اندر سے بند۔ کیوں؟ جانتا ہے خریدار میرا وہ ہے جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ (صلوٰۃ)

بکے اور رضا ملی قیمت میں۔ حضرت یوسف بکے۔ پڑھو تو قرآن۔ یوسف بک گئے بازار میں۔ و شروہ بثمن بخس دراھم معدودہ۔ یعنی کچھ رقم میں بکے۔ کچھ رقم مل گئی بیچنے والے کو اور یوسف بک گئے۔ خریدار کون؟ زلیخا۔ حضرت علی بکے۔ خریدار کون خدا۔ اور قیمت رضائے الٰہی۔ وہاں چند درہم اور یہاں رضائے الٰہی۔ بکے وہ بھی بکے یہ بھی۔ مگر بڑا فرق ہے۔ بائع و مشتری میں اور قیمت و مبیع میں۔ جب علی بک رہے تھے تو وہ وقت تھا شب کا اور قدرت نے ملائکہ کو حکم دیا۔

اک بات کہنے کو دل چاہتا ہے۔ ابھی ابھی خیال میں آیا ہے کہ چادر سبز اوڑھا کر اسی جگہ کیوں سلایا۔ آپ کو معلوم ہوگا اور ماننا پڑے گا کہ حضور اسی جگہ اور اسی طرح سوتے تھے۔ لیکن ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہ خود فرماتی ہیں کہ جب چادر اوپر کر لیتے تھے رسول اللہ اور سو جاتے تھے تو چادر سے ان کے چہرے کا نور چھن چھن کے باہر نکلتا تھا اور جب باہر نکلتا تھا تو پورا حجرہ منور ہو جاتا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے سونے کا انداز یہ تھا۔ اب اگر ان کے بجائے کوئی اور سوئے اور یہ انداز نہ ہو۔ پھر سلانے کا فائدہ کیا ہوا؟ وہ تو اس لئے سلا رہے ہیں کہ آنے والے کافر دیکھیں تو سمجھیں کہ حضور سو رہے ہیں۔ یہ تو اسی وقت ہوگا کہ اسی طرح شعاعیں نکلیں اور اسی طرح منور کر دے حجرہ کو۔ یہ ماننا پڑے گا۔ اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ سے بیان کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ یا ملائکتی و سکان سمواتی۔ اے میرے ملائکہ آؤ سب جمع ہو جاؤ۔ کل ایک جگہ آجاؤ۔ کل ملائکہ آسمان اول پر جمع ہو گئے۔ حکم دیا۔

انی اٰخیت بینکم فجعل فیکم ان یو ثر نفسه علی اخیهٖ ۔ اے ملائکہ ہم نے تم کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تم بھائی بھائی تم میں کون ہے جو اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کر دے کلھم کرھو الموت ۔ سب نے انکار کر دیا۔ فقال اللہ یا جبرائیل و میکائیل انی اخیت بینکم فمن یو ثر نفسه علی اخیه ۔ اے جبرائیل و میکائیل تم سب سے بڑے سید الملائکہ ۔ میں نے تم دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا ۔ تم دونوں میں کون اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کرنے کو تیار ہے ۔ بتاؤ ۔ دونوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تو تیری عبادتیں کرتے رہیں گے ۔ ہم جان نہیں دے سکتے ۔ اس وقت اللہ نے فرمایا ۔ انی اٰخیت بین محمد بنیّ و بین علی و لیّی انظر والی الارض اے ملائکہ ! زمین کی طرف نظر کرو ۔ جھک کے دیکھو میں نے محمدؐ کو جو میرا نبی ہے بھائی بنایا علی کا جو میرا ولی ہے ۔ یہ دونوں بھائی بھائی بنے ۔ فاثر علی نفسه علی اخیه دیکھو وہ ابوطالب کے گھر میں جان دے رہا ہے ۔ جھکو اور دیکھو ۔ تمام ملائکہ نے نظر ڈالی اور دیکھا کہ علی جان دے رہے ہیں ۔ اپنے بھائیؐ کو بچا رہے ہیں ۔ جب یہ دیکھا تو قدرت کا حکم ہوا ۔ قال فاھبطا الی الارض فاحفظاہ من عدوہ تم دونوں اترو زمین پر ۔ چھوڑ دو عبادتوں کو (صلواۃ) تم دونوں جبرائیل و میکائیل اترو زمین پر ۔ مصلے لپیٹ دو ۔ جاؤ زمین پر اور علی کی حفاظت کرو ۔ کوئی دشمن نہ آنے پائے ۔ جاؤ دونوں ملک آئے پہرہ دینے عبادت چھوڑ کر ۔

اگر عبادت افضل تھی اس پہرے سے تو بھیجا کیوں ؟ (صلواۃ) نظر خدا میں یہ پہرہ دینا افضل تھا ان عبادتوں سے جو وہ کر رہے تھے ۔ خدا نے حکم دیا اِدھر آؤ ۔ اور آ کر کھڑے ہو گئے ۔ فقام جبرئیل عند راسه و میکائیل عند رجلیه

جبرائیل سرہانے کھڑے ہو گئے ۔ میکائیل بائیں جانب ۔ ایک پیروں میں ملک کھڑا ہے ۔ ایک سرہانے ملک کھڑا ہے ۔ اس وقت جبرئیل نے یہ کہا بخٍ بخٍ لکَ یا ابنَ ابی طالب من مثلکَ ان اللہ یباھی بکَ الملائکۃ ۔ مبارک ہو مبارک ہو اے ابطالب کے بیٹے تمہیں مبارک ہو کہ آج خدا تمہاری وجہ سے ملائکہ میں فخر کر رہا ہے (صلواۃ) مبارک ہو مبارک ہو جب امیرالمومنین سو رہے تھے تو دونوں ملک یہاں حضرت علی کے پاس اور حضورؐ غار میں ۔ وہاں ایک صحابی آپ کے پاس ۔ وہاں ملک کوئی نہیں ۔ اور ملک ! وجہ کیا ہے ؟ سبب کیا ہے ؟ خدا کو تو حضورؐ کی حفاظت کرنی تھی ۔ ملائکہ وہاں جاتے حفاظت کرنے ۔ اُدھر نہیں بھیجا ۔ اِدھر بھیجا کہ یہاں جاؤ ۔ ادھر جاؤ ۔ کیوں ؟ کیونکہ رسول چھپ چکا ہے غار میں ۔ اور ہم نے اسکی پوشیدگی کا انتظام ایسا کر دیا ہے کہ کبوتروں سے انڈے دلوا دیئے اور مکڑی سے جالا تنوا دیا ہے ۔ اور یقین کرا دیا لوگوں کو کہ نہیں ہے یہاں ۔ ہم نے ایسا چھپایا کہ نہیں پتا لگے گا کہ محمدؐ کہاں ہے ۔ تو جب ایسا وقت آجائے کہ محمدؐ ظاہر نہ ہوں ۔ تو پھر فرشتے علی کے پاس ہی آئیں گے (صلواۃ)

علی ابن ابیطالب نے جان دیدی اور رضائے خدا خرید لی ۔ فرشتے وہاں پہنچ گئے ۔ مبارکبادیں ہوئیں ۔ پاکستان بننے سے پہلے ایک لفظ بشیر نے کہا تھا ۔ علی سوئے اور آج ایسے سوئے کہ کبھی اس طرح سے نہ سوئے ۔ خود بیان کرتے ہیں کہ میں سویا اور ایسی میٹھی نیند سویا کہ میں اس سے پہلے کبھی سویا ہی نہیں ۔ کیونکہ ہمیشہ شب کو ایک ہزار تکبیرات کی آواز آتی تھی ۔ تمام رات آپ نمازیں پڑھتے تھے ۔ نمازِ تہجد کبھی قضا نہیں کی ۔ لیکن آج سوئے خدا کہتا ہے سو جا ۔ رسول فرما گئے کہ سو جا ۔ علی سو گئے ۔ لفظ یہی ہیں کہ سو جا میرے بستر پر سو جا ۔ یہ نہیں کہا کہ لیٹ جا ۔ تو علی

کہتے ہیں حکم تھا سو جا۔ ہے کسی کی نیند ایسی کہ حکم کے مطابق آئے اور جائے (صلوٰۃ) یہ ہے اتباع رسول۔ فطرت قریب نہیں پھٹکتی ہے ان لوگوں کے۔ لیکن وہ اتباع رسول کہ نیند آئی اور سوئے۔ خوب سوئے۔ تمام رات سوئے۔ مگر نماز تہجد تو قضاء ہو گئی نہیں پڑھی تو میں سب کی توجہ دلاتا ہوں۔ علی سوئے اور نماز تہجد نہیں پڑھی کیوں؟ حکم خدا و رسول تھا سو جاؤ۔ رسول کا فرمان سوؤ۔ سو گئے۔ جب سوئیں گے تو نماز نہیں پڑھ سکتے اور جب نماز پڑھیں گے تو سو نہیں سکتے تو دو چیزیں تھیں۔ ایک طرف نماز تہجد۔ اور دوسری طرف سونا۔ قدرت نے حکم دیا۔ خدا تو جانتا تھا کہ اگر یہ سویا تو نماز نہیں پڑھ سکے گا۔ اور نماز پڑھے گا تو سو نہیں سکتا۔ تو قدرت نے حکم کیا دیا کہ نماز نہ پڑھو۔ سو جاؤ۔ تہجد چھوڑ دو اور سو جاؤ۔ آج تک تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ لوگ پکارتے ہیں۔ الصلوٰۃ خیر من النوم۔ نماز سونے سے افضل ہے۔ لوگ یہی کہتے ہیں۔ آوازیں تو یہی آیا کرتی ہیں کہ الصلوٰۃ خیر من النوم۔ اے علی تیرے لئے سونا نماز سے افضل ہے۔ (صلوٰۃ)

غرض میرے آقا نے سو کر رات گذاری۔ صبح ہوئی۔ جب صبح ہوئی۔ آپ اُٹھے نماز صبح ادا کی۔ اتنے میں لوگ آ گئے۔ جب لوگ آ گئے انہوں نے آکر دیکھا۔ ابولہب نے روکا تھا کہ رات کو داخل نہ ہونا۔ وہ صبح کو ہی آ گئے۔ گھیرا ڈال دیا رسول کے گھر کا۔ دیکھا تو وہاں علی ہیں۔ بستر پر علی کو دیکھا تو وہ پوچھتے ہیں اے علی۔ اَینَ محمدؐ۔ اے علی بتاؤ محمدؐ کہاں ہیں۔ تو علی نے جواب دیا کہ کیا تم نے محمد کو میرے سپرد کیا تھا۔ جسکا محمد ہے اُس سے پوچھو۔ کہنے لگے۔ کہ تم نے آج ان کی جگہ سو کر اُنہیں بچا دیا لیکن اب یاد رکھو کہ قیامت تک تم سے اس کا بدلہ لیں گے۔ آج رات کو محمد قتل ہو جاتا۔ کیونکہ ہم

نے طے کر لیا تھا۔ کُل قبائلِ عرب نے مل کر اور تم نے بچا دی دی جان۔ تم نے محمد کو نکال دیا اور خود سو گئے۔ تو ہم قیامت تک بدلہ تم ہی سے لیں گے۔ یہ ہے دشمنی علی اور اولادِ علی کی وجہ۔ جن کے دلوں میں کفر رہے گا وہ علی اور اولادِ علی کے دشمن رہیں گے۔ یہ شروع ہو گئی دشمنی۔ علی کو حضور کا حکم تھا۔ کہ اے علی! تم تمام امانتوں کو جو حضور دے کر گئے تھے۔ ادا کر کے واپس آ جاؤ۔ اور مدینے پہنچ جاؤ۔ میرے بچوں کو سب کو میرے حرم کو لے کر آ جاؤ۔ علی لے کر چلے۔ مگر جانتے تھے کہ کافر حملہ کریں گے۔ یقیناً بدلہ لیں گے۔ چنانچہ ایک حقیقت آج بتا رہا ہوں۔ اور لوگ اس حقیقت کو چھپا رہے ہیں۔ تاریخ میں لاتے ہی نہیں ان چیزوں کو آلِ محمدؐ نے یہ بتایا کہ جب علی عورتوں اور بچوں کو لیکر چلے۔ تو رات کو تمام رات سفر کرتے تھے اور دن کو قیام کرتے تھے۔ یہی عرب کا طریقہ تھا شب روی کا۔ تمام رات کو چلا کرتے تھے اور دن کو قیام۔ چلے تو کچھ ہی فرسخ مکّہ کے پاس گئے ہوں گے۔ کچھ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں آنے لگیں۔ آپ نے سنا اور سمجھ گئے۔ کھڑے ہو گئے۔ اپنے غلاموں کو بلایا اور کہا اونٹوں کو بٹھا دو، بی بیوں کو اتار دو۔ اور سب کو اکٹھا کیا اور غلاموں سے فرمایا کہ اب تم دُور چلے جاؤ۔ میں خود اس جگہ ہوں آپ کھڑے ہو گئے اور تلوار نکال لی۔ ہاشمی خاندان کی عورتیں اور بچے سب ایک جگہ بیٹھے ہیں، مرد۔ عورتیں، بچے۔ علی نے تلوار نکال لی اور ٹہلنے لگے۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ گھوڑے سوار ہیں۔ ایک شخص آگے آ رہا ہے اس کے پیچھے گھوڑے آ رہے ہیں۔ اور ایک اُدھر سے آ رہا ہے۔ اس کے پیچھے بھی سوار ہیں۔ پہلے علی اُدھر گئے۔ اور جا کر آپ نے فرمایا۔ قفوا مکانکم۔ ٹھہرو اپنی جگہ۔ آگے ایک قدم نہ بڑھانا۔ الغرض ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہاں

بچے اور بی بیاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی آگے نہ آئے۔ وہ آگے آئے۔ جنگ کی۔ قتل کیا۔
ایک ایک کا صفایا کر دیا۔ پھر ادھر آگئے۔ اِدھر دیکھا۔ ان کو قتل کیا۔ یہ دیکھ کر کچھ بھاگ
گئے۔ علی برابر پہرہ دیتے رہے۔ جب آپ دیکھتے کہ اُدھر سے آ رہے ہیں پھر آپ اُدھر
گئے وہ لوگ بھاگ جاتے تھے۔ پھر آ کر پہرہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ کسی
کی جرات نہ ہوئی کہ ان بی بیوں کی کوئی بے حرمتی کر سکے۔ کوئی ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھ
نہ سکا۔ (صلوات)

علی پہرہ دے رہے ہیں۔ بابا تو میں نے علی کا پہرہ دیکھا ہے رات بھر یا علی کی
بیٹی زینب کا پہرہ دیکھا ہے کہ وہ بھی اسی طرح بچوں کو بٹھا کر رات بھر پہرہ دے رہی
ہے۔ ایک ٹوٹی ہوئی قنات ہاتھ میں لیکر۔ بی بی زینب پہرہ دے رہی ہے۔ بچوں سو
جاؤ آرام کرو۔ میں پہرہ دے رہی ہوں۔ بی بی زینب تمام رات پہرہ دیتی رہی۔ ایک
مرتبہ بی بی کی نظر پڑی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ بی بی آگے بڑھی دیکھا کہ کوئی سوار
ہے جو گھوڑے کو تیز لئے ہوئے آ رہا ہے۔ یہ بھی تیز قدم چلی۔ اور جا کر آگے آواز
دی۔ قف مکانک۔ اے گھوڑے کے سوار! رک جا اسی جگہ۔ آگے قدم نہ بڑھانا۔ وہ پھر آگے
بڑھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ سن ہم لٹے ہوئے ہمارے پاس کوئی مال نہیں ہے۔ اگر لوٹنے
آیا ہے تو صبح کو لوٹ لینا۔ دن میں آکر لوٹ لینا ہم بھاگ نہیں جائیں گے۔ ہمارے
بچے اس وقت آرام کر رہے ہیں۔ صبح کو لوٹ لینا۔ اگر ارادہ ہے تیرا لوٹ لینے کا۔ یہ
سن کر بھی وہ سوار آگے بڑھا۔ جب آگے بڑھا تو شیر خدا کی بیٹی کو جلال آگیا۔
اور آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور کہا کہ تم آگے نہیں بڑھ سکتے اب اس
سے آگے تم نہیں جا سکتے۔ اِدھر جلال میں آکر باگ پکڑی اور اُدھر سوار نے نقاب

الٹی۔ اور کہا بیٹی زینب۔ ہائے میری بیٹی تو پہرہ دے رہی ہے۔ بیٹی زینب! میں
تیرا بابا ہوں۔ جاؤ تم آرام کرو آج پہرہ میں دوں گا۔ اور راتوں کو میں جاگا کروں گا۔
تم آرام کرو بیٹی۔ جس وقت یہ کہا کہ تیرا بابا آگیا۔ نجف سے آگیا تو کیا کہتی ہیں۔ لپٹ
گئیں بابا سے۔ اور کہا کہ اب آئے ہو۔ اب آئے ہو۔ اب آئے ہو۔ جب علی اکبر
نہ رہا۔ اس کا باپ مارا گیا۔ ہائے میرا بھائی حسین تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اب
آئے ہو بابا۔ ارے نجف کوئی دور نہ تھا۔ ہائے نجف کوئی دور تو نہ تھا۔ لپٹ
گئیں بابا سے۔ روتی رہیں۔